منزل کی تلاش

تحریر: محمد نجم مصطفائی

ناشر: ادارہ تحقیقاتِ اسلامیہ حنفیہ

تاثرات

حضرت نقیب الرحمٰن دامت برکاتہم العالیہ

سجادہ نشین عیدگاہ شریف راولپنڈی، پاکستان

فقیر نے محمد نجم مصطفائی کی تصانیف (حق کی تلاش، منزل کی تلاش) کا مطالعہ کیا۔ الحمدللہ جس خوبصورت انداز میں آپ نے مسلکِ حقہ کی ترجمانی کی ہے آج کل ایسی تصانیف کی بے حد ضرورت ہے۔ جس عمدگی سے آپ نے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے اس سے پڑھنے والے کو خاصی روحانی تسکین ملتی ہے اس کے ساتھ ساتھ ان کے علم میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔ فقیر اپنے پیارے بادشاہ اللہ کریم جل شانہ کے آگے دعا گو ہے کہ وہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے موصوف کی اس مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور آپ کو دین و دنیا میں اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین

والسلام

فقیر محمد نقیب الرحمٰن

سجادہ نشین دربارعالیہ عیدگاہ شریف راولپنڈی

تاثرات

حضرت علامہ مولانا منشا تابش قصوری (لاہور)

محمد نجم مصطفائی کی تصانیف (حق کی تلاش، منزل کی تلاش، سہانی گھڑی) ہر تصنیف قابل مطالعہ لائق استفادہ ہے۔ عنوانات کے وسیلے سے اپنے مشن، مسلک اور مقاصد کی باحسن وجوہ پورا کرنے کی مساعی جمیلہ نے آپ کی ان تصانیف کی قدر و منزلت میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے۔ دل چاہتا ہے ہر کتاب پر تفصیلی کلمات رقم کروں مگر عدیم الفرصت ہونے کے باعث فی الحال اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

فقط والسلام

منشا تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ لاہور

تاثرات

حضرت قبلہ محمد رضا فریدی مدظلہ العالی (امریکہ)

محمد نجم مصطفائی کی چند کتابیں منزل کی تلاش، حق کی تلاش اور دیگر موصول ہوئیں بہت پسند آئیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی سعی کو قبول فرمائے۔ حقیقت میں اس وقت مسلمانوں کا ایمان بچانا بہت ضروری ہے۔ حقیقت میں یہی بندگی ہے اور یہی زندگی ہے۔ یہاں بھی فتنوں نے بہت سے مسلمانوں کو رحمتِ الٰہی سے دور کر دیا ہے اور نجدی فتنہ ہر جگہ اپنا جال بچھا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھے اور حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ رکھے۔

فقط والسلام

خاکپائے سگِ مدینہ

رضا فریدی عفی عنہ

ڈنبری CT 06811 امریکہ

تاثرات

ممتاز عالم دین حضرت علامہ مولانا سیّد شاہ تراب الحق مدظلہ العالی (کراچی)

فقیر نے جناب محمد نجم مصطفائی کی کتاب 'منزل کی تلاش' کا مطالعہ کیا۔ جہاں جہاں سے بھی پڑھا خوب پایا، اس کتاب میں انگریز گورنمنٹ نے کس طریقے سے علماء کو خرید کر اسلام کے خلاف استعمال کیا اور اہلسنّت کو ختم کرنے کیلئے زرخرید مولویوں نے انگریزوں سے مل کر کیا کیا کارنامے سرانجام دیئے کافی وشافی طریقے سے بیان کیا گیا ہے ساری تفصیل اس کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ واقعی یہ کتاب منزل کی تلاش اسم بامسمّٰی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ مؤلف کی اس سعی کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

فقیر سیّد شاہ تراب الحق

تاثرات

مفتی عبدالرحمٰن قمر

ڈائریکٹر اسلامک فاؤنڈیشن آف نارتھ امریکہ

یہ حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں مسلمان تقریباً ڈیڑھ صدی سے مذہبی حوالے سے گروہ بندی کا شکار ہیں۔ مسلمان فرقہ بندی کا شکار کیوں ہوئے۔ وہ کون سے خفیہ راز تھے کہ جن کی وجہ سے مسلمان اپنے اصل مرکز سے ہٹتے گئے اور کئی حصوں میں بٹ گئے۔

موصوف محمد نجم مصطفائی نے 'منزل کی تلاش' نامی کتاب میں جس خوبصورتی سے اس کا اظہار فرمایا ہے اور اس راز سے پردہ ہٹایا ہے یہ مسلمانوں کو صحیح سمت دکھانے کا ایک بہترین قدم ہے۔ اللہ ربّ العزت موصوف محمد نجم مصطفائی کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور مخلوقِ خدا کیلیے اس کتاب کو نافع بنائے۔ آمین

فقیر عبدالرحمٰن قمر

انتساب

آج دنیا بھر میں اسلام دشمن تنظیمیں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام اور دین کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ کر رہی ہیں۔ آئے دن نئے نئے فرقے جنم لیتے جا رہے ہیں۔ جس سے مسلمانوں کی اجتماعی قوت پارہ پارہ ہو رہی ہے۔ یہ باطل قوتیں اپنے گستاخانہ لٹریچر اور گمراہ کن آڈیو کیسٹوں کے ذریعے نہ صرف مسلمان کے متاع ایمان کو نیست و نابود کر رہی ہیں بلکہ یہودی عیسائی اور قادیانی لابی کے ایجنٹوں کا کردار ادا کر کے مسلمانوں کی ملی یکجہتی کو پارہ پارہ کر رہی ہیں۔ میں اپنی اس کتاب کا ثواب دنیا بھر کے ان مسلمانوں کیلئے صبح قیامت تک کیلئے وقف کرتا ہوں......

☆ جو غیر جانبدارانہ طور پر اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔

☆ جو اُمت کے مابین اس اختلاف کو جاننا چاہتے ہیں کہ مسلمان گروہ بندی کا شکار کیوں اور کیسے ہوئے۔

☆ جو سرزمین پاکستان میں بالخصوص اور عالمی دنیا میں بالعموم اسلام کی بالادستی چاہتے ہیں۔

☆ جو ملکی سیاست میں آمریت اور بے دین فرقوں کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دینا چاہتے ہیں۔

☆ جو دینی غیرت و حمیت کا پرچم بلند رکھنا چاہتے ہیں۔

☆ جو پوری اُمت مسلمہ کو ایک قوت بن کر اُبھرتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔

☆ جو یہود و نصاریٰ اور ان کے آلہ کار اسلام دشمن حکمرانوں کی شرانگیزیوں کا خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں۔

☆ جو اپنے قلوب سے انا پرستی کے بت پاش پاش کر کے ایک دوسرے مسلمان کا دست بازو بننا چاہتے ہیں۔

☆ جو اسلام کی بقاء اور ملک کے استحکام کیلئے منصوبہ بندیاں کرنا چاہتے ہیں۔

آپ کا دردمند بھائی

محمد نجم مصطفائی

مؤدبانہ عرض

میں نے 'منزل کی تلاش' نامی کتاب کو تحریر کرنے میں ہر ممکن یہ کوشش کی ہے کہ حقائق انتہائی دیانتداری کیساتھ قلم بند کیے جائیں اوراس پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن اس کے باوجود بتقاضائے بشریت اگر آپ میری اس کتاب میں کوئی لفظی یا معنوی غلطی پائیں یا کوئی حوالہ جات غلط پائیں تو ازراہِ کرم آگاہ فرمائیں۔ عام طور پر یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ حوالے مطلوبہ صفحات پر نہیں ملتے اس کی وجہ یہ ہے کہ کتابیں مختلف کتب خانوں سے چھوٹے بڑے سائزوں میں چھپتی رہتی ہیں جس سے صفحات آگے پیچھے ہوجاتے ہیں اگر آپ کتاب کے آگے پیچھے صفحات کا مطالعہ کریں تو مطلوبہ حوالہ ضرور مل جائے گا۔

محمد نجم مصطفائی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رسول اللّٰہ و علیٰ آلہ و صحبہ و من والدہ

محترم مسلمانو اور پیاری بہنو! الحمدللہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا دین اسلام ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے جتنے بھی انبیائے کرام علیہم السلام اس دنیا میں تشریف لائے لغت کے اعتبار سے ان سب کا دین اسلام ہی تھا۔ وہی دین اسلام اپنی اصلی حالت اور کامل صورت میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور رہتی دنیا تک کے انسانوں کیلئے بھی پسند فرمایا۔ اب اس دین میں نہ تو اضافہ ہے اور نہ ہی کمی یہ دین ہر لحاظ سے پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔ وہ عقائد جن پر ہر انسان کی نجات کا دارو مدار ہے اور جو ہر زمانے کے انسانوں کیلئے روشنی اور مینارۂ نور ہیں وہ مکمل طور پر اس دین میں بتا دیئے گئے ہیں اسکے اپنے عقائد اور اپنے قانون ہیں جو ہر انسان کی ذہنی قلبی، مادی اور روحانی ترقی کے ضامن ہیں جب یہ اسلام مکمل اور کامل ہو گیا تو اب اس کے کسی حکم میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کی گنجائش نہیں۔ جب گنجائش نہیں تو کسی دوسرے نبی کے آنے کی بھی ضرورت نہیں۔ نبوت کا دروازہ دین کامل پر مکمل طور پر بند ہو چکا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ورضیت لکم الاسلام دینا ط (پ۶۔سورۃ المائدہ:۳)

ترجمہ: اور ہمارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ اے مسلمانو! میں نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کر لیا ہے۔ اب تمہیں میری رضا اسلام ہی میں مل سکتی ہے۔ پہلے میں دین عیسوی اور دین موسوی سے بھی راضی تھا مگر میں نے اب ان کو منسوخ کر دیا ہے۔ لہٰذا اب مجھے کوئی یہودی اور عیسائی ہو کر ہرگز راضی نہ کرے۔ وہ دین پہلے ہدایت تھے مگر اسلام کے بعد منسوخ ہو گئے ہیں۔ اب میں صرف اسلام سے راضی ہوں۔

پیارے مسلمانو! وہ دین کامل جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اس دین کامل کو دنیا میں آئے ہوئے تقریباً چودہ سو سال سے زیادہ گزر چکے ہیں۔ اس مقدس دین نے چودہ سو سال میں بڑے بڑے مصائب کا مقابلہ کیا۔ اس کے لہلہاتے گلشن پر انتہائی آندھیوں کے کئی جھکڑ چلے۔ مگر یہ پیارا چمن اسی طرح قائم و دائم اور سرسبز و شاداب رہا۔ اس روشن آفتاب پر کئی بار سیاہ گھٹا ٹوپ بادل چھائے مگر دین متین کا آفتاب اسی طرح چمکتا رہا۔ یہ سیاہ بادل کبھی یزیدی بادل بن کر چھائے، تو کبھی حجازی غبار بن کر، کبھی تاتاری قوتیں اس سے نبرد آزما ہوئیں، تو کبھی خارجی سورش نے اس کے خلاف سر ابھارا، کبھی ماموئی قوت نے اس سے مقابلہ کیا، تو کبھی رافضی قوت نے اس کے مقابلے پر آنے کی جرأت کی، کبھی یہودی قوتیں نبرد آزما ہوئیں تو کبھی دنیائے عیسائیت نے اسے ختم کرنے کی

کوششیں کیں۔ کبھی مسلیمہ کذاب نے اسلام کو مٹانے کا پروگرام بنایا تو کبھی چنگیزیوں نے اس مقدس دین کو ختم کرنا چاہا۔ غرض یہ کہ ہر دور میں اسلام کے خلاف بڑے بڑے فتنے اُٹھے مگر اللہ تعالیٰ کا اسکے پسندیدہ دین پر ہمیشہ کرم رہا وہ تمام کے تمام فتنے اسلام کے مضبوط قلعے سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئے اور یہ آخری دین اسلام اسی طرح اپنی جگہ پر قائم ودائم رہا۔

بدنصیبی سے آج ایک مرتبہ پھر اللہ تعالیٰ کا یہ آخری دین دشمنوں کی ناپاک اور خطرناک سازشوں کا شکار ہوتا نظر آرہا ہے۔

آج پھر اسلامی عظمت کا آفتاب غروب ہوتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ اسلام دشمن قوتوں کی سازشیں ایک مرتبہ پھر اس کے خلاف بڑھتی جا رہی ہیں۔ کئی طاغوتی محاذ اسلام کے خلاف کھول دیئے گئے ہیں۔ مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کی ایمان افروز یادوں کو مٹایا جا رہا ہے۔ ذہنوں سے اس کی عظمت کے دلکش نقوش کھرچے جا رہے ہیں۔ ہر محاذ پر مسلمانوں کی کردار کشی اور نسل کشی کی جا رہی ہے۔ آج پوری دنیا میں جتنا مصائب وآلام کا شکار مسلمان ہو رہا ہے اتنی دوسری کوئی قوم نہیں ہے۔ یوں لگتا ہے گویا مصائب وآلام اور اُمتِ رسول دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہو گئے ہیں۔

آج اُمتِ رسول کی جس بے دردی سے نسل کشی اور مسلمان خواتین کی آبروریزی کی جا رہی ہے، شاید تاریخ دان اس سے پہلے کبھی ایسے المیئے بیان نہ کر سکے ہوں۔ بوسینا، چیچنیا، کوسوو، کشمیر، افغانستان، اراکان اور فلسطین میں جو کچھ ہوا یا جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب کچھ ہماری سوئی ہوئی ایمانی غیرتوں کو جھنجھوڑ دینے کیلئے کافی ہے۔ دشمنانِ اسلام کی ناپاک سازشیں اور فتنہ انگیز منصوبہ بندیاں اُبھر کر سامنے آ چکی ہیں۔

سارا عالمِ کفر، اسلام کے مقابلے پر متحد نظر آ رہا ہے۔ ہندو، یہودی اور عیسائی آپس میں بھائی بھائی بنتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ ان کی تاریخ آپس کی دشمنیوں، عداوتوں اور قتل وغارت گری کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ان کے بنیادی عقائد آپس میں اتنے متضاد ہیں کہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ان میں بھائی چارہ بھی پیدا ہو جائے گا اور یہ اقوام اتحاد واتفاق، اخوت وبھائی چارے کے مضبوط اور پائیدار بندھنوں میں بندھ جائیں گی۔ اب وہ اپنے عقیدوں کے اختلافات، عداوتوں اور دشمنیوں کو بھلا چکے ہیں اور عالمِ اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو چکے ہیں۔

دشمنانِ اسلام یہود وہنود اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر عالمِ اسلام بیدار ہو گیا تو باطل کا وجود صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹ جائے گا۔ دشمن کا یہ اعتراف بالکل بجا ہے کیونکہ مسلمان وہ عظیم قوم ہے کہ جن کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ نے توحید ورسالت کا جھنڈا عطا فرمایا ہے۔ یہی وہ اُمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد فریضہ کی بجا آوری کیلئے منتخب فرمایا کہ دنیا میں جہاں جہاں شرک وکفر کی تاریکیاں ہیں وہاں نورِ توحید سے ان ظلمتوں کو کافور کر دیں۔ دینِ اسلام سے غافل

اور کفر والحاد میں ڈوبے ہوئے لوگوں کے دلوں میں عشق توحید و رسالت کے ایمانی چراغ روشن کردیں اور تمام نجاستیں اور ناپاکیاں مٹا کر دلوں کو نورِ ایمان سے منور کردیں۔ مگر آہ......! آج یہ دیکھ کر ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں کہ جس عظیم اُمت کو اللہ تعالیٰ نے ایک بہترین امت قرار دیا۔ جو ساری دنیا میں اسلام کا پرچم بلند کرنے کیلئے منتخب کی گئی۔ جو قوم بڑی سے بڑی طاغوتی قوت کو بھی پاش پاش کردیتی تھی۔ آج وہی امت دشمنانِ اسلام کی دست نگر بنتی جارہی ہے۔ ان کی بدترین تہذیب کو اپنا کر اپنی اعلیٰ ترین اسلامی تہذیب کو فراموش کر رہی ہے۔ 'قرآن کریم' جو پوری انسانیت کیلئے ضابطہ حیات بھی ہے اسے چھوڑ کر عیسائیوں اور یہودیوں کے غلط طریقے اختیار کیے جارہے ہیں۔

تہذیب میں نصاریٰ تو تمدن میں ہیں ہنود
یہ ہیں مسلمان جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

آج اس اُمت کو اپنا غلام بنانے کیلئے دشمنان اسلام جو سازشیں کررہے ہیں ان سنگین اور تشویشناک حالات میں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ملتِ اسلامیہ متحد و منظم اور جذبہ ایمانی سے سرشار ہوکر باطل کی یلغار کے آگے سینہ سپر ہوجاتی اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کفر کی تمام مذموم سازشوں کو زمین بوس کردیتی۔ علمائے دین اپنی جملہ کوششیں عالمِ اسلام کے اتحاد کیلئے وقف کردیتے۔ اہل علم حضرات ملتِ اسلامیہ کو درپیش مسائل کے حل کیلئے قلم اُٹھاتے اور افتراق وانتشار کی شکار ہونے والی اس امت کو ایک دوسرے کے قریب تر کرنے کی خاطر اسلامی ممالک میں بولی جانے والی زبانوں میں ایک دوسرے کی اسلامی اور علاقائی کتابوں کے ترجمے شائع کرتے۔ مگر ہماری بدنصیبی کہ ہم ایسا کرنے کے بجائے توحید وکفر اور شرک وبدعت کے اختلافات میں اُلجھ کر رہ گئے۔ اسلام کے دیئے ہوئے ایک اسلامی اور نظریاتی پلیٹ فارم پر جمع ہونے کے بجائے ہم مختلف دھڑوں میں بٹ کر گروہ بندی کا شکار ہوگئے۔ آج کوئی دیوبندی ہے تو کوئی بریلوی، کوئی اہلحدیث ہے تو کوئی اہل تشیع۔

اسلام کے دعویدار سب ہیں مگر کسی کے ہاں ایک بات جائز تو دوسرے کے ہاں ناجائز۔ کہیں میلاد کرنا جائز تو دوسری جگہ ناجائز۔ کہیں بیس رکعت تراویح کا رواج تو کہیں صرف آٹھ رکعت کا۔ کہیں حالتِ نماز میں رفع یدین کرنا ناجائز تو کہیں جائز۔ کہیں اولیائے کرام کی قبروں پر سلامی کیلئے جانا اور ان کے وسیلے سے دعا مانگنا جائز تو کہیں ناجائز۔ کہیں نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد دعا مانگنا جائز تو کہیں ناجائز۔ کہیں بعد دفن کے قبر پر اذان دینا ثواب تو کہیں یہ عمل گناہ۔ کسی کے ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام سن کر انگوٹھے چومنا ثواب تو کسی کے ہاں گناہ۔

آخر ایسا کیوں ہوا! اُمت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ نفاق کا بیج کس نے بویا؟ اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹکڑوں میں کیوں بٹی؟ یہ وہ سوالات ہیں جو ہر اہل ایمان کیلئے وجہ غم بنے ہوئے ہیں۔ آج ہمیں غیر جانبدارانہ طور پر اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ امت واحدہ کو کوئی فرقوں میں کس نے تقسیم کیا؟ اور مسلمانوں کی قوت کو کس نے پارہ پارہ کیا؟ اور یہ سازش کیوں کی گئی؟

پیارے مسلمان بھائیو! اگر ہم برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت بالکل واضح ہو جائیگی کہ انگریز کے قابض ہونے سے قبل برصغیر کے مسلمانوں میں کسی بھی قسم کا مذہبی اختلاف نہ تھا۔ تمام مسلمان ایک ہی اسلامی عقیدے، ایک ہی اسلامی نظریئے اور ایک ہی اسلامی فکر کے مضبوط دینی بندھنوں میں بندھے ہوئے تھے۔ اسلامی عقائد ونظریات کے اس ہرے بھرے گلشن کو اختلاف وافتراق کا کوئی جھونکا نہ چھو سکا۔ اگر یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ انگریزوں کے قابض ہونے سے پہلے مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز　　　نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

ایک ہی امام، ایک ہی مسجد، نہ مسئلہ حاضر و ناظر کا جھگڑا، نہ مسئلہ نور و بشر پر جنگ، نہ صلوٰۃ وسلام پر تکرار اور نہ نیاز، فاتحہ پر بحث، نہ وسیلہ اختیار کرنے پر اختلاف اور نہ ہی مزاراتِ اولیاء اللہ کی زیارت پر فساد۔ کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ تھا۔ تمام مسلمانوں کے اسلامی عقائد ونظریات میں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔

برصغیر کے مسلمان اس لحاظ سے انتہائی خوش قسمت کہے جا سکتے ہیں کہ انہیں اسلام کی یہ دولت براہِ راست ان قدسی صفات ہستیوں سے ملی جنہیں زمانہ 'بزرگانِ دین' کہتا ہے۔ اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ برصغیر میں اسلام کی روشنی صرف اور صرف بزرگانِ دین ہی کے ذریعے پھیلی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی، حضرت صابر علاؤ الدین کلیری، حضرت لعل شہباز عثمان قلندر، حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی، حضرت امیر خسرو، حضرت تاج الدین ناگپوری، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائی، حضرت سچل سرمست، حضرت خوشحال خان خٹک، حضرت رحمان بابا، حضرت جنید شاہ پشاوری، حضرت عبد اللہ شاہ غازی اور دیگر بے شمار اولیائے کرام وہ مبارک ہستیاں ہیں جن کے دست حق پرست پر شرک وکفر کے دلدل میں پھنسے ہوئے لاکھوں انسانوں نے اسلام قبول کیا اور ان لوگوں کے عقائد و نظریات کی اصلاح بزرگانِ دین نے فرمائی۔ سرزمین ہند میں اسلام نہ کسی بادشاہ کے ذریعے پھیلا اور نہ ہی کسی مولوی کے ذریعے بلکہ اسلام کی داغ بیل بزرگانِ دین نے ڈالی۔ علمائے حق نے بزرگانِ دین کے نافذ کردہ دین کی حفاظت فرمائی۔

بزرگانِ دین یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں کہ جن کی کوششوں سے بھٹکے ہوئے انسانوں کے دلوں کو روشنی، روحوں کو تازگی اور فکر ونظر کو پاکیزگی ملی۔ سرزمین ہند جو کبھی کفر وشرک کا گڑھ تھی مگر صوفیائے کرام کی انتھک کاوشوں سے یہ دھرتی اولیائے کرام کا مرکز بن گئی اور اس سرزمین پر اس قدر اولیائے کرام اُبھر کر سامنے آئے کہ یہ زمین اولیائے کرام سے معمور ہوئی جن کے قدموں کی برکتوں سے سلوک ومعرفت کی خانقاہیں آباد ہوئیں۔ جن کی حق ھو کی صدا میں سارا ماحول ڈوبتا چلا گیا اور لاکھوں انسان ان کے ذریعے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

انگریزوں کی آمد سے قبل برصغیر کے مسلمانوں میں جو اسلامی عقائد پائے جاتے تھے، یہ وہی پیارے عقائد تھے جو بزرگانِ دین سے انہیں نسل در نسل وِرثے میں ملے تھے یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین سے محبت کرنے والے مسلمان جس قدر برصغیر میں پائے جاتے ہیں دنیا کے کسی اور خطے میں نہیں۔ کوئی سلسلہ قادریہ سے منسلک ہوکر حضور شیخ عبدالقادر جیلانی سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے تو کوئی سلسلہ چشتیہ سے وابستہ ہوکر حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتی کی ارادت کا شرف حاصل کرتا ہے۔ کوئی سلسلہ نقشبندیہ میں مرید ہونا باعثِ فخر سمجھتا ہے تو کوئی سلسلہ سہروردیہ میں بیعت ہونے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں بزرگانِ دین کے یہی وہ چار بڑے مشہور صوفیانہ سلسلے ہیں جن کی جڑیں ہر مسلمان کے گھر میں پھیلیں۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہندوستان میں ابتداء ہی سے بزرگانِ دین کے ماننے والے سنّی مسلمانوں کی اکثریت رہی ہے انگریزوں کی آمد سے قبل کسی بھی فرقے کا وجود برصغیر میں نہیں تھا۔ اس وقت تقریباً سو فیصد تعداد سنّی مسلمانوں کی تھی۔ یہ میرا خیال و گمان نہیں بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف غیر مقلد وہابی اہلحدیث جماعت کے پیشوا کر چکے ہیں۔ اہلحدیث جماعت کی معتبر شخصیت مولوی ثناء اللہ امرتسری اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو اور سکھ) کے مساوی ہے۔ اسّی سال قبل (یعنی ۱۸۵۷ء میں) قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔ (شمع توحید صفحہ ۴۰، مطبوعہ سرگودھا۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری اہلحدیث)

اہلحدیث جماعت کے ایک اور مایہ ناز مورخ مولوی محمد جعفر تھانیسری اپنا ذاتی مشاہدہ ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں، کہتے ہیں، میری موجودگی ہند کے وقت ۱۸۱۹ء میں شاید پنجاب بھر میں دس وہابی عقیدے کے مسلمان بھی موجود نہ تھے اور اب ۱۸۷۸ء میں دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں جہاں کے مسلمانوں میں چہارم حصہ وہابی معتقد محمد اسماعیل کے نہ ہوں۔ (ملاحظہ کیجئے 'تاریخ عجیبیہ' مولوی جعفر صاحب تھانیسری)

غور فرمایئے! مذکورہ بالا دونوں عبارات کا تعلق غیر مقلدین (اہلحدیث حضرات) کے پیشواؤں سے ہے۔ دونوں نے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ سرزمین ہند میں ۱۸۵۷ء سے پہلے اہلسنّت و جماعت کے علاوہ کوئی دوسرا فرقہ نہ تھا۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کی یہ تصدیق ۱۹۳۷ء کی ہے اور ۱۹۳۷ء سے ٹھیک اسّی سال پہلے ۱۸۵۷ء کا دور تھا۔ اور یہ وہی ۱۸۵۷ء کا دور ہے کہ جس وقت ہندوستان کے تمام سُنّی مسلمانوں نے سنی عالم دین، مجاہد جلیل، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قیادت میں سرزمین ہند پر انگریزوں کے غاصبانہ قبضے کے خلاف جہاد کیا تھا اور لاکھوں مسلمانوں نے انگریزوں کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کیلئے جانیں قربان کردی تھیں۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری اہلحدیث کی اس تصدیق سے واضح ہوا کہ ۱۹۳۷ء سے ٹھیک اسّی سال پہلے (یعنی ۱۸۵۷ء میں) کوئی بھی وہابی عقیدے کا نہ تھا بلکہ سب کے سب اہلسنت سنی حنفی مسلمان تھے۔

ہر اہل نظر اس حقیقت کو جانتا ہے کہ برصغیر پاک و ہند پر مسلمان حکمران برسوں حکومت کرتے رہے۔ یہود و نصاریٰ انگریز کی سازشوں سے مسلمان حکومت کا خاتمہ ہوا۔ ۱۷۵۷ء کی جنگ پلاسی میں' میر جعفر کی غداری سے، بنگال میں نواب سراج الدولہ کی شکست اور ۱۷۹۹ء میں میر صادق کی غداری سے میسور میں ٹیپو سلطان کی شکست کے بعد تو گویا مسلمانوں کے جاہ و جلال کو گہن سا لگ گیا تھا اس پر آشوب دور میں جبکہ انگریزوں نے مسلمانوں کیلئے عرصہ حیات تنگ کردیا تھا۔ اس وقت وطن عزیز نے ایسے ایسے مسلمان جیالوں کو جنم دیا جنہوں نے انگریز سامراج کو' آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر للکارا اور اپنی قوم کی کھوئی ہوئی اسلامی سلطنت کی بحالی اور غلامی کی زنجیروں سے نجات دلانے کا بیڑا اُٹھایا۔

ان مسلمان جیالوں میں ایک مجاہد جنگ آزادی حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی بھی تھے۔ یہی وہ مجاہد جلیل ہیں جنہوں نے سرزمین ہند میں آزادی ہند کی داغ بیل ڈالی۔ برصغیر کے مسلمان اپنے اس عظیم مسلمان رہنما کو جس قدر بھی خراجِ تحسین پیش کریں کم ہے۔ انہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں اپنا سب کچھ دین و ملت پر قربان کردیا۔

آپ انگریز حکومت کے خلاف ہراوّل دستے کے مجاہد اوّل تھے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے تحریکِ آزادی ۱۸۵۷ء کو اپنا خون دے کر جو جلا بخشی تھی، انگریز سامراج باوجود تمام تر کوششوں کے علامہ فضل حق خیر آبادی کے عطا کردہ جذبہ حریت کو سرد نہ کرسکے۔ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی نے دہلی کی جامع مسجد میں علمائے ہند کے سامنے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کا تاریخ ساز فتویٰ صادر فرمایا، جس سے انگریزوں کے حکمرانوں کے ایوان ہل گئے۔ اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی ملک میں انقلابی صورتحال پیدا ہوگئی اور برصغیر کے مسلمانوں میں انگریزوں کے خلاف شدید نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ بڑے بڑے علمائے دین اور مقتدر مشائخ دین نے بھی عام مسلمانوں کیساتھ مل کر اس جدوجہد آزادی میں جانیں' راہِ خدا میں قربان کیں روہیل کھنڈ بریلی جو کہ مسلمان مجاہدین کا اہم مرکز تھا جہاں سے علامہ الشاہ رضا علی خان اور ان کے صاحبزادے علامہ الشاہ نقی رضا خان اور مفتی عنایت احمد کاکوروی نے انگریزوں کے خلاف کئی معرکوں میں مجاہدین جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے ساتھ بھرپور حصہ لیا۔

اسکے علاوہ خواجہ قطب الدین چشتی دہلی میں، منشی رسول بخش صاحب کاکوروی اودھ میں، حضرت بابا نگاہی شاہ چنیوٹی جھنگ میں، خواجہ غلام حسین اور سید عبدالغنی شاہ قادری ملتان میں شہید ہوئے۔ جنرل بخت خان کی قیادت میں جمع ہونے والی نوے ہزار فوج کے سالار اور جنرل بخت خان کے ساتھی مخدوم شاہ محمد قادری بدایوں میں لارڈ ھیسٹنگ کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو ہمایوں کے مقبرے سے گرفتار کر کے لال قلعے میں قید کر دیا گیا اور ان کے تین شہزادوں کو قلعے میں داخل ہوتے ہی گولی مار کر شہید کر دیا گیا اور ان کے سروں کو خوان پوش سے ڈھک کر بوڑھے بادشاہ کے سامنے بطورِ تحفہ بھیجا۔ اس کے بعد بادشاہ کو رنگون بھیج دیا گیا اور دیگر کئی مسلمانوں کو خنزیر کی کھال میں سلوا کر کھولتے ہوئے تیل میں ڈلوایا گیا۔

جامع مسجد دہلی کے حجروں میں گھوڑوں کو باندھنا انگریزوں کا معمول بن گیا۔ ظالم و جابر انگریز حکمرانوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی اور دیگر مجاہدین کو حکومت کا باغی قرار دیکر گرفتاری کے وارنٹ جاری کیے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سیتاپور سے گرفتار کر کے لکھنو لایا گیا۔ پھر آپ پر مقدمہ چلا اور انگریز سامراج کے خلاف فتویٰ دینے پر انگریز جج نے دریائے شور (کالا پانی) کی سزا سنائی۔ آخر کار اس مردِ جلیل، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہدِ اول نے حالت اسیری میں ۲۰ اگست ۱۸۶۱ء کو جامِ شہادت نوش کیا۔

پیارے مسلمانو! یہ حقیقت کسی اہلِ نظر سے ڈھکی چھپی نہیں کہ انہی فرزندانِ اسلام کی وجہ سے فرنگیوں کو زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ کو یہ جان کر افسوس ہوگا کہ متعصب مورخین اور جانبدار تذکرہ نگاروں نے برطانوی سامراج کی بنیادیں ہلا دینے والے ان مسلمان مجاہدوں کا ذکر نہایت بے اعتنائی، جانب داری اور بے ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے بحرِ ظلمات کی تاریکیوں میں دھکیل دیا اور ان کے کارناموں کو سنہری حرفوں سے لکھنے کے بجائے ان کا تذکرہ کرنے سے گریز کیا اور ایسے لوگوں کو جنگِ آزادی کا ہیرو بنایا جن کے سیاہ کارناموں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ مگر پھر بھی چند غیر جانبدار اور حق گو تذکرہ نگاروں نے اس تلخ حقیقت سے پردہ اُٹھایا اور بتایا کہ انگریزوں نے ان تمام تر کاروائیوں میں مسلمانوں کے دلوں سے جذبۂ جہاد ختم کرنے کیلئے چند زرخرید مولویوں کو اپنا ہمنوا بنایا تھا اور ان کیلئے اپنی دولت کے منہ کھول دیئے تھے۔

یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ جب انگریزوں نے ہندوستان میں اپنی سلطنت کا سنگِ بنیاد رکھا تو انہیں سب سے بڑا خطرہ مسلمانوں سے تھا۔ انہیں ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ جب تک قوم مسلم کا ایمان واسلام باقی اور انکی اجتماعی قوت برقرار ہے اس وقت تک ہندوستان میں انگریز حکومت کے قدم نہیں جم سکتے۔ لہٰذا انہوں نے مسلمانانِ ہند کو ان کے ایمان و عقائد سے دور کرنے اور ان کی اجتماعی قوت کو پاش پاش کر دینے کو انتہائی ضروری سمجھا۔ پھر اس اسلام دشمن اسکیم کے تحت انگریزوں نے بعض 'کرائے کے مولویوں' کو اس کام پر مامور کیا تا کہ وہ مسلمانوں کو قرآنی آیتیں اور حدیثیں سنا کر ان کے پختہ دینی عقائد کو متزلزل اور اسلامی خیالات کو تبدیل کریں۔ یہ صرف قیاس آرائی نہیں بلکہ وہ تلخ حقیقت ہے جس کا ثبوت حسبِ ذیل عبارت سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

محترم مسلمانو! مولانا سید اشرف علی صاحب گلشن آبادی کا تعلق ہندوستان کے شہر ناسک، مہاراشٹر سے ہے۔ انہوں نے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے یعنی ۱۸۶۸ء میں ایک کتاب تحریر فرمائی تھی جس میں مولانا موصوف نے زر خرید مولویوں کے مکر و فریب کو بے نقاب کیا ہے۔ اس کتاب میں موصوف نے انگریزوں کی ایک نہایت سنگین خطرناک سازش کا انکشاف فرمایا ہے وہ اپنی اس کتاب میں ایک مولوی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

ایک معتبر عالم دین ساکن اکبر آبادی فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی سے کچھ علم عربی تحصیل کر کے کلکتہ میں گیا اور وہاں بھی کچھ حدیث و تفسیر کا فائدہ علماء دین سے حاصل کیا۔ تب ایک انگریز پادری صاحب نے جو بہت عربی، فارسی میں قابل ہیں اور بہت سے لکھنوی مولوی ان کے نوکر ہیں۔ مجھے بلایا اور پچاس روپیہ میرا ماہوار کر کے ایک مہینے پیشگی دیا اور کہا، جس شہر میں تمہاری طبیعت چاہے رہو اور ہندی ترجمہ حدیث و تفسیر کا لوگوں کو پڑھایا کرو اور ایسا مشہور کرو کہ محدثوں کا مذہب حق ہے اور میں اس کا تابعدار ہوں۔ مگر ہرگز علم صرف و نحو اور فقہ عقائد و کلام وغیرہ مت پڑھانا اور یہ پچاس روپیہ تم کو ہمیشہ ماہوار ملا کرے گا اور تمہاری نیک خدمتی اور محنت کے موافق زیادہ ماہوار ہو جائے گا اور چند قاعدے کل فلانے مولوی کے ہاتھ ہم تم کو بھیج دیں گے۔ تب دوسرے دن فلانے مولوی میرے گھر آئے اور مجھ سے کہنے لگے، تم بھی ہمارے انگریز پادی کے نوکر ہو گئے؟ الحمد للہ بہت اچھا ہوا قریباً چالیس اچھے نامور مولوی اطراف ہندوستان اور عربستان وغیرہ میں ان کے مخفی (چھپے ہوئے) نوکر ہیں اور کئی عربستان میں جا پہنچے ہیں اور دس پندرہ روپیہ ماہوار سے پچاس روپیہ تک ہر ایک کی تنخواہ مقرر ہے۔ جہاں رہیں ماہ بہ ماہ ان کو ملتی ہے اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہمیشہ نئی باتیں اور ضعیف حدیثیں اور روایتیں لوگوں میں ظاہر کرنا اور اپنے شاگردوں کو سکھانا تاکہ چاروں مذہبوں مذہب حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی سے منہ موڑیں اور مسلمانوں کا اجماع و اتفاق دینی بالکل ٹوٹ جاوے اور انبیاء و اولیاء سے بداعتقاد ہو جاویں اور ان کی نیاز و فاتحہ چھوڑ دیویں۔ میں نے کہا، استغفر اللہ یہ شیطانی کام مجھ سے نہ ہوگا۔

انگریز کے نوکر مولوی نے کہا، بیس برس سے پادری صاحب یہاں آئے ہیں، میں تب سے ان کا نوکر ہوں۔ ہزاروں روپے دیکر انہوں نے ترجمہ کی کتابیں چھپوائیں اور ان کے طفیل سے بہت بے علم مولوی قابل بن گئے ہیں۔ اب دل سے مسلمان محمدی (یعنی وہابی اہلحدیث) ہیں اور بدعتی لوگوں (یعنی سنی مسلمانوں) کے بڑے دشمن ہیں۔ تفسیر حدیث کا علم میں نے ان کو پڑھایا ہے۔ تم بے فکر ہو کر یہ پچاس روپیہ کا ماہوار قبول کر لو اور تم اپنے وطن میں خواہ اور کسی شہر میں جا رہو۔ ساری عمر فراغت سے گزارو مگر کتنے آدمی تمہاری طرف پھرے اور تمہارے مرید و شاگرد بنے اسکی رپورٹ ہر برس لکھ کر بھیجا کرو۔ اچھے اچھے نامی گرامی مولوی پادری صاحب کا ماہوار کھاتے ہیں اور اکثر ہندوستان اور عربستان کے نامی شہروں میں موجود ہیں اور یہ ان کے ناموں کی فہرست ہے۔

میں نے فہرست کو دیکھا تو اچھے اچھے نامور خاندانی مولوی خود کو سید احمد صاحب کا جھوٹا خلیفہ مشہور کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اپنا مرید شاگرد بناتے ہیں۔ بیشتر رافضی اور خارجی لوگ ماہوار کی طمع سے نائب دجال کا پیشہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس وقت ہدایت دی اور کہا، اگر پادری صاحب ہزار روپیہ بھی ماہوار دیں گے تو یہ کفر اور ایسی نوکری مجھ سے نہ ہو سکے گی۔ اگرچہ اس وقت میرا دل بہت نرم ہو گیا تھا کہ بے محنت پچاس روپیہ ماہوار ملتے ہیں، قبول کر لوں مگر اللہ نے مجھے بچا لیا۔ (ملاحظہ کیجیے تاریخی حوالہ کتاب 'تحفہ محمدیہ' مطبوعہ لیتھو برقی پریس، نئی سڑک، کانپور، ص ۳۱،۳۲)

سورج سے بھی زیادہ چمکتے ہوئے اس انکشاف کو بار بار پڑھئے جس سے واضح ہو گیا کہ دشمنانِ اسلام انگریزوں نے کثیر تعداد میں دین فروش مولویوں اور پیری مریدی کا دھندا کرنے والے جعلی پیروں کو باضابطہ ماہوار تنخواہ پر نوکر مقرر کیا تھا تاکہ یہ عیار و مکار مولوی اور جعلی پیر مسلمانوں کو پرانے اسلامی عقائد سے دور کر کے ان میں نت نئے من گھڑت نظریات اور خود ساختہ باطل تصورات اور غیر اسلامی عقائد پھیلائیں اور انبیائے کرام اور اولیائے کرام سے مسلمانوں کی عقیدت و محبت کا رشتہ کاٹ کر رکھ دیں۔ ان چور اور مفاد پرست مولویوں اور جعلی پیروں سے انگریزوں کا مقصد صرف یہی تھا کہ جب ان ملازم مولویوں اور جعلی پیروں کی تبلیغ سے بے شمار مسلمانوں کے صحیح عقائد خراب ہو جائیں گے تو پرانے اور نئے عقائد والے مسلمان آپس میں لڑیں گے، جھگڑیں گے اور مختلف گروہوں میں بٹ کر تتر بتر ہو جائیں گے اس طرح ان کی اجتماعی قوت ختم ہو کر رہ جائے گی اور حکومت برطانیہ کے خلاف یہ جہاد کی جرأت نہیں کر سکیں گے چنانچہ ان عیار و مکار ضمیر فروش مولویوں نے پہلے تو اپنے نمائشی اعمال کا ڈھونگ رچایا۔ اسلام کے خادم بنے، علم سے ناآشنا مسلمانوں میں قاری صاحب، حافظ صاحب، صدر مدرس، مفتی اعظم، شیخ الحدیث اور شیخ القرآن کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک کر کے خوب روئے اور مسلمانوں کو بھی رُلایا، بزرگانِ دین کے خوب چرچے کیے۔ اپنا عالمانہ، عاشقانہ، صوفیانہ سکہ مسلمانوں کے دلوں میں بٹھایا۔ جب علم سے ناآشنا مسلمانوں کو اپنی مٹھی میں لے لیا تو انگریزی سازش کے مطابق قرآنی آیات مبارکہ پڑھ کر اور حدیثیں سنا کر باطل اور گمراہ کن عقیدے پھیلانے لگے اور اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ سے روحانی فیض حاصل کرنے والوں کو بدعتی، جہنمی کہنے لگے۔ 'یا رسول اللہ' کہنے والوں کو کافر و مشرک بتانے لگے۔ 'میلاد و قیام' کرنے والوں کو جہنمی کہا جانے لگا جس کا منفی نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کے مسلمان کئی فرقوں میں بٹ گئے ان کا شیرازہ بکھر گیا اجتماعی قوت پاش پاش ہو گئی سیدھے سادھے مسلمان یہ سمجھتے رہے کہ 'راستہ وہی سیدھا' اور 'عقیدہ' وہی درست ہے جسے یہ 'مولوی' بتا اور سکھا رہے ہیں۔

کاش مسلمان کسی طرح آگاہ ہوگئے ہوتے کہ یہ خطرناک جال عیسائی انگریزوں کا بچھایا ہوا ہے اور ان کے یہ مقرر کردہ 'مولوی' دین کے بھیڑیئے ہیں جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آئے ہیں تو یقین جانیئے کہ روزِ اوّل ہی سے انگریزوں کی یہ تباہ کن اسکیم تہس نہس ہوگئی ہوتی اور آج مسلمان فرقہ پرستی کی بھینٹ نہ چڑھتے۔لیکن بدقسمتی سے اسلام کے خلاف یہ سازش اتنی گہری اور خطرناک تھی کہ اس کی حقیقت سے بے شمار مسلمان اپنے ایمان کا ہیرا گنوا بیٹھے اور انگریزی خواہشات پر عمل درآمد کرتے ہوئے ان مولویوں نے نت نئے عقیدے اور رنگ برنگے خیالات پھیلا کر مسلمانوں کی اجتماعی طاقت کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا اور تیرا سو برس پرانے دین اسلام کی صورت بگاڑنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔اپنے آقا انگریز کی خوفناک سازش کو قوت پہنچانے اور انگریز حکومت کو مستحکم اور مضبوط بنانے کیلئے اختلاف و انتشار اور فتنہ و فساد کا ہولناک آتش کدہ تیار کیا اور اس میں مسلمانوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ جھونک دیا اور ملتِ اسلامیہ کا شیرازہ بکھیر کر مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔

مسلمانو! مذکورہ بالا انکشاف سے واضح ہو چکا ہے کہ ان ایمان فروش مولویوں نے مسلمانوں کے عقائد و نظریات بگاڑنے میں اہم کردار ادا کیا اور کئی مسلمانوں کا مذہبی رنگ اور اسلامی مزاج ختم کیا اور کئی لوگوں پر دہریت و الحاد کا رنگ چڑھایا۔ مولانا سید اشرف علی صاحب گلشن آبادی کے مذکورہ بالا انکشاف میں یہ کہنا کہ 'میں نے فہرست کو دیکھا تو اچھے اچھے نامور مولوی خود کو سید احمد صاحب کا جھوٹا خلیفہ مشہور کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں' نہایت قابلِ غور جملہ ہے اس جملے میں مولوی سید احمد صاحب کا خاص ذکر ہے۔اس تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ سید احمد صاحب انگریزوں کے کوئی خاص ایجنٹ تھے جن کا نام لے کر انگریز نواز مولویوں کو ملازمت ملا کرتی تھی۔

پیارے مسلمانو! یہ سید احمد کون تھا اور اس کا تعلق کس فرقہ سے تھا۔آیئے اہلحدیث وہابی تذکرہ نگار خواجہ جمیل احمد سے سنتے ہیں وہ اپنی مشہور کتاب میں لکھتے ہیں، ہندوستان میں موحدین (وہابی) تحریک کے سب سے بڑے مبلغ حضرت سید احمد تھے، جنہوں نے ۱۸۲۲ء میں دورہ حجاز کے دوران اس کا عمیق مطالعہ کیا اور واپس آکر انہوں نے اپنی تبلیغ کا مرکز پٹنہ میں قائم کیا جہاں لاکھوں معتقدین ان کے گرد جمع ہوئے۔ (ایک سو ایک برگزیدہ مسلمان، ج ۲ ص ۲۳۵۔مصنف خواجہ جمیل احمد)

محترم مسلمانو! مشہور وہابی مورخ خواجہ جمیل احمد صاحب کے مذکورہ بالا انکشاف سے واضح ہوا کہ سید صاحب کا تعلق وہابی عقیدہ سے تھا اور سرزمین ہند میں وہابی عقیدے کا بیج سید احمد صاحب ہی نے بویا تھا۔۱۸۲۲ء میں دورہ حجاز کے دوران جو عمیق مطالعہ سید احمد صاحب نے کیا آخر وہ کیا تھا؟ اس حقیقت کو جاننے کیلئے ہمیں عرب کی تاریخ کو جاننا ہوگا جس سے دورِ حاضرہ کے کروڑوں مسلمان بے خبر ہیں۔تاریخ کے اس رُخ کو دیکھے بغیر سید احمد بریلوی کی حقیقت کو جاننا مشکل ہوگا۔

سر زمین عرب میں خطرناک سازش کا آغاز

محترم مسلمانو! سن ۱۷۰۳ء میں سرزمین عرب میں نجد کے بنجر خطہ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا جس نے ایک نئے اور من گھڑت مذہب کی بنیاد رکھی۔ ان کے والد عبدالوہاب بن سلیمان اور ان کے دادا سلیمان بن علی شرف نہایت صالح صحیح العقیدہ بزرگ اور مشہور عالم دین اور فقیہ تھے اور حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلد تھے۔ شیخ نجدی کا پوار گھرانہ صوبہ نجد میں عالم باعمل تھا اور پیرومرشد ہونے کی وجہ سے پیشوا اور مقتدا شمار کیا جاتا تھا۔ مگر شیخ محمد ابن عبدالوہاب نجدی وہ شخص تھا کہ جس نے ملتِ اسلامیہ میں اختلافات اور انتشار کا ایک نیا اور نہ بند ہونے والا دروازہ کھولا۔ جو عقائد اور نظریات اس کے باپ دادا اور اہل اسلام میں صدیوں سے رائج تھے شیخ نجدی نے اسے کفر اور شرک قرار دیا اور اس طرح اس نے ایک نئے مذہب کو جنم دیا۔ بہت سے تاریخ دانوں اور علماء حق نے اپنی اپنی کتابوں میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے شیخ نجدی کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا اور صلیبی جنگوں کا بدلہ لینے کیلئے اسے اپنا آلہ کار بنایا۔

اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے دنیائے عرب کے ممتاز عالم حضرت علامہ طنطناوی مصری فرماتے ہیں، محمد بن عبدالوہاب نے جس تحریک کی دعوت دی تھی وہ وہابیت کے نام سے معروف ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب محمد بن عبدالوہاب نجدی، ص ۱۳)

شیخ نجدی نے جس نئے مذہب کی بنیاد ڈالی اس کے بنیادی عقائد کیا تھے؟ اس حقیقت کی وضاحت دیوبندی کے مقتدر عالم اور مدرسہ دیوبند کے صدر المدرس مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی اس طرح کرتے ہیں...... صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی (وہابیوں کا پہلا امام) نجد عرب میں ظاہر ہوا وہ خیالاتِ باطلہ اور عقائدِ فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہلسنّت و جماعت سے قتل وقتال کیا ان کے مال کو مالِ غنیمت سمجھا...... اور بے باکی کے الفاظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو اس کی تکالیف شدیدہ کی وجہ سے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ ہزاروں مسلمان اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی، خونخوار اور فاسق شخص تھا اس کا عقیدہ تھا کہ جملہ عالم اور تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان کو قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔ (ملاحظہ کیجئے الشہاب، ص ۵۰، ۵۱۔ مولوی حسین احمد)

شیخ نجدی کے عقائد باطلہ کے بارے میں مدرسہ دیوبند کے صدر المدرس حسین احمد ٹانڈوی مزید لکھتے ہیں، شانِ نبوت سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وہابی نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیال کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ۔ ان کے بڑوں کا مقولہ ہے کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو تو دفع کرسکتے ہیں اور ذات فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو یہ بھی نہیں کرسکتے۔ (نعوذ باللہ) (ملاحظہ کیجئے الشہاب الثاقب، ص ۵۵، ۵۱۶)

مدرسہ دیوبند کے صدر مدرس مولوی حسین احمد ٹانڈوی کے اس انکشاف سے یہ واضح ہوا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی گستاخِ رسول، اُمتِ مسلمہ کا قاتل، خونخوار اور فاسق تھا۔

شیخ نجدی کے عقائد چونکہ اس کے آباؤ اجداد سے جدا تھے۔ اس لئے وہ اکثر اپنے والد پر اعتراض کرتا۔ اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ طنطاوی مصری فرماتے ہیں، شیخ نجدی اپنے والد کے حلقہ درس میں حاضر ہوتا اور اپنے والد پر اعتراض کرتا یہاں تک کہ تمام لوگ اس کے مخالف ہوگئے۔ باپ نے بیٹے کو شعار اہلسنّت کی مخالفت کرنے سے منع کیا لیکن شیخ نجدی باز نہ آیا اور اپنے والد سے سخت تکرار اور بحث کی۔ (ملاحظہ ہو کتاب محمد بن عبدالوہاب نجدی، ص ۲۰، ۲۱)

مذکورہ بالا حقائق سے معلوم ہوا کہ شیخ نجدی نے نہ صرف شعار اسلام اور طریقہ اہلسنّت کا انکار کیا بلکہ اپنے والد کا بھی احترام نہ کیا۔ علامہ طنطناوی فرماتے ہیں کہ والد کی زندگی میں شیخ نجدی کو کھل کر اپنے عقائد کا پرچار کا موقع نہ مل سکا لیکن والد کی وفات ہوتے ہی شیخ نجدی نے پوری قوت کے ساتھ اپنی دعوت اور تحریک کو آگے بڑھایا۔ (ملاحظہ ہو کتاب محمد بن عبدالوہاب، ص ۲۱)

اس نے انتہائی ہوشیاری اور نہایت چالاکی سے اپنے ہمنواؤں کی ایک جماعت تیار کی جو انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام علیہم الرحمۃ سے انتہائی بغض رکھتی تھی۔ ابتداء میں تو شیخ ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار مسلمانوں پر تلوار اُٹھاتے ہوئے ہچکچاتے تھے مگر شیخ نجدی نے یہ فتویٰ دے کر ان کی جھجک دور کردی کہ 'آسمان کے نیچے جو لوگ ہیں وہ سب کے سب مشرک ہیں اور جو مشرک کو قتل کرے وہ جنتی ہے'۔ شیخ نجدی کے اس اعلان نے اس کے پیروکاروں میں ایک ہل چل مچادی۔ پھر کیا تھا ہر طرف قتل و غارتگری کا بازار گرم ہوگیا چنانچہ مسلمانانِ عرب پر ظلم کے پہاڑ ٹوٹنے پر دنیا بھر کے مسلمان مشتعل ہوگئے۔ شیخ نجدی کے شیطانی لشکر کے خلاف علمائے حق نے متعدد محاذ قائم کئے۔ یہاں تک کہ اس کے حقیقی بھائی علامہ سلیمان بن عبدالوہاب اور چچا زاد بھائی علامہ عبداللہ بن حسین نے بھی اس کی مخالفت کی۔ (ملاحظہ کیجئے شامی، ج ۳، باب البغاۃ، ص ۳۳۹، تفسیر صاوی شریف، ج ۲، ص ۵۵۲)

اس سخت مخالفت کی وجہ سے شیخ ابن عبدالوہاب نجدی صحرائے نجد کو چھوڑ کر بستی درعیہ کوچ کر گیا اور اس کے ملحدانہ عقیدے کی منزل مراد یہی بستی درعیہ ثابت ہوئی۔ شیخ نجدی چونکہ انتہائی ہوشیار اور مکار آدمی تھا اور اس کے باپ دادا صوبہ نجد میں باعمل عالم وفقیہ اور پیر کامل ہونے کی وجہ سے پیشوا اور مقتدا شمار کئے جاتے تھے اور ان کی بزرگی کا شہرہ قرب وجوار میں عام تھا۔ چنانچہ بستی درعیہ میں شیخ نجدی نے اپنے خاندانی اثرات اور پیری مریدی سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ جب اس نے اپنے ہمنواؤں کی ایک کثیر جماعت تیار کرلی تو جمعہ کے دن ایک جلسہ عام کیا جس میں یہ اعلان کیا کہ اب حکومت وقت مردہ ہوچکی ہے۔ شرعی احکام جاری کرنے کیلئے اب ضروری ہوگیا ہے کہ موجودہ حکومت کو ختم کرکے نئی حکومت قائم کی جائے اور اس کیلئے ایک نئے بادشاہ کا انتخاب کیا جائے۔

ہمنواؤں نے ایک آواز ہوکر کہا آپ سے بہتر کون بادشاہ ہوسکتا ہے۔ پھر محمد بن عبدالوہاب نجدی نے شہنشاہیت کا اعلان کردیا اور سب سے بیعت کرا کے امیر المومنین بن گیا اور قصبہ درعیہ کو دارالخلافہ قرار دے کر اپنے ہمنواؤں کو قرب و جوار کے شہروں میں جبری حاکم بنا دیا۔ اس نے اپنی خفیہ اسکیم کو کامیاب بنانے کیلئے انتہائی ہوشیاری اور مکاری سے درعیہ کے سردار محمد بن سعود کو وسیع اقتدار کا سبز باغ دکھا کر اپنا معتقد بنالیا اور ایک من گھڑت گستاخانہ کتاب 'کتاب التوحید' شائع کی جس میں یہ اعلان کیا کہ محمد کی قبر، ان کے دوسرے متبرک مقامات یا کسی نبی یا ولی کی قبر یا ستون کی طرف سفر کرنا بڑا شرک ہے۔ (نعوذ باللہ) (ملاحظہ کیجئے کتاب التوحید، صفحہ ۱۲۴)

مسلمانو! شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی مذکورہ بالا تحریر کو ذرا توجہ کے ساتھ پڑھیے اس میں واضح طور پر روضہ رسول کی زیارت کرنے والوں کو مشرک کہا ہے۔ خیال رہے شرک کرنے والوں کو مشرک کہا جاتا ہے اور اسلام میں شرک کو گناہِ عظیم کہا گیا ہے یعنی چوری کرنا، شراب پینا، بدکاری کرنا، کسی بے گناہ کو قتل کرنا اتنا بڑا گناہ نہیں جتنا بڑا گناہ شرک ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا عبارت کا یہ مطلب ہوا کہ روضہ رسول پر حاضری دینا، چوری کرنے سے، زِنا کرنے سے، قتل کرنے سے زیادہ گناہ ہے (نعوذ باللہ) یعنی بدکاری کرنے یا قتل کرنے سے اتنا گناہ نہیں ہوگا جتنا گناہ روضہ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف سفر کرنے سے ہوگا۔ (نعوذ باللہ)

وہ اپنی اس گستاخانہ کتاب میں مزید لکھتا ہے، پہلے بت لات، سواع اور عزیٰ تھے لیکن بعد کے بت محمد، علی اور عبدالقادر ہیں۔ (نعوذ باللہ) (ملاحظہ کیجئے کتاب التوحید)

اس عبارت میں لات اور عزیٰ بتوں کا ذکر ہے جنہیں مشرکین مکہ پوجا کرتے تھے جن کی مذمت قرآن مجید میں کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ان بتوں اور ان کے پجاریوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم ط (پ ۱۷۔ سورۃ الانبیاء: ۹۸)

ترجمہ: بے شک تم اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہیں۔

اس آیتِ مقدسہ میں بتوں کو جہنم کا ایندھن قرار دیا ہے تو گویا لات، عزیٰ اور سواع سب کے سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا کہنا ہے کہ پہلے بت لات، سواع اور عزیٰ تھے اور بعد کے بت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں۔ (نعوذ باللہ)

لات و عزیٰ تو جہنم کا ایندھن ہیں ذرا سوچیے اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی بت ہیں (نعوذ باللہ) تو اس مقدس ہستی کے بارے میں کیا کہا جائے جواب اپنے ضمیر سے لیں۔

مفتی مکہ احمد بن ذینی دحلان مکی فرماتے ہیں کہ تحریکِ وہابیت کا ہیرو نجد میں پیدا ہوا۔ اس نے عرب قبائل کے سامنے اپنے عقائد پیش کیے۔ اس کی بہت سخت مخالفت کی گئی کیونکہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرنے والوں کو کافر کہتا ہے۔ مدینہ شریف کی زیارت کرنے والوں کو مشرک کہتا ہے۔ دُرود شریف کو منع کرتا۔ ایک مؤذن نے اس کا حکم نہ مانا اس نے درود شریف پڑھا تو اس کو قتل کرنے کا حکم دیدیا اور کہا کہ زانیہ کے گھر میں رباب و چنگ (آلاتِ موسیقی) کا گناہ درود شریف پڑھنے سے کم ہے۔

مفتی مکہ مزید فرماتے ہیں، دلائل الخیرات جو درود شریف کی کتابیں تھیں سب کو نذرِ آتش کر دیا، اپنے ماننے والوں کو قرآن شریف کی تفسیر اور حدیث کے مطالعہ سے منع کرتا اور انہیں اپنی عقل کے مطابق قرآن کی تفسیر کرنے کی اجازت دے دی۔ (ملاحظہ کیجئے الدرالسنیہ ، ص ۴۵ ۔ مفتی احمد بن ذینی دحلان مکی)

مفتی مکہ احمد بن ذینی دحلان مکی اپنی تحریر میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ پاک کو سب سے بڑا صنم اکبر (یعنی بڑا بت) کہا کرتا تھا۔ (ملاحظہ کیجئے الدرالسنیہ ، ص ۵۲)

چنانچہ وہ اپنی اس گستاخانہ سوچ کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار گرا دینے کے لائق ہے اگر میں اس کے گرا دینے پر قادر ہو گیا تو گرا دوں گا۔ (نعوذ باللہ) (ملاحظہ کیجئے اوضح البراہین)

حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں بے ادبی کرتے ہوئے وہ ایک اور جگہ تحریر کرتا ہے کہ میری لاٹھی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے بہتر ہے کیونکہ اس سے سانپ مارنے کا کام لیا جا سکتا ہے اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مر گئے ان سے کوئی نفع باقی نہ رہا۔ (نعوذ باللہ) (ملاحظہ کیجئے اوضح البراہین)

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی ایک اور جگہ لکھتا ہے، جس نے یا رسول اللہ، یا عباس، یا عبدالقادر وغیرہ کہا وہ سب سے بڑا مشرک ہے اس کا قتل حلال ہے اور اس کا مال لوٹنا جائز ہے۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب العقائد، صفحہ ۱۱)

شیخ نجدی اپنی گستاخانہ کتاب میں ایک جگہ اسطرح لکھتا ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان خاص طور پر مکہ اور مدینہ کے مسلمان (نعوذ باللہ) کافر اور مشرک ہیں۔ لہٰذا ان (سنی مسلمانوں) کو قتل کرنا اور ان کے مالوں کو لوٹ لینا واجب ہے۔

ابن سعود نے اعلان کیا کہ شیخ نجدی کا مذہب ہوگا اور ابن سعود کی تلوار ہوگی۔ یہ اعلان سنتے ہی مسلمانوں کا مال لوٹنے کیلئے تمام نجدیوں کے منہ میں پانی بھر آیا اور اپنی خارجی تحریک کا اس طرح آغاز کیا کہ ایک دن کلہاڑے، بیلچے اور کدال اُٹھا کر اپنے نابکار حواریوں کے ساتھ قرب و جوار میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کے مقدس مزار ڈھانے کیلئے نکل کھڑا ہوا۔ انتہائی بے حرمتی کے ساتھ مقدس روحوں کی آخری آرام گاہوں کو اپنے ناپاک قدموں سے روند ڈالا، تاریخی مقبرے ڈھا دیئے، مقدس قبریں مسمار کر دی گئیں۔ نجدی ظالموں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ حکم دیا کہ بعض اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ پر بیت الخلاء بنا دیئے جائیں۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب محمد بن عبدالوہاب نجدی، صفحہ ۷۳)

شیخ نجدی کا مشن انبیائے کرام اور اولیائے کرام کی عظمت کے نورانی مینار گرانا تھا۔ یعنی ان کے مزارات مقدسہ کو گرانا ہی اس کا مقصد جہاد تھا۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب سوانح ابن سعود)

محمد بن عبد الوهاب

نجد میں شیخ نجدی اور ابن سعود نے کس طرح طاقت کے بل بوتے پر اپنے افکار و نظریات مسلمانوں پر مسلط کئے اور مسلمانوں کو اپنے اسلاف کی روایات سے ہٹا کر نام نہاد توحید میں داخل کیا اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے جیسے اندلس میں عیسائیوں نے مسلمانوں کی گردنوں پر تلوار رکھ کر جبراً عیسائی بنایا اور پورا خطۂ اسلام اندلس بزورِ قوت عیسائیت میں ڈھل گیا۔

آج بدنصیبی سے اسپین اندلس میں ایک مسلمان بھی نہیں پایا جاتا اور نہ ہی وہاں اسلامی تبلیغ کی اجازت ہے۔ شیخ نجدی اور ابن سعود نے بھی جزیرہ عرب کے مسلمانوں کی گردنوں پر خنجر رکھ دیا اور بزورِ شمشیر ان کو اصل اسلامی عقائد سے منحرف کیا اور جدید توحیدی عقائد میں ڈھالا حتیٰ کہ ایک وقت وہ آگیا کہ نجد اور اس کے قرب و جوار کی تمام آبادیاں اور حرم مکہ کی اکثریت وہابی عقائد میں ڈھل گئی۔

ان دونوں سرزمین عرب پر ترک مسلمان حکمرانی کرتے تھے۔ حرمین شریفین انہی ترک مسلمانوں کی حکومت میں شامل تھے۔ جب سلطان محمود غازی ترکی کا بادشاہ ہوا تو اس نے اپنی حکمت عملی سے ترکی سلطنت کی مردہ رگوں میں روح پھونک کر طاقتور بنایا اور وہابی درندوں کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کیا۔ چنانچہ ترک فوج نے ۱۸۱۷ء میں وہابی لشکر کو پسپا کر کے ان کی نام نہاد جبری حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

ملک شام کے جلیل القدر فاضل علامہ سیّد محمد ابن عابدین حنفی فرماتے ہیں، ہمارے زمانے میں وہابی نجد سے نکلے اور مکہ شریف اور مدینہ شریف پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ یہ لوگ اپنے آپ کو بظاہر حنبلی کہتے تھے لیکن حقیقت میں انکا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمان صرف وہی ہیں اور جو مسلمان وہابی عقیدے کے نہ ہوں وہ کافر اور مشرک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں اور علماء دین کے قتل کو جائز قرار دیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا زور توڑا۔ ان کے شہروں کو ویران کر دیا اور ان پر مسلمانوں کے لشکر کو ۱۸۱۷ء میں فتح دی۔ (ملاحظہ ہو کتاب شامی، ج ۳، ص ۴۷۸)

خلافتِ عثمانیہ جس کی شان و شوکت اور رُعب و دبدبہ کا جھنڈا ترکی سے لے کر یوگوسلاویہ تک اور سعودی عرب سے لے کر عراق، یمن، دمشق، اردن، لبنان، شام، فلسطین اور موجودہ اسرائیل تک لہراتا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہ عظیم سلطنت آخر کار بحیرہ فاسفورس کے آس پاس سمٹنے پر مجبور ہوگئی۔ آخر اس عظیم مسلمان سلطنت کے حصے بخرے کرنے میں سب سے اہم کردار کس نے ادا کیا؟ وہ کیا اسباب تھے جن کے سبب سلطنت عثمانیہ پارہ پارہ ہو کر رہ گئی۔ اس حقیقت کو جاننے کیلئے ہمیں تاریخ کے ایک رُخ کو اور دیکھنا ہوگا۔

سلطنت عثمانیہ کا زوال

محترم مسلمانو! جب بیسوی صدی کا آغاز ہوا تو دنیا کے حالات اس قدر تشویشناک ہو چکے تھے کہ پہلی جنگِ عظیم چھڑ جانے کے آثار پیدا ہو چکے تھے۔ان دِنوں جرمنی کی اُبھرتی ہوئی طاقت کو یورپی ممالک بالخصوص برطانیہ، فرانس اور روس بڑی تشویش اور حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور یورپی طاقتوں میں توازن برقرار رکھنے کیلئے جرمنی کا اُبھرنا بہت ضروری تھا۔ چنانچہ جرمنی کی طاقت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا حتیٰ کہ یورپی طاقتوں سے جنگ کے حالات پیدا ہو گئے۔ان مغربی ممالک کی مدت سے یہ آرزو بھی تھی کہ عرب سے ترکوں کا اقتدار ختم کر دیا جائے کہ آزادانہ طور پر صحرائے عرب سے تیل کی دریافت کر سکیں۔ان تشویشناک حالات کے پیشِ نظر جرمنی اور یورپی ممالک کی جنگ کی صورت میں سلطنتِ عثمانیہ نے یہ فیصلہ کیا کہ جرمنی کی اُبھرتی ہوئی قوت کا ساتھ دیا جائے تا کہ اس کے تعاون سے سلطنتِ عثمانیہ کو یورپی ممالک کی شورش سے بچایا جا سکے۔

جیسے ہی بیسویں صدی کا آغاز ہوا تو پہلی جنگ عظیم کا آغاز بھی ہو گیا۔اس جنگ عظیم میں سلطنتِ عثمانیہ نے برطانوی، فرانسیسی اور اطالوی طاقتوں کے خلاف جرمن قوم کا ساتھ دیا۔ بدنصیبی سے ۱۹۱۸ء میں ترک اور جرمن فوج کو یورپی طاقتوں سے زبردست شکست ہوئی اور ان مغربی طاقتوں نے فتح حاصل کرنے کے بعد جہاں جرمنی کے ٹکڑے کر کے اس کی اجتماعی قوت کو خاک میں ملایا وہاں ترکوں کی عزت و ناموس بھی خون کے ساتھ ساتھ خاک میں مل گئی۔ترک حکومت کی کشادہ حدود مغربی ٹولے کے قبضے میں آ گئیں۔

ترکی حکومت کے حصے بخرے ہونے کے بعد فاتح ٹولے نے عثمانیہ سلطنت کے بقیہ خطوں پر اپنی حکمرانی کرنے اور اپنی خواہشات کو آگے بڑھانے کیلئے دو طریقے رائج کئے۔ پہلا طریقہ تو یہ تھا کہ جن حصوں پر قبضہ ہو چکا ہے ان حصوں پر براہِ راست حکومت کی جائے اور جہاں براہِ راست حکومت کرنا ممکن نہ ہو وہاں ایک خاص منصوبہ کے تحت ایسے قبیلوں یا ایسی سیاسی جماعتوں کو سہارا دیا جائے جن کے ذریعے نہ صرف یورپی اثر قائم کیا جا سکے بلکہ ملتِ اسلامیہ میں مزید انتشار برپا کر کے ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا جائے۔ چنانچہ اس ناپاک منصوبہ کی تکمیل کیلئے انہوں نے ایسے عرب قبیلوں کی چھان بین شروع کی جو ان کے آلہ کار بن کر ترکوں کے خلاف تحریک چلا سکیں۔

اس مذموم مقصد کیلئے برطانوی جاسوس ٹی ای لارنس آف عربیا نے اہم کردار ادا کیا اور اس قبیلہ سے تعلق قائم کرلیا جو صوبہ نجد میں رہتا تھا۔ یہ وہی باغی قبیلہ تھا جن کا ذکر ابتداء میں آیا ہے جو شیخ نجدی کے پیروکار تھے۔ جنہیں ترک سلطان محمود غازی نے ۱۸۱۷ء میں شکست دے کر پسپا کردیا تھا۔ جو مزاراتِ صحابہ کرام اور روضہ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ڈھا دینا اپنا مشن سمجھتا تھا۔ جو دنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھتا تھا۔ جو مسلمانوں کے قتل کو واجب اور ان کے مال کو لوٹنا مالِ غنیمت سمجھتا تھا۔ جو ترک کو اپنا سب سے بڑا مخالف سمجھتا تھا۔ چنانچہ ترکوں کی شکست کے بعد یہ نجدی ٹولہ انگریزوں سے جا ملا اور معاہدہ طے پایا جس کے تحت یہ طے پایا کہ یہ نجدی ٹولہ بغاوتوں، حملوں، جنگوں، چھاپوں اور دہشت گردی کے ذریعے ترک حکومت کو اتنا تنگ کردے کہ وہ صحرائے عرب میں انگریز حملہ آوروں کی طرف بالکل توجہ نہ دے سکے۔ اس کے بدلے انگریزوں نے نجدیوں سے یہ بھی عہد کیا کہ اگر وہ جنگ جیت گئے تو پہلے نجد اور پھر جزیرہ نما عرب پر نجدی قبیلے کو حکومت عطا کردے گا۔ اس مذموم مقصد کی تکمیل کیلئے لارنس آف عربیا نے انتہائی اہم کردار ادا کیا اور نجدی قبیلے کا بھرپور ساتھ دیا۔ سلطنتِ عثمانیہ کو آزاد کرانے میں ٹی ای لارنس آف عربیا نے جو کردار ادا کیا تھا وہ ناقابلِ فراموش تھا۔

یہودی جاسوس ٹی ای لارنس کا کردار

اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ مسلم سلطنت عثمانیہ کا اصل قاتل ٹی ای لارنس آف عریبیا ہی تھا جو حقیقت میں ایک برطانوی گوریلا تھا برطانوی اور فرانسیسی جاسوسی اداروں نے اسے غازی سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فتوحات اور صلیبی جنگوں میں اپنا بدلہ چکانے کیلئے اور تیل کے ذخیروں پر قبضہ جمانے کیلئے ایک تاجر کے بھیس میں صحرائے عرب بھیجا۔ مصر میں ان دنوں انگریز فوج کی کمان ایلن بی کے پاس تھی۔ اس نے لارنس سے کہا عرب میں ترکوں کے خلاف بغاوت کی جو آگ تم نے بھڑکائی ہے اسے سرد نہیں ہونا چاہئے۔ جنرل ایلن بی نے لارنس کو یہ بھی یقین دلایا کہ اس کی مدد کیلئے اسلحہ، خوراک اور سونا بھیجا جا رہا ہے۔ پھر لارنس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا، یہ معرکہ تمہیں انگریز تاریخ میں حیات جاوداں عطا کردے گا۔

لارنس جو کہ آئرلینڈ کے ایک نواب کا ناجائز بیٹا تھا لیکن وہ صحرائی خیمے میں ایک عرب شیخ نظر آتا۔ اسے عربی اور فارسی پر غیر معمولی عبور تھا۔ وہ عربی لباس پہنتا اور عربی زبان بولتا تھا۔ چنانچہ لارنس کی آنکھوں میں فتح مندی کی ایک خبیث چمک پیدا ہوئی اور اسی شیطانی جذبے کے تحت اس نے اپنا ناپاک قدم صحرائے عرب میں رکھا۔

اس نے قوم پرستی، نسلی **عصبیت** اور لسانی طاقت کے بل پر بہت جلد ابن عبدالوہاب نجدی کے نامور طاقت اور سرکش پیروکار قبائل کے سرداروں سے راہ رسم پیدا کرلی۔ لارنس آف عریبیا نے نہایت عیاری اور چالاکی سے صحرائے عرب کی بساط پر ان نجدی سرداروں کی قبائلی **عصبیت** کو عثمانی خلافت کے خلاف اپنی پسند کے مہروں کے طور پر استعمال کیا۔

لارنس جو عرب نفسیات کا ماہر ہونے کے علاوہ عربوں کی طرح بولتا تھا۔ وہ بدوؤں کے چھوٹے چھوٹے اجتماعات میں سب سے پہلے حدیث پڑھتا تھا۔

الاءمتہ من القریش

یعنی امام قریش میں سے ہوگا۔

اس کے بعد سوال کرتا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وضاحت سے تخصیص فرمادی ہے تو آپ نے ظالم اور نیم وحشی ترکوں کی امامت اور خلافت کیسے تسلیم کرلی۔ (ملاحظہ ہو عالم اسلام کے خلاف سازشیں، صفحہ ۴۰)

یہودی ایجنٹ لارنس آف عربیہ

لارنس نے انہیں ترکی سلطنت سے نجات دلانے کا پورا یقین دلایا اور انہیں ہر طرح سے مادی اور مالی امداد دینے کا وعدہ کیا۔ آخر کئی ماہ کی جنگی تربیت کے بعد مختلف قبیلوں سے ایک خونخوار فوج تیار کر لی گئی اور ترک حکومت کے خلاف پہلا معرکہ سر کرنے کیلئے تیاری مکمل ہوگئی۔

لارنس اپنے اس نجدی لشکر کو لئے عقبہ کی بندرگاہ پر جا پہنچا جہاں کبھی خلیفہ مسلمین شاہ سلیمان کے جہاز آکر لنگر انداز ہوا کرتے تھے۔ اس وقت پانچ سو ترک مسلمان بندرگاہ کی حفاظت کیلئے مامور تھے۔ لارنس کے مسلح نجدی سپاہی بپھرے ہوئے تھے اور فتح مندی کے جذبے سے سرشار تھے وہ آپس میں متحد و متفق تھے۔ ترک مسلمان ان کی تاب نہ لا سکے اور موت سے ہمکنار ہوئے۔ عرب کی نجدی خیال فوج ترک مسلمانوں کی فرانسیسی اور برطانوی جدید اسلحہ سے روندتی ہوئی عقبہ میں داخل ہوگئی اور آہستہ آہستہ عرب کے بہت سے علاقوں پر قابض ہوگئی۔ ترک مسلمانوں کو مجبوراً وطن چھوڑنا پڑا۔ ابن عبدالوہاب نجدی نے جس غیر اسلامی عقیدہ کی بنیاد رکھی تھی اسے عملی طور پر نافذ کرنے کیلئے نجدیوں نے حکومتِ برطانیہ سے گٹھ جوڑ کیا اور سلطنتِ عثمانیہ کا خاتمہ کر کے وہابی حکومت کی داغ بیل ڈالی اور اس طرح انگریزوں سے مل کر عالمِ اسلام کو نا قابلِ تلافی نقصان پہنچانے والے اس وحشی قبیلے نے جس کو سعودی نامی قبیلہ کہا جاتا ہے ۱۹۲۶ء میں نجد و حجاز کی بادشاہت کا اعلان کر دیا اور موجودہ سعودی غاصب حکومت کا دور کا آغاز ہوا جو ابھی تک جاری ہے اور سعودی عرب کے نام سے مشہور ہے۔ نجد وہ بدنصیب خطہ ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے یہ خبر دی تھی کہ یہ فتنہ کی جگہ ہے یہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔ (ملاحظہ ہو مسلم شریف، ج ۲ ص ۳۹۴)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شام اور یمن کیلئے دعا فرمائی اللہ ہمارے لئے شام اور یمن میں برکت نازل فرما۔ دعا کے وقت صوبہ نجد کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، خداوند ہمارے لئے ہمارے شام اور یمن میں برکت نازل فرما۔ پھر دوبارہ نجد کے لوگوں نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ راوی کا بیان ہے کہ تیسری مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ زلزلوں اور فتنوں کی جگہ ہے اور وہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔ (ملاحظہ ہو بخاری شریف، ج ۲ ص ۱۰۵۱)

مذکورہ بالا حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نجد خیر و برکت کی جگہ نہیں بلکہ فتنہ و فساد اور شر کی جگہ ہے۔ صوبہ نجد کیلئے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر و برکت کی دعا نہ فرما کر اپنی نفرت کا اظہار فرمایا جس سے ہمیشہ کیلئے اس خطہ پر شقاوت اور بدبختی کی مہر لگ گئی اب وہاں خیر کی توقع رکھنا تقدیرِ الٰہی سے جنگ کرنا ہے۔ اس حدیثِ مبارکہ کے مطابق نجد سے کسی ایسے شخص کا ظہور ہونا ضروری ہے جو شیطان کی رائے کا پابند ہو۔ مذکورہ بالا حدیثِ مبارکہ سے اس حقیقت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ نگاہِ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نجد کا فتنہ اُمت کیلئے کس قدر ہولناک اور ایمان شکن تھا۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ نجد سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کے بارے میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس کی نسل سے ایک جماعت پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی لیکن قرآن اسکے حلق سے نیچے نہیں اُتریگا، وہ دین سے ایسے نکل جائینگے جیسے تیر شکار (یعنی کمان) سے نکل جاتا ہے، وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

مذکورہ بالا حدیثِ مبارکہ میں نجد سے تعلق رکھنے والوں کی خبر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ظاہری دور میں دے دی تھی اور یہ واضح فرمادیا تھا کہ وہ نجدی گروہ قرآن پڑھے گا مگر قرآن پڑھنا صرف زبان کی نوک تک ہوگا حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ یہ نجدی گروہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں یعنی کافروں اور مشرکوں کو چھوڑ دیں گے۔ یہ گروہ دین سے ایسے نکل جائے گا جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ یہاں تیر اور کمان کی مثال اس لئے دی گئی کہ جس طرح تیر کمان سے نکل کر واپس نہیں آتا اسی طرح یہ گمراہ اور بے دین ٹولہ اسلام سے اس طرح نکلے گا کہ دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے گا، ان کا نماز پڑھنا اور جہاد کرنا سب نمائشی ہوگا۔

ترک حکومت کے خاتمہ کے بعد ابن سعود اپنے نجدی لشکر جرار کے ساتھ ایک فاتح کی حیثیت سے حجاز میں داخل تو ہو گیا مگر اس کی اور اس کی سلطنت کی حیثیت، برطانوی حکومت کے آگے ایک 'کٹھ پتلی' سے زیادہ نہ تھی اس کی غلامانہ حیثیت کا اندازہ اس نا قابل تردید معاہدے سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو نجدیوں اور انگریزوں کے درمیان ۱۹۱۵ء میں ہوا یہ معاہدہ سعودی حکومت کے قائم ہونے سے پہلے ہوا معاہدہ کی دفعات حسب ذیل ہیں:۔

دفعہ اوّل...... حکومتِ برطانیہ اعتراف کرتی ہے کہ علاقہ جات نجد جلیل اور خلیج فارس کے ملحقہ مقامات جن کی حد بندی بعد کو ہوگی۔ یہ سلطان ابن سعود کے علاقہ جات ہیں اور حکومت برطانیہ اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ ان مقامات کا مستقل حاکم سلطان مذکورہ اور اس کی اولادیں اور اس کے بعد ان کے لڑکے ان کے صحیح وارث ہوں گے لیکن ان ورثاء میں سے کسی ایک کی سلطنت کے انتخاب و تقرر کیلئے یہ شرط ہوگی کہ وہ شخص سلطنتِ برطانیہ کا مخالف نہ ہو۔

دفعہ دوئم...... اگر کوئی شخص اجنبی طاقت سلطان ابن سعود اور اس کے ورثاء کے ممالک پر حکومتِ برطانیہ کے مشورے کے بغیر حملہ آور ہوئے تو حکومت برطانیہ ابن سعود سے مشورہ کر کے حملہ آور حکومت کے خلاف ابن سعود کی امداد کرے گی۔

دفعہ سوئم...... ابن سعود اس معاہدے پر راضی ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ وہ کسی غیر قوم یا کسی سلطنت کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو یا سمجھوتہ اور معاہدے کرنے سے پرہیز کریگا اور ممالک مذکورہ بالا کے متعلق اگر کوئی حکومت دخل دے گی تو ابن سعود فوراً حکومتِ برطانیہ کو اس امر کی اطلاع دے گا۔

دفعہ چہارم...... ابن سعود عہد کرتا ہے کہ وہ اس عہد سے پھرے گا نہیں اور وہ ممالک نجد کو یا اس کے حصے کو حکومتِ برطانیہ سے مشورہ کئے بغیر بیچنے یا رہن رکھنے یا کسی قسم کے تصرف کرنے کا مجاز نہ ہوگا اور اس کو اس امر کا اختیار نہ ہوگا کہ کسی حکومت یا کسی حکومت کی رعایا کو برطانیہ کی مرضی کے خلاف ممالک مذکورہ میں کوئی رعایت یا لائسنس دے۔ ابن سعود وعدہ کرتا ہے کہ وہ حکومتِ برطانیہ کے ارشاد کی تعمیل کرے گا۔

مورخہ ۱۸ صفر ۱۳۳۴ھ ۔ ۲ نومبر ۱۹۱۵ء مہر دستخط عبدالعزیز ابن سعود

دستخط بی ریڈ کاکس، وکیل معاہدہ ھذا و نمائندہ برطانیہ خلیج فارس ۔ دستخط چمسفورڈ نائب معظم و وائسرائے ہند

محترم مسلمانو! حکومتِ برطانیہ اور نام نہاد اسلامی غیر جمہوری اور 'کٹھ پتلی' سعودیہ حکومت کا یہ تاریخی معاہدہ وائسرائے ہند کی طرف سے گورنمنٹ آف انڈیا بمقام شملہ ۱۱ مئی ۱۹۱۴ء کو تصدیق ہو چکا ہے۔ (ملاحظہ کیجئے 'نجدی تحریک پر ایک نظر، ص ۷ تا ۱۵ مولوی بہاء القاسمی دیوبندی، مطبوعہ آفتاب پریس، امرتسر)

اس معاہدے کے ساتھ ساتھ فلسطین میں یہودی آبادی کے سلسلہ میں بھی معاہدے طے کیے اس معاہدے کا تحریری عکس ملاحظہ کیجیے اور اپنی جیتی جاگتی آنکھوں سے تاریخی حقیقت کا مشاہدہ کیجیے۔

شاہ عبدالعزیز السعود کی فلسطین یہودیوں کے حوالے کرنے کا تحریری عکس کا منہ بولتا ثبوت اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیے۔

شاہ عبدالعزیز السعود کی فلسطین یہودیوں کے حوالے کرنے کا تحریری عکس

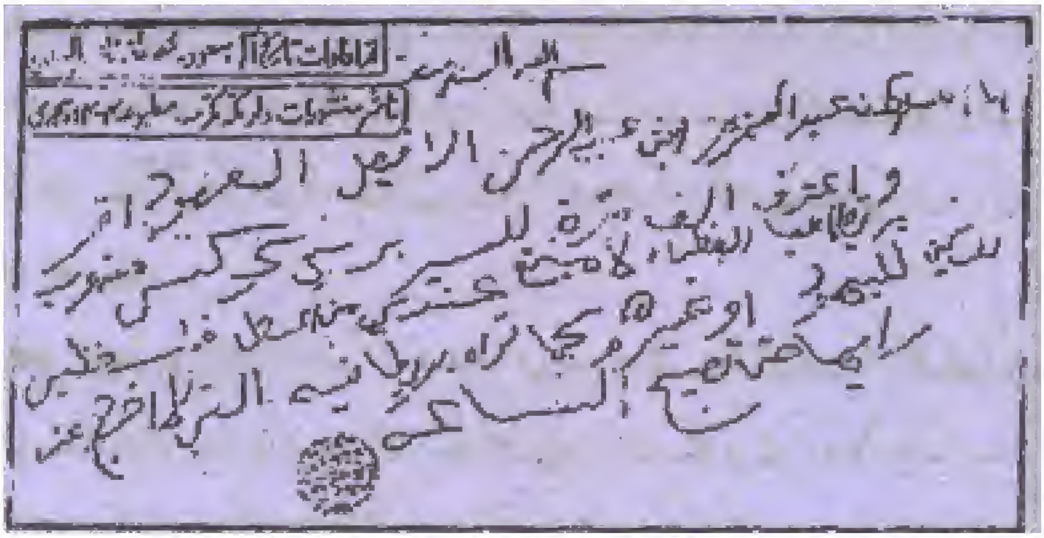

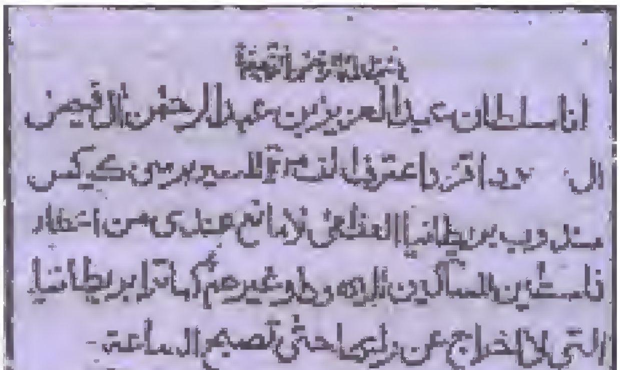

بسم الله الرحمن الرحيم
انا سلطان عبد العزيز بن عبد الرحمن آل فيصل
آل سعود اقر و اعترف الف مرة للسير برسی کوکس
مندوب بريطانيا العظمى لا مانع عندي من اعطاء
فلسطين للمساكين اليهود او غيرهم كما تراه بريطانيا
التي لا اخرج عن رأيها حتى تصيح الساعة۔

ترجمہ...... یہود سے متعلق اپنے حسن نیت کو برطانوی جاسوسی ادارہ کے سامنے پیش کرتے ہوئے جان فلیبی کے حکم وہدایت پر عبدالعزیز السعود نے یہ تحریر دی تھی۔

العقیر منلقہ الاحساء میں 1915ء میں جو ایک سازشی میٹنگ ہوئی تھی اس کی یہ تحریری شہادت ہے، جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

میں سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل فیصل آل سعود برطانیہ عظمیٰ کے مندوب سر برسی کوکس کیلئے ایک ہزار مرتبہ اس بات کا اعتراف واقرار کرتا ہوں کہ فلسطین کو یہودیوں کے حوالے کرنے پر مجھے کوئی اعتراض نہیں یا برطانیہ اس فلسطین کو جسے چاہے دے دے میں برطانیہ کی رائے سے صبح قیامت تک اختلاف وانحراف نہیں کرسکتا۔

محترم مسلمانو! جب فرانس، برطانیہ اور روس کی متحدہ طاقتوں نے سلطنتِ عثمانیہ کو مقابلہ کر کے اور نجدی درندوں سے مل کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تو حرمین شریفین کا تعلق سلطنتِ عثمانیہ سے کٹ چکا تھا۔ ان مقدس مقامات کا اب کوئی محافظ نہیں تھا۔ میدان خالی دیکھ کر پھر نجدی بھیڑیا حکومتِ برطانیہ کی شہ پا کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا اور حجاج اور یزید کی تاریخ دہراتے ہوئے حرمین شریفین پر ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے۔ (ملاحظہ ہو النور، ص ۱۷۷ از مصنف حضرت سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ)

سب سے پہلے اپنی مسلح سپاہ (بیناء) کے ہمراہ کربلا معلیٰ پر حملہ کیا اور نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار شریف کو منہدم کر دیا اور ہزاروں مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ کربلا سے بصرہ تک سارا علاقہ خاک سیاہ کر دیا۔ (محمد بن عبدالوہاب نجدی، ص ۶۹)

کربلا معلیٰ کی تباہی کے بعد نجدیوں نے مکہ معظمہ پر حملہ کیا۔ ابن عبدالوہاب نجدی کی تعلیمات سے متاثر ہونے والا فرمانبردار چیلا ابن سعود اپنے ڈاکوؤں اور لٹیروں کو لے کر مکہ شریف پر حملہ آور ہوا۔ پھر ان ظالموں نے چنگیز خان، ہلاکو خان اور تاتاریوں کا کردار ادا کرتے ہوئے مسلمانوں کے مال متاع کو بے دریغ لوٹا۔ بے شمار مسلمان مردوں، عورتوں اور چھوٹے ناسمجھ بچوں کو شہید کیا اور حرم شریف کی مقدس سرزمین کو خون آلود کیا۔ حرم شریف کے خدمت گاروں اور مجاوروں تک کو زندہ نہ چھوڑا۔ خانہ کعبہ کے مقدس غلاف پھاڑ دیئے۔ چاروں مصلے جلا دیئے جو آج تک آباد نہ ہو سکے۔ (الدولۃ العثمانیہ، ص ۲۲۹ از علامہ زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ)

مسلمانو! مکہ شریف کی ناموس پاک سے کھیلنے کے بعد نجدیوں نے بچے کچھے مسلمانوں کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا۔ پھر اہل مکہ کو جن الفاظ میں خطبہ دیا، یہ وہ خطبہ تھا جو چودہ سو سال پہلے فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ کے کافرین و مشرکین سے ارشاد فرمایا تھا جس کا ترجمہ ہے:۔

اللہ اکبر، اللہ ایک ہے اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور اپنے لشکر کو غلبہ دیا، ہم خلوص کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں اگرچہ کافر ناپسند کریں۔

محترم مسلمانو! خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے موقع پر مکہ شریف پر حملہ کرنے کی اجازت صرف اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عنایت فرمائی تھی اس کے بعد قیامت تک یہ رعایت کسی کو نہیں مل سکتی۔ وہاں خون ریزی حرام ہے۔ کوئی جوں بھی مارے تو کفارہ دینا پڑتا ہے مگر نجدیوں نے احکامِ الٰہی کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں اور اپنے لئے یہ خود ساختہ رعایت ثابت کر کے شانِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدمقابل آنے کی ناپاک جسارت کی۔

مکہ مکرمہ میں کشت وخون کرنے کے دوسال بعد ایک لشکر جرار کیساتھ مدینہ منورہ کی مقدس اور پاکیزہ سرزمین پر نجدیوں نے حملہ کیا اور وہاں بھی ایسی تباہی مچائی کہ ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حجرہ مبارک توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ (معاذ اللہ) مزار پر انوار کی چادر مبارک کہ اُتار کر پھینک دی اور گنبدِ خضریٰ پر چڑھ گئے۔ نجدیوں کے پیشوا ابن عبدالوہاب کا وہ گستاخانہ اعلان یاد رہے کہ اس بدبخت نے اپنی گندی زبان سے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ کا مزار گرادینے کے لائق ہے اگر میں اس کے گرادینے پر قادر ہوگیا تو گرادوں گا۔ (ملاحظہ کیجئے اوضح البراہین، ص ۱۰)

چنانچہ اس کے نجدی پیروکار گنبدِ خضراء پر چڑھ گئے وہ بدبخت لوگ گنبد خضراء کو ڈھا دینا چاہتے تھے کہ اس وقت غیب سے قہر خداوندی کا ایسا شعلہ ظاہر ہوا کہ گنبد خضراء پر چڑھنے والوں کو جلا کر خاکستر کردیا اور وہ اپنے ناپاک منصوبے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ (ملاحظہ کیجئے حیات طیبہ، ص ۳۸۵، مطبوعہ لاہور۔ امراو بعد الحرام، ص ۲۹۴)

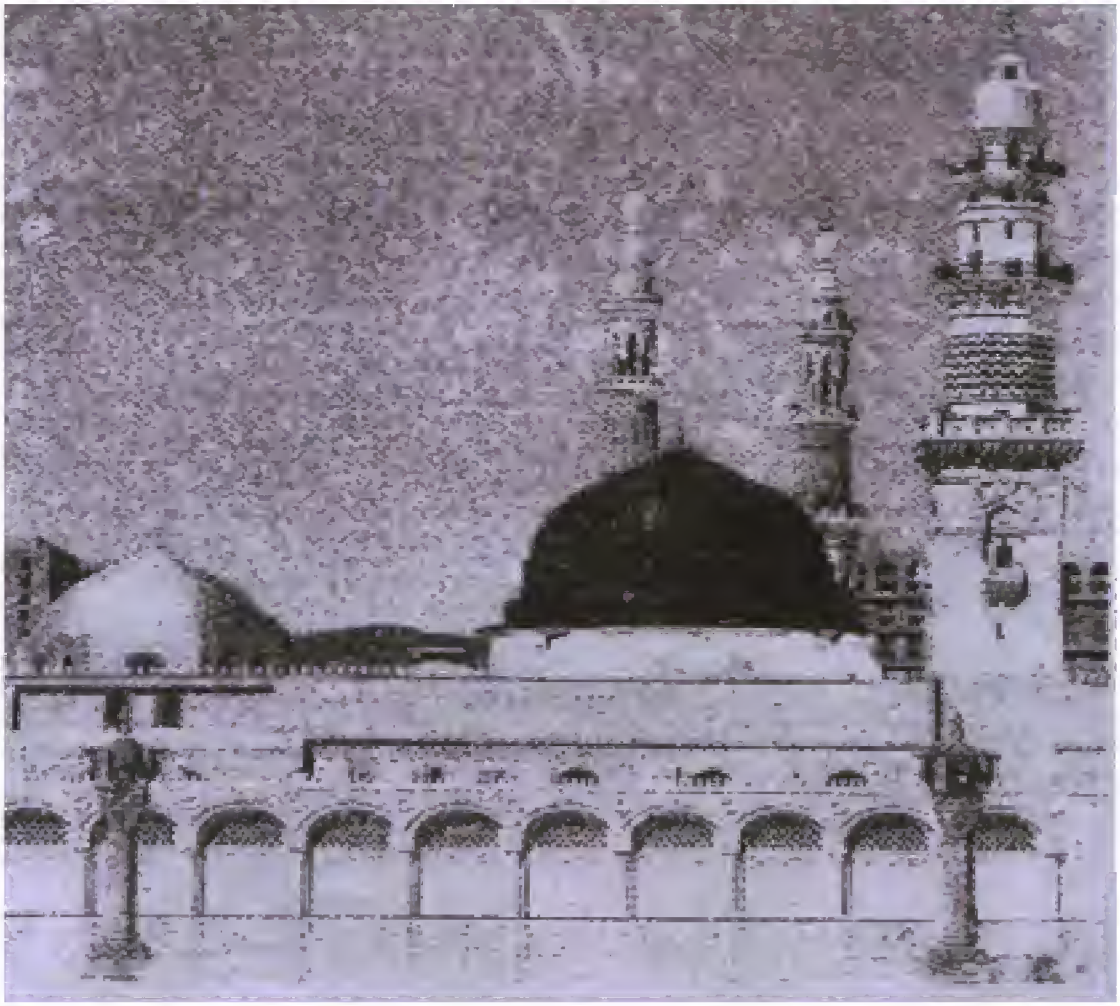

حضور سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ مقدس روضہ جسے ابن عبدالوہاب نجدی صنم اکبر (سب سے بڑا بت) کہا کرتا تھا۔ وہابی لشکر نے اس مقدس روضے کو گرانے کی سازش کی۔ لیکن شانِ الٰہی دیکھئے کہ گرانے والے خود جل کر راکھ ہوگئے۔

محترم مسلمانو! روضہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تو ان نجدی ظالموں کا بس نہ چل سکا، البتہ جنت البقیع میں تقریباً دس ہزار صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مقدس مزارات کو بڑی بے دردی کے ساتھ زمین بوس کر کے رکھ دیا اور مقدس قبروں کو اُکھاڑ پھینکا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ اُمّ المومنین سیّدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مرقد پاک کو ٹھوکریں مارتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے اپنی پوجا کراتی ہے؟ اب اُٹھ اور ہمارا مقابلہ کر۔ (ملاحظہ کیجئے "آفتاب صداقت" الدرراسنیہ ص۵۲)

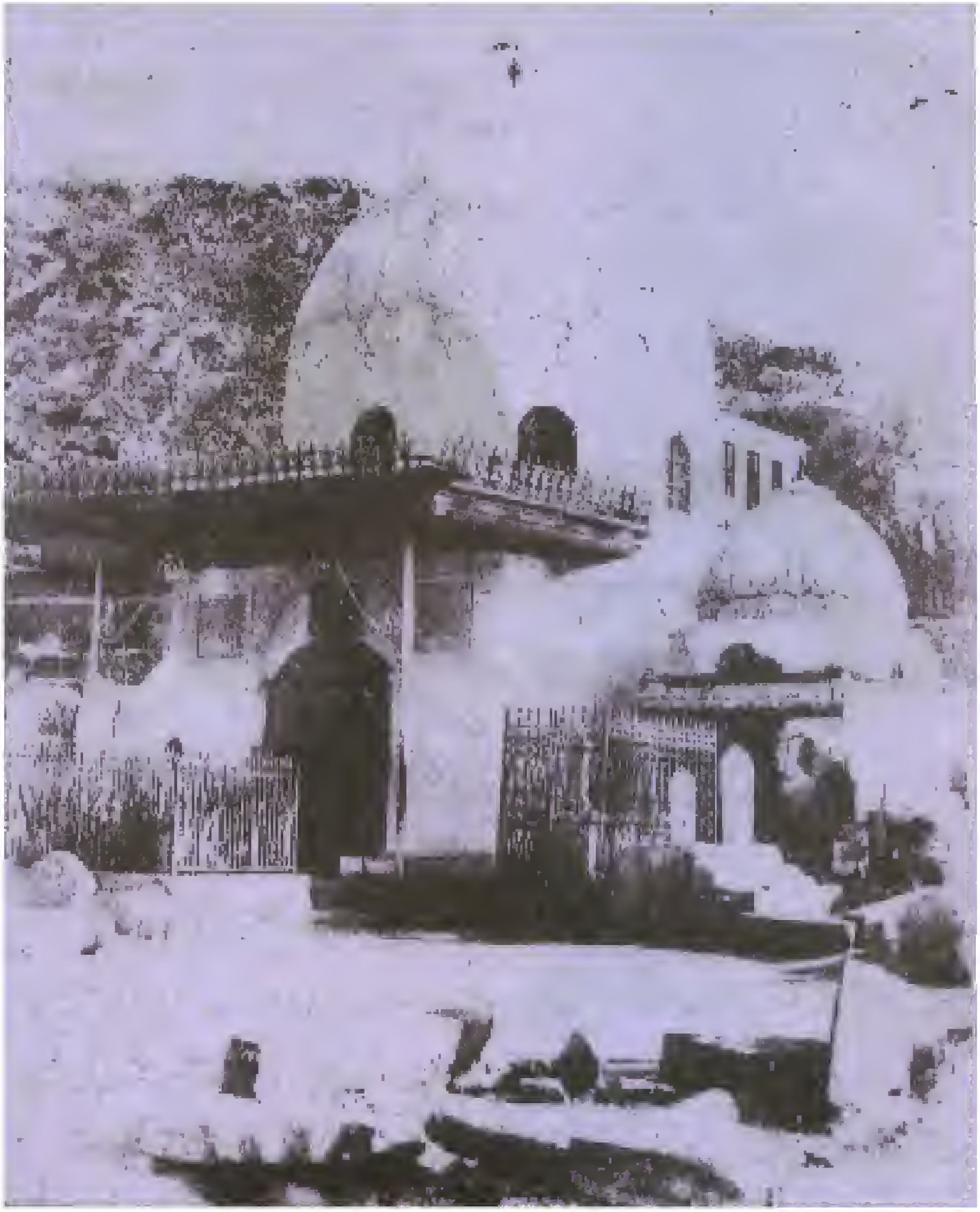

حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار کے انہدام سے قبل کی ایک یادگار تصویر

انہدام سے قبل صحابہ کرام کے مزارات کی یادگار تصاویر

یہود و نصاریٰ کی سازشوں سے نجدیوں کے ظلم کا نشانہ بننے والے جنت البقیع میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مقدس مزارات صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے آج ان کے نشانات تک نہیں ملتے۔ دل ہلا دینے والی تصویر کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیجئے۔

جنت البقیع کی یہ یادگار اور تاریخ ساز تصویر ۱۹۷۲ء کی ہے۔ جو میرے بزرگ الحاج محمد طفیل بھٹی صاحب (لاہور) نے مجھے دی ہے جو انہوں نے چھپ کر مدینہ منورہ کی زیارت کے دوران اپنے کیمرے میں محفوظ کی۔ ان کا کہنا ہے کہ جس وقت یہ تصویر اُتاری رمضان کا مقدس مہینہ تھا اور وہ روزے کی حالت میں تھے۔ یہ تصویر میری خواہش پر انہوں نے اُمتِ رسول کی معلومات کیلئے فراہم کی ہے۔

محترم مسلمانو! مقدس مزارات تو اپنی جگہ بعض تاریخی مساجد تک ان ظالم نجدیوں کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ چنانچہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک اور مسجد شریف کو شہید کیا اسی کے ساتھ مسجد ابوقبیس اور مسجد بلال ڈھادی گئی پھر اس کے بعد امیر سعود نے اہل مدینہ سے ان الفاظ میں خطاب کیا:۔

آج تمہارا دین مکمل ہوگیا ہے ہم تمہیں بتائیں گے کہ عبادت کس طرح کرو جو لوگ ہمارے مذہب (نجدیت) کو قبول نہ کریں گے ان کی جائیدادیں ضبط کرلی جائیں گی بچے غلام بنالئے جائیں گے اور عورتیں میرے سپاہیوں پر حلال ہوں گی۔ (ملاحظہ کیجئے Bless Endless از حسین علمی، مطبوعہ استنبول، ترکی)

اے تاریخ کو بھلادینے والے مسلمان بھائیو! نجدیوں کے اس نابکار فاتح نے دنیا بھر کے کوڑھ مغزوں اور اجاڑ دماغوں کو بدعقیدگی کے بے ڈول سانچے میں کچھ اس بے ڈھنگے پن سے ڈھالا کہ ایک بالکل نیا خونخوار فرقہ معرض وجود میں آگیا جو اپنے باطل عقائد و نظریات اور بے ہودہ کرتوتوں کے سبب عالم اسلام میں بدنام ہوا۔ چنانچہ آج یہ فرقہ اپنا 'باوا' ابن عبدالوہاب نجدی کی نسبت سے 'وہابی' کہلاتا ہے اور یہی وہی عمیق مطالعاتی تجزیہ تھا جو ہندوستان کے سید احمد صاحب نے ۱۸۲۲ء میں دورہ حجاز کے دوران کیا۔ جب وہ عمیق مطالعاتی تجزیہ کرکے واپس ہندوستان آئے تو سرزمین ہند میں وہابی مذہب کی بنیاد رکھی۔ بقول وہابی ترجمان خواجہ جمیل صاحب کے 'ہندوستان میں سب سے پہلا وہابی تحریک کا بانی سید احمد تھا۔ جنہوں نے دورہ حجاز سے واپسی پر وہابی تحریک کا آغاز پٹنہ سے کیا'۔ (ملاحظہ کیجئے ایک سو ایک برگزیدہ مسلمان، ج ۲ ص ۲۳۵)

شیخ محمد اکرم موج کوثر میں سید احمد کے بارے میں لکھتے ہیں، جب وہ حج کیلئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو وہاں انہیں وہابیوں کے عقائد سے باخبر ہونے کا موقع ملا۔ جو ان کے سفر حج سے چند سال پہلے مقامات مقدسہ پر قابض ہوچکے تھے۔ حضرت سید صاحب اور وہابیوں کے مقاصد میں بہت اشتراک تھا اس لئے ان کے کئی ساتھی وہابی عقائد سے متاثر ہوئے۔ (ملاحظہ ہو موج کوثر، ص ۶۱، ۶۲ از شیخ محمد اکرم)

معلوم ہوا کہ سرزمین ہندو پاک میں وہابیت کا سب سے پہلا بیج بونے والا سید احمد تھا جس نے ابن عبدالوہاب نجدی کے اصول سے اتفاق کیا اور وہابیوں کے بڑے بڑے فاضل مولویوں سے وہابیت سیکھی اور پھر ہندوستان میں آکر وہابیت کو عام کردیا۔

۱۸۱۷ء میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکاروں کی ترک حکومت سے شکست کے بعد جو حالات پیدا ہوئے ان تشویشناک حالات کی منظر کشی کرتے ہوئے وہابی مورخ مرزا حیرت لکھتا ہے کہ جو اصول مذہبی محمد بن عبدالوہاب نجدی نے بتائے تھے اب تک نجد کی مساجد میں نہایت مذہبی جوش میں بیان کئے جاتے ہیں اور ان پر خوب دھوم دھام سے وعظ ہوتے ہیں ان جوشیلے وعظوں کی گونجیں حدودِ نجد ہی میں مقید نہ رہیں بلکہ انہوں نے ہندوستان کے ایک بزرگ کی بے آرام روح میں مذہبی ولولے کی نئی روح پھونک دی۔ جب یہ بزرگ مکہ شریف حج کو آیا تو اس نے وہابیوں کے بڑے بڑے فاضل سے وہابیہ مذہب کی تعلیم حاصل کی اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے اسلامی اصول کو خوب مانجھا۔ سید احمد رائے بریلی کے قزاق اور رہزن نے (۱۸۲۲ء) میں حج بیت اللہ کر کے چاہا کہ شمالی ہند کو یک لخت اپنے اسلامی اصول منوادوں۔ (ملاحظہ کیجئے حیات طیبہ ص ۳۰۷

مذکورہ بالا عبارت میں بھی یہ واضح ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کے عقیدے کی گونج نجد تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ ہندوستان کی دھرتی پر سید احمد کی بے آرام روح بھی انکے عقیدے سے متاثر ہوئی اور رائے بریلی کے اس قزاق اور رہزن یعنی ڈاکو نے حج کرنے کے بعد یہ چاہا کہ ہندوستان کو یک لخت وہابی اسلامی اصول منوادوں۔

شیخ محمد اکرم فرماتے ہیں، مولانا سید احمد ۱۲۰۱ھ یعنی ۱۷۸۶ء کو رائے بریلی میں پیدا ہوئے ایام طفلی میں تحصیل علم سے آپ کو کچھ رغبت نہ تھی اور مکتب میں تین چار سال گزارنے کے بعد قرآن مجید کی چند سورتوں کے سوا آپ کو کچھ یاد نہ ہوا۔ (ملاحظہ ہو موج کوثر، ص ۱۵)

جوانی میں آپ دہلی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں گئے مگر انہوں نے ان کو شاہ عبدالقادر کے پاس بھیج دیا۔ شیخ اکرم مزید انکشاف کرتے ہیں، وہاں آپ نے کچھ عرصہ قرآن مجید کا اُردو ترجمہ بھی مطالعہ کیا لیکن لکھنے پڑھنے میں کوئی نمایاں ترقی نہ کی۔ (ملاحظہ ہو موج کوثر)

جناب ابوالحسن ندوی دیوبندی تحریر کرتے ہیں، جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی تو شرفاء کے دستور کے مطابق آپ مکتب میں بٹھائے گئے لیکن لوگوں نے تعجب سے دیکھا کہ آپ کی طبیعت خاندان کے اور لڑکوں اور اپنے ہم عمروں کے برخلاف علم کی طرف راغب نہیں اور آپ پڑھنے پڑھانے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ تین سال مکتب میں گزر گئے باوجود استاد کی توجہ و شفقت اور بزرگوں کی تاکید وفہمائش کے صرف قرآن مجید کی چند سورتیں یاد ہوسکیں۔ (ملاحظہ ہو سیرت سید احمد شہید، ج ا ص ۸۹)

اہلحدیث وہابی مورخ مرزا حیرت دہلوی' سید احمد کے بارے میں لکھتے ہیں، صرف اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ سید احمد کی بچپن میں کیا پوری عنفوان جوانی میں لکھنے پڑھنے کی طرف طبیعت رجوع نہ تھی۔ (ملاحظہ ہو حیات طیبہ، ص ۳۸۹)

مرزا حیرت لکھتے ہیں کہ 'کریما بہ بخشاء بر حال ما' دعائیہ کلمہ ہے مگر یہ بھی سید صاحب کو تین دن میں یاد ہوا اس پر بھی کبھی 'کریما' بھول گئے اور 'بر حال ما' کو دل سے محو کر دیا۔ (ملاحظہ ہو حیات طیبہ، ص ۳۹۰)

وہابی مورخ مرزا حیرت لکھتے ہیں، جب وہ (سید احمد) ایک ایک جملہ کو گھنٹوں جپے جاتا تھا تب کہیں کسی قدر یاد آتا تھا اور دوسرے دن تماشہ یہ ہوتا کہ وہ بھی چوپٹ...... جب والدین نے یہ دیکھا کہ قدرتی طور پر اس کے دماغ میں تالہ لگ گیا ہے اور یہ کسی طرح کی تنبیہ سے پڑھ نہیں سکتا تو ناچار ہو کر پڑھنے سے اُٹھالیا۔ (ملاحظہ ہو حیات طیبہ، ص ۳۹۱)

معلوم ہوا کہ سید احمد نہ کوئی عالم تھے نہ شیخ الحدیث نہ حافظ قرآن تھے اور نہ شیخ القرآن بلکہ نام کے مولوی تھے اور کوڑھ مغز تھے۔

ابن عبدالوہاب نجدی کے عقائد و نظریات سے متاثر ہونے والے کوڑھ مغز سید احمد صاحب جب عمیق مطالعہ کے بعد ہندوستان آئے تو یہاں کا رنگ ہی نرالا پایا۔ یہاں تو ہر مسلمان بزرگانِ دین کا ماننے والا اور ان کی عقیدت اور محبت کا چراغ اپنے دلوں میں جلانے والا تھا۔ گویا ہر طرف عاشقانِ رسول کے شہر آباد تھے کسی وہابی فرقے کا وجود تک نہیں تھا۔ ابن عبدالوہاب نجدی کے نظریے کے مطابق برصغیر پاک و ہند کا ہر مسلمان سید احمد صاحب کی نظر میں کافر و مشرک اور واجب القتل تھا اور اس کے دل میں ان مشرکوں (یعنی مسلمانوں) کیلئے کوئی ہمدردی نہ تھی۔

وہابی مورخ اس دور کے حالات کی منظر کشی ان الفاظ میں کرتا ہے، اس زمانے میں شرک اور بدعت کا بڑا زور تھا اور لوگوں نے خدا کی قوتوں کی تقسیم اسکے بندوں میں کرنی شروع کر دی تھی۔ مصیبت کے وقت یہ مشرک (یعنی سنّی مسلمان) ان ہی کو پکارتے تھے اور ان سے التجا کرتے تھے اور ان ہی سے مدد مانگتے تھے۔ مثلاً جب جہاز میں طوفان آیا تو ضرور یہ آواز بلند ہوئی ہوں گی 'یا غوث اغثنی' سید احمد ان کے فاسد خیالات کے بارے میں کہتے تھے ہم نے بارہا جہازوں میں دیکھا ہے جب طوفان آتا ہے تو سو میں سے پانچ ایسے ہوں گے جو خدا کو یاد کرتے ہوں گے ورنہ پچانوے فیصد مسلمان غوث اور پیروں کو پکارتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو حیات طیبہ، ص ۴۳۶)

اوپر دیئے گئے مضمون سے یہ واضح ہے کہ سید احمد بریلوی کی نظر میں سنی مسلمان فاسد عقیدہ رکھنے والے مشرک تھے وار ان کی نظر میں اللہ کے محبوب بندوں کو پکارنا شرک تھا اور ان شرک کرنے والے مشرکوں کو قتل کرنا ابن عبدالوہاب نجدی کے عقیدے میں جائز تھا چنانچہ سید احمد بریلوی نے ان مشرکوں کے خاتمے کیلئے انگریزوں کا ساتھ دینا زیادہ مناسب سمجھا۔

دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا گھرانہ باعزت سمجھا جاتا تھا۔ یہ وہ عظیم گھرانہ تھا کہ جن کی عظمت کا شہرہ ہندوستان بھر میں تھا جن کے عقیدت مند لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان بھر میں پھیلے ہوئے تھے۔

کیونکہ انگریزوں نے مسلمانوں سے حکومت چھینی تھی۔ انگریزوں کو سب سے زیادہ خوف سرحد کے مسلمان پٹھانوں سے تھا۔ پٹھانوں سے مقابلہ کرنا انگریزوں کیلئے آسان نہ تھا۔ دوسرا بڑا خطرہ انگریزوں کو دہلی میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے گھرانے سے تھا جن کے عقیدت مند ہندوستان بھر میں پھیلے ہوئے تھے۔ انگریز خوف زدہ تھے کہ اس گھرانے کے عقیدت مند ہمارے خلاف جہاد نہ کردیں۔ چنانچہ انگریزوں نے بڑی عیاری سے کام لیتے ہوئے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھیجے اسماعیل دہلوی کو اپنی مذموم سازش میں شامل کرلیا تاکہ وہ اپنے عقیدت مندوں کو فوری طور پر اپنے دام فریب میں لاسکیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک طرف سید احمد نے انگریز حکومت سے وفاداری کا عہد کیا تو دوسری طرف نوعمر اسماعیل دہلوی نے انگریز وفاداری کا عزم کرلیا۔

مرزا حیرت دہلوی سید احمد بریلوی کے بارے میں لکھتا ہے کہ حج کے موقع پر انہوں نے بے شمار لوگوں کو اپنا معتقد بنایا۔ اس نے اپنے کارندے پٹنہ میں مقرر کیے اور پھر دہلی کی طرف رُخ کیا۔ یہاں خوش قسمتی سے ایک فاضل اجل محمد اسماعیل نامی اس کا مرید ہوگیا اور آخر میں اپنے پیر (سید احمد بریلوی) کا ایسا شیدا ہوا کہ اس نے نئے خلیفہ کے نئے اصول مذہبی کی ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام صراطِ مستقیم ہے۔ (ملاحظہ کیجئے حیات طیبہ، ص ۳۰۸)

مذکورہ بالا تحریر سے یہ واضح ہوا کہ سید احمد بریلوی کا مرید مولوی اسماعیل دہلوی تھا جس نے اپنے نئے پیر کے نئے اصول پر مبنی صراط مستقیم نامی کتاب لکھی۔ اسماعیل دہلوی کا پیر چونکہ ابن عبدالوہاب نجدی کا عقیدہ لیکر ہندوستان آیا تھا لہٰذا اس کے مرید خاص مولوی اسماعیل دہلوی نے ابن عبدالوہاب نجدی کی 'کتاب التوحید' کا ترجمہ کیا جس کا دوسرا نام 'تقویۃ الایمان' رکھا۔ جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک نئی فکر اور نیا نظریہ دیا۔

مرزا حیرت دہلوی لکھتا ہے، بہت دھوم دھام سے ہندوستان میں وہابیہ مذہب کی کتاب طبع ہوتی ہیں اور انہیں اشاعت کیا جاتا ہے مثلاً تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم کتابیں جنہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں پر اپنا زبردست اثر ڈال رکھا ہے۔ (ایضاً)

انگریز حکومت سے وفاداری کا ثبوت

مقالات سر سید میں ہے کہ حضرت سید احمد بریلوی اور حضرت شاہ صاحب اسماعیل دہلوی کی عملی زندگی سب پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ چنانچہ ان حضرات کے انگریزوں سے جیسے اچھے تعلقات تھے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ (ملاحظہ کیجئے مقالات سر سید، ص ۳۱۹)

سر سید احمد خان علی گڑھ کے مذکورہ بالا قول سے اس حقیقت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہابیوں کے یہ دونوں پیشوا انگریز حکومت کے خیر خواہ اور وفادار تھے۔ انگریز حکومت کو ہمیشہ یہ خوف کھائے جا رہا تھا کہ کہیں مسلمان ان کے خلاف اعلانِ جہاد نہ کریں۔ اس خوف کے ختم کرنے کیلئے انہوں نے وہابیوں کے ان دونوں رہنماؤں سے جہاد کی مخالفت پر فتوے جاری کروائے اور ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریز حکومت کی مخالفت کرنے سے منع کیا۔ جس کا اندازہ آپ اسماعیل دہلوی کے نیچے دیئے ہوئے فتوؤں سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔

﴿ پہلا فتویٰ ﴾

انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا کسی طرح بھی دُرست نہیں بلکہ خلاف مذہب ہے۔ (تواریخ عجیبہ، ص ۷۳۔ حیات طیبہ، ص ۲۹۶)

﴿ دوسرا فتویٰ ﴾

انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں پہنچی اور چونکہ ہم (وہابیہ) انگریزوں کے رعایہ ہیں اپنے مذہب کی رو سے یہ فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں۔ سید احمد بریلوی کے مرید اسماعیل دہلوی صاحب کی نظر میں چونکہ مسلمان صرف وہی لوگ تھے جو وہابی ہو چکے تھے جو سید احمد صاحب کو اپنا پیر اور دین کا داعی جانتے تھے اور جو ابن عبدالوہاب نجدی کے معتقدین تھے۔ اس کے علاوہ باقی سب (تمام صحیح العقیدہ مسلمان) اسماعیل دہلوی صاحب کی نظر میں مشرک تھے۔

لہٰذا اسماعیل صاحب کا یہ کہنا ہے کہ 'انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں پہنچی' بالکل بجا ہے۔ واقعی وہابیوں کو انگریزوں سے ذرہ برابر بھی اذیت نہیں پہنچی تھی۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ لاکھوں مسلمانوں کی ان ظالم و جابر انگریز حکمرانوں نے گردنیں اُڑا کر مسلمانوں کی حکومت چھینی تھی۔ جس کی اسماعیل دہلوی صاحب کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اسماعیل دہلوی کا وہ کون سا جدید مذہب تھا جس کے مطابق انگریزوں سے جہاد کرنا خلاف مذہب قرار دیا گیا۔ یقیناً وہ مذہب اسلام نہ تھا بلکہ اپنا نیا خود ساختہ ابن عبدالوہاب نجدی کا وہابی مذہب تھا۔

﴿ تیسرا فتویٰ ﴾

کسی نے کلکتہ میں مولانا اسماعیل دہلوی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ جواب دیا، ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں۔ ایک تو ان کی رعیت ہیں۔ دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کو ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے بلکہ اگر کوئی ان پر حملہ آور ہو تو مسلمان (یعنی وہابی) پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ برطانیہ پر آنچ نہیں آنے دیں۔ (ملاحظہ کیجئے حیات طیبہ، ص ۲۹۶ مصنف مرزا حیرت دہلوی۔ وہابی سوانح احمدی، ص ۵۷۔ تواریخ عجیبہ، ص ۷۳)

پیارے مسلمان بھائیو! وہابیوں کے امام اسماعیل دہلوی صاحب کے فتوے آپ نے پڑھے کہ ان کی نظر میں انگریزوں سے جہاد کرنا حرام، خلاف مذہب اور ان کی حمایت میں لڑنا اور اپنی جان فدا کر دینا فرض اور عین اسلام۔

اب اسماعیل دہلوی کے پیر سید احمد بریلوی کی انگریز حکومت سے وفاداری بھی ملاحظہ فرمائیں کہ وہ انگریز حکومت کے کس قدر قدر دان اور مہربان تھے۔

منشی جعفر تھانیسری لکھتے ہیں، آپ 'سید صاحب' کی سوانح عمری اور مکاتب میں بیس سے زیادہ ایسے مقام پائے گئے ہیں جہاں کھلے اور اعلانیہ طور پر سید احمد نے بہ دلائل شرعی اپنے پیرولوگوں (یعنی وہابیوں) کو سرکار انگریز کی مخالفت سے منع کیا۔

(تواریخ عجیبہ، ص ۳۳۶)

اس انکشاف سے صاف ظاہر ہے کہ اسماعیل دہلوی کے پیشوا سید احمد بریلوی ساری زندگی انگریزوں کی آشتی کا فرض ادا کرتے رہے اور سنئے سید احمد بریلوی کا قول وہ کہتے ہیں، ہم 'وہابی' سرکار انگریز پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلاسبب گروائیں۔ (ملاحظہ کیجئے تواریخ عجیبہ، ص ۹۱)

اس فتوے سے معلوم ہوا کہ وہابیوں کے امام سید احمد صاحب انگریزوں سے لڑنا اسلام کے خلاف سمجھتے تھے۔ وہابی مصنف مرزا حیرت دہلوی انکشاف کرتے ہیں، لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاریوں سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خان، لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد۔ سید صاحب نے امیر خان کو بڑی مشکل سے شیشے میں اُتارا تھا (یعنی لارڈ ہیسٹنگ کا غلام بنایا تھا)۔ (ملاحظہ کیجئے حیات طیبہ، ص ۴۲۰)

شروع میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہابی مورخ مرزا حیرت دہلوی نے سید احمد کو رائے بریلی کا راہزن اور قزاق یعنی ڈاکو قرار دیا تھا۔ اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے وہابی مورخ مرزا حیرت دہلوی مزید لکھتا ہے، سید احمد صاحب ۱۸۰۹ء سے ۱۸۱۵ء تک مالوہ کے مشہور ڈاکو امیر خان پنڈاری کی لٹیرا ٹولی میں 'سوار' کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے بہت جلد 'اپنی خدمات' کے صلے میں امیر خان پنڈاری کے باڈی گارڈ دستے کے 'سردار' بنا دیئے گئے اور پنڈاری خود اس قدر بہادر اور جنگجو تھا کہ اس کے بڑے تابڑ توڑ حملوں سے ایک طرف جے پور، جودھپور اور ہندو ریاستوں پر ہیبت طاری تھی۔ تو دوسری طرف انگریزوں کے بھی ناک میں دم کر رکھا تھا۔ چنانچہ لوٹ مار کی اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کیلئے انگریزوں نے انتہائی عیاری سے کام لیتے ہوئے سازش کا جال پھیلایا۔ لہٰذا امیر خان پنڈاری کے معتمد خاص سید احمد صاحب سے ساز باز کر کے امیر خان پنڈاری کو پھانسنے کی ترکیب نکالی اور سید احمد صاحب نے امیر خان پنڈاری جیسے لٹیرے مگر انگریز دشمن کو 'نواب' اور 'والیٔ ٹونک' کے خطاب دلا کر اپنی حکمت عملی سے انگریز شکنجہ میں جکڑ دیا۔ گویا سید احمد صاحب نے اپنی اس حکمت عملی سے بپھرے ہوئے شیر کو پنجرے میں بند کر دیا۔ (تفصیلات ملاحظہ فرمایئے کتاب حیات طیبہ، ص ۵۱۳، ص ۴۲۱)

غور فرمایئے! ملت فروشی اور انگریز نوازی کا کیسا شاندار کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اسی لئے انگریز سرکار ان کی کارگزاری سے بہت خوش تھی اور کیوں نہ ہوتی کہ ایسے ہی پٹھوؤں کی بدولت انگریز عفریت' ہندوستان کے جسم لاغر میں اپنے زہریلے پنجے گاڑنے میں کامیاب ہوئی۔ سوچنے کی بات یہ ہے، اگر سید احمد صاحب کے دل میں آزادیٔ وطن کی ذرا سی بھی تڑپ ہوتی اور دین اسلام سے ذرا سی محبت ہوتی تو وہ امیر خان پنڈاری کو انگریز کی غلامی پر رضامند نہ کرتے۔ بلکہ انگریز کے خلاف کارروائیوں میں تیزی اختیار کرنے کا مشورہ دیتے۔ امیر خان پنڈاری کے پاس اس وقت تیس ہزار لڑاکا افراد کا گروہ موجود تھا جو انگریزوں کو ہندوستان سے نکلوانے کیلئے نہایت موزوں تھا مگر دین وملت کے اس غدار نے اپنی عاقبت تباہ کرنے کیلئے غاصب انگریزوں کا آلہ کار بننا پسند کیا اور ناموس اسلام کا کچھ پاس نہ رکھا۔ انگریزوں کی حمایت کے ساتھ ساتھ سید احمد نے وہابیت کا پرچار بھی شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ 'حیات طیبہ' کے وہابی مصنف مرزا دہلوی صاحب لکھتے ہیں، اس مستعدی اور زبان پند ونصائح کا عملی شرعی معاشرت کے ساتھ یہ اثر ہوا کہ امیر خان مع اپنے کل بھائی بندوں اور اولاد کے سچا محمدی (یعنی محمد بن عبدالوہاب نجدی کا پیروکار) بن گیا۔ (ملاحظہ کیجئے حیات طیبہ، ص ۵۱۲)

سید احمد بریلوی کے مذکورہ واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ابن عبدالوہاب نجدی کا معتقد تھا اور دورہ حجاز سے پہلے بھی اس کی عقیدت وہابی مذہب سے تھی۔ اسی لئے اس نے امیر خان کے پورے خاندان کو وہابی بنا دیا۔

ان حقائق سے واضح ہوا کہ اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی انگریزوں کے زبردست حامی اور وفادار تھے۔ انگریز سازش کے تحت ابتداء میں مولوی اسماعیل دہلوی نے تحریر و تقریر اور فتوؤں کے ذریعے مسلمانوں کے ذہن تبدیل کیے۔ اس نے عام مسلمانوں کو کیا تبلیغ کی! ذرا ان کا تبلیغی انداز ملاحظہ کر لیجیے مگر پہلے ایک اخباری رپورٹ سن لیجیے۔

ہندوستان میں سب سے پہلے توحید کا پرچار کرنے والے مولوی اسماعیل دہلوی تھے۔

(ملاحظہ ہو اخبار 'اہلحدیث امرتسر' ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۱ء)

غور فرمایئے! اسماعیل دہلوی صاحب کو برصغیر میں توحید کا سب سے پہلا مبلغ قرار دیا جا رہا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ سرزمین ہند میں سب سے پہلے توحید کا پرچار کرنے والے ہندوستان کے بے تاج بادشاہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت فرید الدین گنج شکر اور بے شمار بزرگانِ دین رحمہم اللہ تھے جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں توحید کی شمع روشن کی۔ تعجب ہے وہابیوں نے ان اولیائے کرام کو توحید کا پرچار کرنے والوں میں شمار کیوں نہیں کیا اور انگریزوں کے پٹھو مولوی اسماعیل دہلوی صاحب کا نام ہی کیوں منتخب کیا۔ یقیناً اس لحاظ سے ان کو سب سے پہلے توحید کا پرچار کرنے والا لکھا کہ انہوں نے برصغیر میں 'نئی' اور 'خودساختہ وہابی توحید' بیان کرنے میں پہل کی تھی اور 'نئی وہابی شریعت' کی بنیاد رکھی' اگر اس نیت سے کہا گیا تو بالکل بجا کہا کہ واقعی ان کے امامِ اوّل مولوی سید احمد بریلوی اور امام دوم اسماعیل دہلوی برصغیر میں وہابی توحید کے پہلے مبلغ تھے۔ اب ذرا وہابی فرقے کے امام مولوی اسماعیل دہلوی کا عقیدۂ توحید ملاحظہ کیجیے۔ وہ اپنا عقیدہ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:۔

عقیدہ نمبر ۱......غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب کی شان ہے۔

(ملاحظہ کیجئے تقویۃ الایمان، مطبع فاروقی دہلی، ص ۱۲۰ از اسماعیل دہلوی)

مسلمانو! غیب کا معنی ہے پوشیدہ اور چھپی ہوئی چیز۔ ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے۔ اس سے کوئی شئے پوشیدہ نہیں مگر اسماعیل دہلوی کے اس نظریہ میں واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ اختیار ہے کہ جب وہ چاہے غیب کی بات دریافت کر سکتا ہے۔ اسماعیل دہلوی کے اس عقیدے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت غیب کا علم نہیں بلکہ حاصل کر لینے کا اختیار ہے۔ اس طرح اس نے اللہ تعالیٰ کے علم کو قدیم اور ازلی نہ جان کر بلکہ اس کی صفت کو اختیاری جان کر کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ اس عبارت میں 'جب چاہے دریافت کرے' کا ایک واضح مطلب یہ بھی ہے کہ ابھی تک علم دریافت ہوا نہیں ہاں اختیار ہے کہ جب چاہے دریافت کرے۔ اس طرح علم الٰہی قدیم نہ ہوا۔ لہٰذا ایسا عقیدہ کھلا کفر ہے۔

علماء کا اس پر مکمل اتفاق ہے کہ 'اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی بات کہے جو اس کے لائق نہیں یا اسے جہل یا عاجز یا کسی ناقص بات کی طرف نسبت کرے وہ کافر ہے'۔ (ملاحظہ کیجئے عالمگیری، طبع مصر، ج ۲ ص ۲۹۸۔ بحر الرائق، طبع مصر، ج ۵ ص ۱۲۹۔ بزازیہ، طبع مصر، ج ۳ ص ۳۲۲۔ جامع الفصولین، ج ۲ ص ۲۹۸)

عالمگیری میں ہے کہ 'جو علم خدا کو قدیم نہ مانے کافر ہے'۔ (ملاحظہ کیجئے عالمگیری، ج ۲ ص ۲۶۲)

فقہ اکبر میں ہے، اللہ تعالیٰ کی سب صفتیں ازلی ہیں نہ وہ پیدا ہوئی ہیں اور نہ مخلوق' تو جو انہیں مخلوق یا حادث بتائے یا اس میں توقف یا شک کرے وہ کافر ہے۔ (ملاحظہ ہو فقہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ، شرح اکبر طبع حنفی، ۱۲۹۶ھ، ص ۲۹)

عقیدہ نمبر ۲......اسماعیل دہلوی کے عقیدہ توحید کی ایک جیتی جاگتی تحریر اور پڑھئے۔ وہ لکھتے ہیں، جتنے پیغمبر آئے وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ (ملاحظہ کیجئے تقویۃ الایمان، ص ۱۴)

عقیدہ نمبر ۳......اسی کتاب میں مزید لکھتے ہیں، اللہ صاحب نے فرمایا میرے سوا کسی کو نہ مانیو۔ (تقویۃ الایمان، ص ۱۶، ۱۷)

عقیدہ نمبر ٤......ایک اور جگہ لکھتے ہیں، اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (ملاحظہ کیجئے تقویۃ الایمان، ص ۱۸)

وہابیوں کے امام اسماعیل دہلوی کی مذکورہ بالا تینوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ 'صرف اللہ کو مانو' اللہ کے سوا کسی اور کو ہرگز نہ مانو۔

مسلمانو! یاد رکھو جس طرح اللہ تعالیٰ کو ماننا ایمان کا رکن اور ضروریاتِ دین میں سے ہے بالکل اسی طرح انبیاء، ملائکہ، آسمانی کتابوں، جنت و دوزخ اور قیامت کو ماننا بھی ایمان کے ارکان اور ضروریاتِ دین میں سے ہے جو ان تمام باتوں کو نہیں مانے گا اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ ایسا شخص کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

والمومنون کل اٰمن باللہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ (پ ۳۔ سورۃ البقرہ: ۲۸۵)

ترجمہ: اور ایمان والے سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو۔

مسلمانو! قرآن مجید کی اس آیتِ کریمہ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ اے ایمان والو! اللہ اور اسکے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان سب کو مان جاؤ اللہ کو مانو اس یقین کے ساتھ کہ اللہ واحد اور لاشریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں نہ ذات میں اور نہ صفات میں۔ اس کے علم و قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ ملائکہ کو مانو اس یقین کے ساتھ کہ وہ معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں اور موجود ہیں اور اس کے رسولوں کے درمیان احکام و پیام کا ایک وسیلہ ہیں۔ اللہ کی کتابوں کو مانو اس یقین کے ساتھ کہ جو کتابیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں اپنے رسولوں پر وہ سب کی سب شک اور شبہ سے پاک اور اللہ کی طرف سے ہیں۔ رسولوں کو مانو اس یقین کے ساتھ کہ وہ اللہ کے رسول ہیں جو ساری مخلوق سے افضل ہیں۔

مسلمانو! ذرا سوچئے کہ اللہ تعالیٰ تو اپنے مقدس کلام میں ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ اور اس کے محبوبوں کو مانو مگر وہابی امام لکھتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو مت مانو۔ (تقویۃ الایمان، ص ۱۸) اب فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ بات اللہ تعالیٰ کی مانی جائے یا انگریز فوج کے سالارِ اعظم مولوی اسماعیل دہلوی کی۔

اسماعیل دہلوی کی توحید اور بھی سن لیجئے وہ کہتے ہیں:۔

عقیدہ نمبر ۵......اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ (معاذ اللہ) (ملاحظہ ہو العذاب الشدید، ص ۱۳۸)

جھوٹ ایک برائی ہے اور برائی کو اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات کی طرف منسوب کرنا کفر ہے۔

عقیدہ نمبر ۶......ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۱۹)

انبیائے کرام، اولیائے کرام، فرشتے، جن، انسان اور جو کچھ کائنات میں ہے اللہ کی مخلوق ہے۔ امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اللہ کی مخلوق ہے۔ مذکورہ بالا عبارت میں اسماعیل دہلوی کا کہنا ہے ہر مخلوق اللہ کے سامنے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے یعنی چمار اتنا ذلیل نہیں جتنی ذلیل ہر مخلوق ہے۔ (نعوذ باللہ)

عقیدہ نمبر ۷......سب انبیاء اور اولیاء اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک ذرّہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے تقویۃ الایمان، ص ۷۲)

مذکورہ بالا عبارت میں بھی یہ واضح ہے کہ ذرّہ ناچیز کی تو کچھ نہ کچھ حیثیت ہے لیکن انبیائے کرام اور اولیائے کرام تو اللہ کے سامنے اس سے بھی کم تر ہیں۔ (نعوذ باللہ)

عقیدہ نمبر ۸......رسول اللہ کو غیب کی کیا خبر۔ (ملاحظہ کیجئے تقویۃ الایمان، ص ۷۵)

مسلمانو! کسی نے اللہ کو دیکھا ہے ہرگز نہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اللہ کی خبر دی۔ جنت دوزخ کسی نے نہیں دیکھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں جنت و دوزخ کی خبر دی۔ کائنات کے بہت سے اسرار و رموز کی خبریں، مستقبل کی خبریں، قیامت کی خبریں، نجد کے فتنے کی خبریں' یہ سب غیب کی باتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں بتائیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وما هو على الغيب بضنين ج (پ ۳۰۔سورۃ تکویر: ۲۴)

ترجمہ: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کریمہ میں یہ واضح دلیل موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم دیا ہے، جب ہی تو غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ مگر اسماعیل دہلوی کا عقیدہ ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب نہیں جانتے۔

عقیدہ نمبر ۹......رسولِ خدا (ﷺ) مرکرمٹی میں مل گئے۔ (معاذ اللہ) (ملاحظہ کیجئے تقویۃ الایمان، ص ۷۹)

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق (مشکوٰۃ، ص ۱۱۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حرام فرمادیا زمین کو انبیاء کے جسم کھانا کیونکہ اللہ کا نبی زندہ ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی بلکہ نبی زندہ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے:۔

'انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں'۔ (وفاء الوفا، ج ۲ ص ۴۰۵)

اس حدیث سے بھی انبیاء کا زندہ ہونا ثابت ہے۔ مگر اسماعیل دہلوی کا عقیدہ ہے کہ امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرکرمٹی میں مل گئے۔ (نعوذ باللہ)

عقیدہ نمبر ۱۰......رسول اللہ (ﷺ) کا نماز میں خیال لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔
(ملاحظہ کیجئے صراط مستقیم، ص ۸۶)

تمام مفسرین اور آئمہ دین کا ابتداء ہی سے یہ مسلک رہا ہے کہ نماز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اداؤں سے مکمل ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصور کے بغیر نماز ادا کرنا ممکن نہیں۔ لیکن اسماعیل دہلوی کا عقیدہ ہے کہ حالتِ نماز میں گدھے اور بیل کا تصور لانا اتنا برا نہیں جتنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور لانا برا ہے۔ (نعوذ باللہ)

عقیدہ نمبر ۱۱......انبیاء اور اولیاء سب ہمارے بھائی کی طرح ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے تقویۃ الایمان، ص ۸۶)

عقیدہ نمبر ۱۲......رسول اللہ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (ملاحظہ کیجئے تقویۃ الایمان، ص ۱۹)

عقیدہ نمبر ۱۳......جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں' ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔ (نعوذ باللہ) (ایضاً ص ۹۰)

پیارے مسلمان بھائیو! یہ تھا ابن عبدالوہاب نجدی کی 'کتاب التوحید' نامی گمراہ کن کتاب کا اُردو ترجمہ اور 'تقویۃ الایمان' کی تعلیم وتربیت اور تبلیغ کا مختصر خلاصہ اور انگریزوں کے سپاہی ایجنٹ مولوی اسماعیل دہلوی صاحب کا تبلیغ کا نیا انداز جس سے اس نے ہر مسلمان کو با آسانی گمراہ کرنے کے فرائض کتنی خوبی سے انجام دیئے۔ یقیناً اس نام نہاد توحیدی تبلیغ کے وہ سرزمین ہند میں پہلے مبلغ تھے ایسی گندی اور کفریہ تبلیغ کسی ولی نے نہیں کی۔

محمد بن عبدالوہاب شیخ نجدی کی عربی کتاب التوحید کا ترجمہ ہندوستان میں جب مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان کے نام سے کیا تو پورے ہندوستان میں اس کتاب کے خلاف فتنہ برپا ہوگیا۔ دہلی کے علماؤں نے اسماعیل دہلوی کے اس خطرناک فتنہ کی شکایت اس کے چاچا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے کردی جو ان دِنوں سخت بیمار تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب سنا تو مولوی اسماعیل دہلوی سے سخت ناراض ہوئے اور انہیں سخت الفاظ میں کہا:۔

میری طرف سے کہہ دو اس لڑکے 'اسماعیل' نامراد کو کہ جو نام نہاد کتاب 'کتاب التوحید' بمبئی سے آئی ہے میں نے بھی اس کو دیکھا ہے اس کے عقائد صحیح نہیں ہے۔ بلکہ وہ کتاب بے ادبی اور بے نصیبی سے بھری پڑی ہے۔ میں آج کل بیمار ہوں اگر صحت ہوگئی تو میں کتاب التوحید کی مخالفت میں لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم (اے اسماعیل) ابھی نوجوان بچے ہو، شر برپا نہ کرو۔

(ملاحظہ ہو کتاب فریاد المسلمین، ص ۹۰۔ انوار آفتاب صداقت، ص ۵۱۶)

مسلمانو! وہابیوں کے امام اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھ کر، پیری اور مریدی کا ڈھونگ رچا کر مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنایا اور وہابی فرقے کے سانچے میں ڈھال دیا۔ اس طرح برصغیر کے مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے۔ مسلمانوں کا ایک گروہ وہ تھا جو زمانہ قدیم سے بزرگانِ دین کی تعلیمات سے مسلمان ہوا تھا جسے عرف عام میں سنّی مسلمان کہا جاتا ہے جو اولیائے کرام سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے جو اللہ کے ان محبوب بندوں کے مزارات کو بارگاہِ خداوندی میں وسیلہ سمجھتے تھے۔ جو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود و سلام پڑھنا باعث ثواب سمجھتے تھے۔ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میلاد منانا خیر و برکت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ انہی سنی مسلمانوں سے انگریز نے حکومت چھینی تھی اور انہی سے وہ خوف زدہ تھے کہ کہیں یہ مسلمان ہم پر جہاد نہ کریں۔

اسلام کے دعویداروں کا دوسرا گروہ وہ ہوا جو اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کی تعلیمات سے متاثر ہو کر وہابی اور ابن عبدالوہاب نجدی کے نظریئے کو اختیار کیا۔ جو برصغیر کے سنی مسلمانوں کو بدعتی اور مشرک سمجھتا تھا یہ گروہ جہاد کا مخالف اور انگریزوں کا زبردست حامی بنا اور اسطرح وہابیوں کا ایک ایسا منظم گروہ تیار ہوگیا جو مسلمانوں کی قوت منتشر کردینا اپنا مشن سمجھتا تھا۔ چنانچہ انگریزوں نے اسماعیلی فرقے کی ایک وہابی فوج تیار کی جسے سرحدی مسلمانوں سے مقابلے کیلئے تیار کیا۔

جیسا کہ شروع میں بیان کیا جا چکا ہے کہ انگریزوں نے برصغیر کی ہزار سالہ حکومت کا خاتمہ کردیا تھا اور وہ مسلمانوں سے ہروقت خوف زدہ رہتے تھے۔ انگریز حکومت کو سب سے زیادہ خوف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے گھرانے سے تھا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے انتقال کے بعد اسی گھرانے کے فرزند مولوی اسماعیل دہلوی نے انگریز حکومت کی کھل کر حمایت کردی۔

دوسرا خوف سرحد کے پٹھانوں سے تھا اور سرحد کے پٹھانوں کی قوت کو ختم کرنا انگریز حکومت کیلئے انتہائی ضروری تھا۔

اگرچہ انگریز حکومت نے برصغیر پر مکمل طور پر قبضہ کرلیا تھا لیکن بعض ایسے علاقے بھی تھے جہاں انگریز حکومت اپنے قدم جما نہیں پا رہی تھی۔ ان بعض علاقوں میں امرتسر اور انبالہ وغیرہ کے علاقے بھی تھے۔ یہ علاقے سکھوں کے گڑھ تھے۔ سکھوں نیا اپنے اس حصے پر انگریز حکومت کی بالادستی قائم نہ ہونے دی۔ انگریز ہندوستان کے ان حصوں پر بھی قابض ہونا چاہتا تھا چنانچہ انہوں نے اپنے وفادار وہابی دستہ کو پہلے سکھوں سے جنگ کرنے کیلئے تیار کیا۔ وہابیوں کے لشکر نے یہ بات عام کردی کہ سکھ مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں لہٰذا ان کے خلاف جہاد کرو۔

وہابی تذکرہ نگار مرزا حیرت دہلوی اس حقیقت کا انکشاف ان الفاظ میں کرتا ہے، سید صاحب نے عام طور پر دھڑا کے سے اپنے مریدوں کو ہر شہر میں یہ اجازت دے دی کہ سکھوں پر جہاد کرنے کے وعظ ہوں اکثر شہروں میں وعظ ہونے شروع ہوگئے اور سید صاحب کے پاس مجاہدین جمع ہونا شروع ہوگئے۔ (حیات طیبہ، ص ۴۳۰، ۴۳۱)

چونکہ یہ جہاد نہیں تھا بلکہ اس نعرے کی آڑ میں سکھوں کی قوت کو ختم کرکے انگریز حکومت کے پاؤں مضبوط کرنا تھا۔ سید احمد نے سکھوں کے خلاف جو نام نہاد جہاد کیا اس کی حقیقت کا پردہ چاک کرتے ہوئے دیوبندی مکتبہ فکر کے دیوبندی امام مولوی حسین احمد مدنی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں، جب سید احمد صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔ (نقش حیات، ج ۲ ص ۱۲، مولوی حسین احمد مدنی)

مذکورہ بالا حقائق سے یہ واضح ہوگیا کہ وہابیوں کے امام سید احمد صاحب اور اسماعیل دہلوی صاحب کا سکھوں سے جنگ کرنا جہاد نہ تھا بلکہ انگریزوں کے ایماء پر انکے ہاتھ پاؤں مضبوط کرنا تھا۔ سکھوں نے انگریزوں سے صلاح کرلی تھی پھر ان دونوں نے اپنا نام نہاد جہاد سکھوں کے خلاف بند کردیا۔ انگریزوں نے ایک خط سید احمد صاحب اور اسماعیل صاحب کی بنائی ہوئی جماعت مجاہدین کے امیر مولوی ولایت علی کے نام لکھا۔

اس خط کا مضمون سید احمد صاحب کے خصوصی مرید و معتقد اور مجاہدین جماعت کی خصوصی شخصیت جعفر تھانیسری صاحب نے اپنی کتاب میں اس طرح نقل کیا ہے۔

جب گلاب سنگھ اور سرکار انگریز کا آپس میں معاہدہ ہوگیا تو اس وقت سرکار انگریز نے ایک خط بنام مولوی ولایت علی صاحب کو لکھا کہ اب گلاب سنگھ سرکار انگریز کی حمایت میں ہے۔ اس وقت اس سے لڑنا عین گورنمنٹ سے لڑنا ہے۔ لہٰذا تم کو چاہیے کہ اب اس کے ساتھ لڑائی بھڑائی مت کرو۔ (ملاحظہ ہو تواریخ عجیبہ، مطبوعہ دہلی، جعفر تھانیسری وہابی)

اس کے بعد مجاہدین نے لڑائی بند کردی۔ ہتھیار سرکار (یعنی انگریز حکومت) کے پاس جمع کرادیئے اور قیمت وصول کرلی۔ انگریزوں نے مجاہدین کا شاندار استقبال کیا اور ان کی دعوتیں بھی کیں۔ (ملاحظہ ہو کتاب حیات سید احمد)

دین اور ملت کا درد رکھنے والے مسلمانو! ذرا بتایئے کیا آزادی کے علم بردار مجاہدوں کا یہی کردار ہوتا ہے؟ کیا ملک و ملت اور اسلامی عظمت کا اسی طرح دفاع کیا جاتا ہے؟ کیا دینی غیرت وحمیت کی پاسبانی اسی طرح کی جاتی ہے جس طرح وہابیوں کے ان مایہ ناز سپوتوں نے ناموس اسلام کو ملیامیٹ کرنے کیلئے انگریزوں کا ساتھ دے کر کی۔ نام نہاد 'مجاہدین' کا انگریزوں کے پاس ہتھیار جمع کرانا' پھر انگریزوں کی وفاداری کا دم بھرنا' کس لئے تھا؟ دن سے زیادہ چمکتے ہوئے حقائق کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی وہابی یہ دعویٰ کرے کہ اسماعیل دہلوی صاحب اور سید احمد کا جہاد انگریزوں اور سکھوں کے خلاف تھا تو وہ کائنات کا سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔ جب سکھ انگریز حکومت کے زیر اثر آگئے اور سکھوں نے انگریزوں کے وہابی لشکر سے شکست کھائی تو انگریزوں نے اپنے قدم مضبوط کرنے کیلئے وہابی لشکر کو سرحد کے غیور مسلمانوں سے لڑنے کیلئے تیار کیا۔

چنانچہ سید احمد صاحب نے انگریز سرکار کے کہنے پر ایک فوجی دستہ قائم کیا۔ جسے مجاہدین کا نام دیا گیا۔ سید احمد بریلوی کو امیر المومنین بنایا گیا۔ جبکہ اسماعیل دہلوی کو اس فوجی دستہ کا کمانڈر انچیف بنایا۔ گویا ایک پیر تو دوسرا مرید۔ اس طرح وہابی مجاہدین کا یہ لشکر ۱۸۲۷ء میں پشاور جا پہنچا۔ ابتدائی چار سال پیری مریدی کر کے لوگوں کو اپنے قریب کیا اور ان کے ذہنوں کو بدلا اپنی نام نہاد وہابی شریعت نافذ کی۔ جب سرحد کے غیور سنّی پٹھانوں کو ان کے عزائم کا علم ہوا تو انہوں نے ان سے بیزاری کا اظہار کیا لوگوں کو ان کے خلاف نفرت ہوئی اور سرحد کا ہر پٹھان سید احمد بریلوی سے نفرت کرنے لگا۔ اسماعیل دہلوی قتیل نے ان سچے مسلمان پٹھانوں کے خلاف 'جہاد' کا اعلان کر دیا۔

دیوبندی مولوی عاشق الٰہی میرٹھی لکھتا ہے، سید احمد صاحب نے سب سے پہلے جہاد مسمی یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا۔

(ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید، ج ۲ ص ۲۷۰)

مکتبہ دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتا ہے، سید احمد نے پہلا جہاد یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا تھا۔

(ملاحظہ ہو ارواح ثلاثہ ص ۱۰۷، مطبوعہ سہارنپور)

معلوم ہوا کہ سید احمد کا جہاد مسلمانوں سے تھا کسی سکھ یا انگریز سے ہرگز نہیں تھا۔

صوبہ سرحد میں وہابی مجاہدین کو کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور وہ کن کے ٹکڑوں پر پلے اس کا انکشاف مکتبہ دیوبند کے مولوی عبیداللہ سندھی ان الفاظ میں کرتے ہیں، وہاں سرحد میں پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ وہ جماعت جو مجاہدین کے نام سے یاد کی جاتی ہے کس بری حالت میں ہے اور اس کی گزر بسر اور اس کی زندگی کس طرح صاحبزادہ عبدالقیوم کی وساطت سے انگریزی حکومت کی رہین منت ہے۔ (ملفوظات عبیداللہ سندھی از محمد سرور صاحب، ۳۹۲)

عبیداللہ سندھی کے مذکورہ بالا انکشاف سے واضح ہوا کہ اسماعیل دہلوی کا فوجی دستہ انگریزوں کے مرہون منت تھا۔ سید احمد اور ان کے مرید اسماعیل دہلوی کا انگریزوں سے کس درجہ گہرا تعلق تھا اس کا اندازہ سرسید احمد خان کے قول سے لگایئے:۔

سرسید احمد خان تحریر کرتے ہیں، حضرت سید احمد بریلوی اور حضرت شاہ صاحب (اسماعیل دہلوی) کی عملی زندگی سب پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ لہٰذا ان حضرات کے انگریزوں سے جیسے اچھے تعلقات تھے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ (ملاحظہ کیجئے مقالات سرسید، ص ۳۱۹، حصہ شانزدھم)

یہ حقیقت ہے کہ صوبہ سرحد میں ابتداء ہی سے خوش عقیدہ سنی مسلمان رہتے آئے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے پناہ والہانہ محبت رکھتے تھے اسی لئے وہابیوں نے صحیح العقیدہ سنی حنفی پٹھان مسلمانوں کا صوبہ سرحد میں قتل عام کیا اور اس قتل عام کو 'جہاد فی سبیل اللہ' قرار دیا۔ اسماعیلی فرقے کے وہابیوں نے پٹھان مسلمان مردوں ہی کو اذیت سے دوچار نہیں کیا بلکہ مسلمان عورتیں بھی ان کی بربریت کا شکار ہوئیں۔ پٹھانوں کی نوجوان لڑکیوں کو اسلحہ کے زور پر گھروں اور راستوں سے اُٹھا کر لے گئے اور یک طرفہ طور پر نکاح کر کے اپنی خباثت کا شوق پورا کیا اور اس جرم کو 'احیائے تجدید دین' اور 'احیائے سنت' کے مقدس نام دیئے حالانکہ از روئے شریعت نکاح کے انعقاد کیلئے دو مسلمان گواہوں کا ہونا اور عورت و مرد کی رضا مندی شرط ہے۔ مرد و عورت کے بلا جبر ایجاب و قبول کا نام نکاح ہے مگر 'وہابی مجاہدین' نے کھلم کھلا یہ کام کر کے شریعتِ اسلامیہ کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں اور جبراً نکاح کر کے کئی مسلمان دوشیزاؤں کی عصمت کو رُسوا کیا۔ اس بدکاری کی بے ہودہ تفصیلات بتاتے ہوئے مشہور وہابی مورخ مرزا حیرت دہلوی انکشاف کرتے ہیں، دیکھا گیا ہے کہ عام طور پر دو تین دوشیزہ لڑکیاں جا رہی ہیں مجاہدین میں سے کسی شخص نے انہیں پکڑا اور مسجد میں لے جا کر نکاح پڑھایا۔ (حیات طیبہ، ص ۱۸۲)

مرزا حیرت دہلوی مزید لکھتے ہیں، ایک نوجوان خاتون نہیں چاہتی تھی کہ 'میرا نکاح ثانی ہو' مگر مجاہد صاحب زور دے رہے ہیں کہ 'نہیں ہونا چاہئے' آخر ماں باپ اپنی نوجوان لڑکی کو حوالہ مجاہد کرتے تھے اس کے سوا ان کو چارہ نہ تھا۔ (حیات طیبہ، ص ۳۵۵)

غیور مسلمانو! انصاف کیجئے اگر نکاح اسی کا نام ہے تو پھر زنا بالجبر کسے کہتے ہیں؟ شہوت و بربریت سے بے قابو ہو جانے والے یہ بدمست وہابی 'مجاہدین' مسلمان خواتین پر جبر و تشدد کا خوفناک مظاہرہ کرتے رہے اور اسلحہ کے زور پر مظلوم لڑکیوں کو کھینچ کر مسجد میں لے جاتے اور مسلمان عورتوں کی اس بے عزتی پر عبید اللہ سندھی دیوبندی بھی چپ نہ رہ سکے وہ اس کا مزید انکشاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں، خرابی یہ ہوئی کہ امیر شہید (سید احمد) کے دعوائے خلافت کی اشاعت کرنے والے ہندوستانی (یعنی وہابیہ) اپنی حاکمانہ قوت دکھا کر باجبر افغان لڑکیوں سے نکاح کرنے لگے۔ (کتاب شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، ص ۱۰۸)

غور فرمایئے! جو زبردستی نکاح رچانے کے جہاد میں مصروف ہوں تو انہیں تقویۃ الایمان کی تبلیغ کہاں تک دینِ حق سے دور لے گئی ہوگی؟

ٹوٹتی کلیوں کے ماتم میں ہوا روتی رہی
پھول کے چہرے پہ لکھی ہے کہانی رات کی

سرحد کے مسلمانوں کی عزت وناموس سے کھیلنے والے مجاہدین کے یہ سیاہ کارنامے مجاہدین تک ہی محدود نہیں تھے بلکہ اس رنگ میں وہابیوں کے امام بھی رنگے ہوئے تھے چنانچہ وہابی مجاہدین کے امام مولوی اسماعیل دہلوی نے باقاعدہ ایک حکم جاری فرمایا، جتنی کنواری لڑکیاں ہیں وہ سب ہمارے لیفٹیننٹ کی خدمت میں مجاہدین کیلئے حاضر کی جائیں۔ (ملاحظہ ہو حیات طیبہ، ص ۲۴۷)

تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسماعیل دہلوی کے اس فتویٰ کو پڑھ کر ہر انصاف پسند یہی کہے گا کہ ایسی درندگی کا مظاہرہ تو کسی بدکار سے بدکار قوم نے بھی نہیں کیا ہوگا۔ شریعت کی آڑ میں ان جہلاء نے کس طرح دین کو کھلونا بنا کر رکھ دیا۔

ایک اور فتویٰ سنئے یہ وہ فتویٰ ہے جس پر سید احمد اور اسماعیل دہلوی کی مہر لگی ہوئی تھی یہ فتویٰ پشاور کے قاضی سید مظہر علی صاحب کو بھیجا جس کا انہوں نے برملا اعلان کیا۔ فتویٰ یہ ہے، تین دن کے عرصہ میں ملک پشاور میں جتنی رانڈیں (بیوہ) ہیں سب کے نکاح ہو جانے ضروری ہیں ورنہ اگر کسی گھر میں بے نکاح رانڈ رہ گئی تو اس گھر کو آگ لگا دی جائیگی۔ (ملاحظہ کیجئے حیات طیبہ، ص ۲۴۳، ۲۴۴)

حیات طیبہ کا وہابی مورخ اپنی کتاب میں لکھتا ہے، یہ محض ناممکن تھا کہ نوجوان عورت رانڈ ہو کے عدت کی مدت گزر جانے پر بے خاوند کے بیٹھی رہے اس کا جبراً نکاح کیا جاتا تھا خواہ اس کی مرضی ہو یا نہ۔ (ملاحظہ کیجئے حیات طیبہ، ص ۲۴۴)

میں یہاں پر تمام وہابیوں سے سوال کرتا ہوں کہ عورت اور اس کے ولی کی اجازت کے بغیر سرحد کی جتنی مسلمان لڑکیوں کو وہابی مجاہدین نے جبراً اپنے گھروں میں ڈال لیا تھا کیا ایسے نکاح کا قرآن وحدیث میں کہیں ثبوت ملتا ہے؟ اگر نہیں ملتا تو ایسے نکاحوں کے ذریعے جنم لینے والی وہابی نسل حلالی یا حرامی؟

ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار نجدی، وہابیوں کے نزدیک تمام سنی مسلمان چونکہ بدعتی، مشرک، کافر اور لائق گردن زنی ہیں۔ چنانچہ سید احمد نے اپنا آخری جہاد پنجتار کے مسلمان سردار فتح خاں صاحب سے کیا۔ جس میں بڑی بے جگری سے وہابی درندوں نے اپنے پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی کی تاریخ کو دھراتے ہوئے سنی مسلمانوں کا قتل عام کیا مگر ان بدمست ہاتھیوں کو یہ کہاں پتا تھا کہ

جو جلاتا ہے کسی کو خود بھی جلتا ہے ضرور
شمع بھی جل جاتی ہے پروانہ جل جانے کے بعد

جب صوبہ سرحد کے غیور پٹھان مسلمانوں پر وہابی مجاہدین کے ظلم کی انتہا ہوگئی اور انہیں اس بات کا یقین ہوگیا کہ ان مسلح وہابیوں سے اپنی عزت وآبرو اور دین وایمان بچانا ناممکن ہے تو تمام پٹھان مسلمانوں نے مل کر ان خون کے پیاسوں اور ایمان کے دشمنوں سے نجات حاصل کرنے کیلئے اجتماعی کوششیں کیں مسلمانوں کی یہ کوشش کس قدر کارگر ثابت ہوئیں اس کی حقیقت مولوی عبید اللہ سندھی دیوبندی سے سنئے :۔

چنانچہ ایک معین رات میں امیر شہید (سید احمد صاحب) کے تمام مقرر کردہ اہل مناصبین قتل کردیئے گئے اور حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور امیر شہید (سید احمد صاحب) اس واقعہ سے کہ قاضی، مفتی، حاکم، سپاہی غرض کہ ساری جماعت قتل کردی گئی بہت متاثر ہوئے۔ (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، ص ۱۱۵،۱۱۶۔ مولوی عبید اللہ سندھی)

وہابیوں کے ایک اور عالم جنہیں انگریزوں نے اچھی کارکردگی پر 'سر' (Sir) کا خطاب دیا تھا یعنی سر سید احمد صاحب خان، اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں، ہندوستان کے گوشہ شمال مغرب کی سرحد پر جو قوم میں رہتی ہیں، وہ سنّی المذہب حنفی ہیں لیکن چونکہ یہ (پٹھان مسلمان) قوم نے اخیر میں وہابیوں سے دغا کرکے سکھوں سے اتفاق کرلیا اور مولوی اسماعیل صاحب اور سید احمد صاحب کو شہید کردیا۔ (ملاحظہ ہو مقالات سرسید، نہم، ص ۱۳۹،۱۴۰)

سر سید احمد خان صاحب کے اس اعتراف سے واضح ہوا کہ سرحد کے پٹھان مسلمانوں میں صرف اور صرف صحیح العقیدہ اہلسنّت تھے اور اپنے اسلامی عقائد و نظریات میں انتہائی درجہ پختہ تھے انہوں نے سکھوں سے اگر اتحاد کیا بھی ہوگا تو کیوں؟ صرف اپنا ایمان اور اپنی عزت وآبرو بچانے کیلئے۔ جب وہابی مجاہدین انگریزوں سے مل کر اپنا غلط عقیدہ مسلمانوں پر مسلط کرنے کی ناپاک کوشش کرسکتے ہیں تو کیا مجبور مسلمان سکھوں کے تعاون سے اپنا ایمان اور اپنی عزت نہیں بچاسکتے تھے؟ اگر انہوں نے ایسا کیا تو کیا برا کیا' اس اتحاد کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۶ جولائی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ کے مقام پر جمعہ کے دن زبردست جنگ ہوئی اور اس جنگ میں وہابیوں کے امام اور وہابی تحریک کے بانی سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی پٹھان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنے منطقی انجام کو پہنچ گئے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ انگریز پورے ملک پر مسلط ہے۔ ہندو ہندوستان بھر میں جبکہ سکھ امرتسر میں ہے۔ آپ نے پڑھا کہ سید احمد بریلوی نے نہ تو انگریز سے لڑائی کی نہ ہندو سے اور نہ ہی امرتسر جاکر سکھوں سے جنگ کی بلکہ ہندوستان سے آکر صوبہ سرحد کے پٹھانوں کے خلاف جنگ کی۔ آخر کیوں؟ انگریزوں نے ان زرخرید مولویوں کو صوبہ سرحد کیوں بھیجا؟ انگریز جانتا تھا کہ مسلمانوں میں پٹھان وہ قوم ہے جسے شکست دینا انگریزوں کیلئے آسان نہیں۔ اگر یہ بہادر قوم انگریزوں کے خلاف کھڑی ہوگئی تو انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنا پڑ جائے گا۔ چنانچہ انگریزوں نے مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کرنے اور انہیں فرقوں میں

تقسیم کرنے کی غرض سے ان مولویوں کو صوبہ سرحد بھیجا۔ جہاں پٹھانوں سے گھسان کی جنگ ہوئی صوبہ سرحد کے پٹھانوں نے انگریزوں کے ان زرخرید وہابیوں مولویوں کو بالاکوٹ کے پہاڑ پر قتل کر دیا۔ اسلام دشمن انگریز اور سکھ نے انہیں شہید کا لقب دیا جو اب تک ان کے نام سے منسوب ہے۔

غیر مقلد وہابیوں کا مورخ لکھتا ہے کہ راجہ شیر سنگھ نے اسی لاش (اسماعیل دہلوی) پر دوشالہ ڈلوا کر اور اپنی فوج کے مسلمانوں سے اس پر نمازِ جنازہ پڑھوا کر بڑے اعزاز اور اکرام سے دفن کرادیا۔ (تاریخ عجیبہ، ص ۱۷۹ مطبوعہ دہلی)

غیر مقلد وہابیوں کے مورخ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں، یہ خبر معتبر معلوم ہوتی ہے کہ دوسرے دن شیر سنگھ نے ان دونوں بزرگوں (سید احمد اور اسماعیل دہلوی) کی نعشوں کو شناخت کرا کر نہایت عزت کے ساتھ انہیں بالاکوٹ میں دفن کرادیا۔ (ملاحظہ ہو حیات طیبہ، ص ۵۳۵۔ تاریخ عجیبہ، ص ۱۷۹)

وہابی مورخ مرزا حیرت دہلوی' سید احمد کے بارے میں ایک جگہ اس طرح لکھتا ہے، وہ پیارا شہید تھا جس نے ہندوستان میں ابن عبدالوہاب کی طرح شریعت محمدی کا ٹھنڈا خوش ذائقہ شربت ہندوستانی مسلمانوں کو پلایا اور ان کی قابل تنفر عادتوں اور رسوم کو ایسا مٹادیا کہ آئندہ پھر کبھی ان کی اولاد بھی اس طرف متوجہ نہ ہوگی۔ (ملاحظہ ہو حیات طیبہ، ص ۲۳۶۔ مرزا حیرت دہلوی)

حیرت دہلوی مزید وضاحت کیساتھ لکھتے ہیں، پیارے شہید نے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی زبان سے کہلوایا کہ ہم محمدی ہیں چاروں طرف سے آوازیں بلند ہورہی تھیں کہ اس ضلع میں اتنے محمدی آباد ہیں اور اس ضلع میں اتنی تعداد اسلامیوں کی ہے۔ (ملاحظہ ہو حیات طیبہ، ج ا ص ۲۳۸)

معلوم ہوا کہ سنی مسلمانوں کو لاکھوں کی تعداد میں محمدی یعنی وہابی بنانے کا جو عمل وہابیوں کے ان سپوتوں نے کیا تھا اس کا ردعمل یہ ہوا کہ مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو کر رہ گیا مسلمانوں کی یکجہتی ہمیشہ کیلئے ختم ہو کر رہ گئی۔ سرحد کے مسلمان جو کبھی سچے عاشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہوا کرتے تھے افسوس کہ وہ آج سید احمد اور اسماعیل دہلوی کے خارجی مشن کے علم بردار بنتے جارہے ہیں۔ اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کے بچے کچھے رفقاء نے وہابی مشن کو بڑے کامیاب طریقے سے بعد میں آگے بڑھایا۔ انگریزوں کی غلامی کا جو پٹہ سید احمد اور اسماعیل دہلوی نے اپنے گلوں میں ڈالا تھا، اسی غلامانہ روش کو ان کے بعد کے آنے والے رفقاء نے قائم رکھا اور پاکستان کی آزادی (۱۹۴۷ء) تک انگریزوں کی کسی نہ کسی طور پر حمایت کرتے رہے۔

سر سید احمد خان علی گڑھ اپنے مقالات میں تحریر کرتے ہیں، انگلش گورنمنٹ خود اس فرقہ کیلئے جو 'وہابی' کہلاتا ہے ایک رحمت ہے جس آزادی مذہب سے انگلش گورنمنٹ کے سایہ عاطفیت میں رہتے ہیں دوسری جگہ انکو میسر نہیں۔ ہندوستان ان کیلئے دارالامن ہے اب تو کیا ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں بھی وہابیوں نے گورنمنٹ برطانیہ پر جہاد نہیں کیا۔ (مقالات سرسید، ص ۱۸۹ تا ۲۱۲، حصہ نہم)

مسلمانو! آپ نے وہابیوں کے امام سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کی حقیقت کو تاریخ کے آئینہ میں ملاحظہ کیا۔ جس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ ہندوستان کی سرزمین جو اولیائے کرام کے ماننے والے سنی مسلمانوں کی دھرتی کہلاتی ہے اس دھرتی پر وہابیت کا بیج سید احمد بریلوی اور اسکے وفادار مرید سید اسماعیل دہلوی نے بویا اور اُمتِ مسلمہ کو گروہوں اور فرقوں میں بانٹ دیا اور حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کا سکھوں سے اسلامی جہاد نہیں تھا بلکہ جہاد کے نام پر سکھوں کی قوت کو ختم کر کے انگریز حکومت کو مضبوط کرنا تھا اور یہ بھی واضح ہوا کہ صوبہ سرحد کے غیور پٹھانوں نے انہیں قتل کیا، کسی سکھ یا انگریز نے نہیں یہی وہ سید احمد بریلوی ہیں جن کا انکشاف مولانا سید اشرف علی گلشن آبادی نے اپنی کتاب میں ڈیڑھ سو سال قبل کیا تھا۔ جو آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں انہوں نے اپنی اس کتاب میں ایک مولوی کا قول نقل کیا جس میں اس مولوی نے بہت سے زرخرید مولویوں کا انکشاف کیا جو انگریزوں سے ماہ بہ ماہ روپیہ لیتے تھے اور سید احمد کا جھوٹا خلیفہ ظاہر کر کے نوکریاں حاصل کرتے تھے۔ (ملاحظہ کیجئے فقہ محمدیہ، ص ۳۱-۵۲)

مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کا انگریز حکومت کا وفادار ہونا دن کے اُجالے کی طرح واضح ہو چکا ہے۔ سرسید احمد خان بھی ان کی انگریز وفاداری کا اعتراف اپنی کتاب میں کر چکے ہیں۔

مسلمانو! آپ کو تعجب ہوگا کہ آج نئی نسل سے حقائق چھپانے کیلئے وہابی لابی یہ پروپیگنڈہ کر رہی ہے کہ اسماعیل دہلوی اور سید احمد کا جہاد انگریزوں کے خلاف تھا۔ وہ انگریزوں کے دشمن تھے اور انہوں نے سکھوں سے جہاد کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ نئی نسل جوان حقائق سے بے خبر ہے۔ وہ ان کے غلط پروپیگنڈے کا شکار ہو رہی ہے۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ انگریز پورے برصغیر پر قابض ہے۔ ہندو ہندوستان میں ہے اور سکھ امرتسر اور انبالہ میں ہیں جبکہ ان کی موت نہ امرتسر میں ہوئی اور نہ ہندوستان کے کسی شہر میں بلکہ صوبہ سرحد کے پہاڑوں میں یہ مارے گئے۔ اگر ان کا جہاد سکھوں سے تھا تو ان کی موت امرتسر یا سری نگر میں واقع کیوں نہ ہوئی۔ امرتسر سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل دور صوبہ سرحد میں کیوں مارے گئے۔ سکھوں کے مرکز امرتسر اور بالاکوٹ کے فاصلہ کا اندازہ اگلے صفحے پر دیئے گئے نقشے سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔

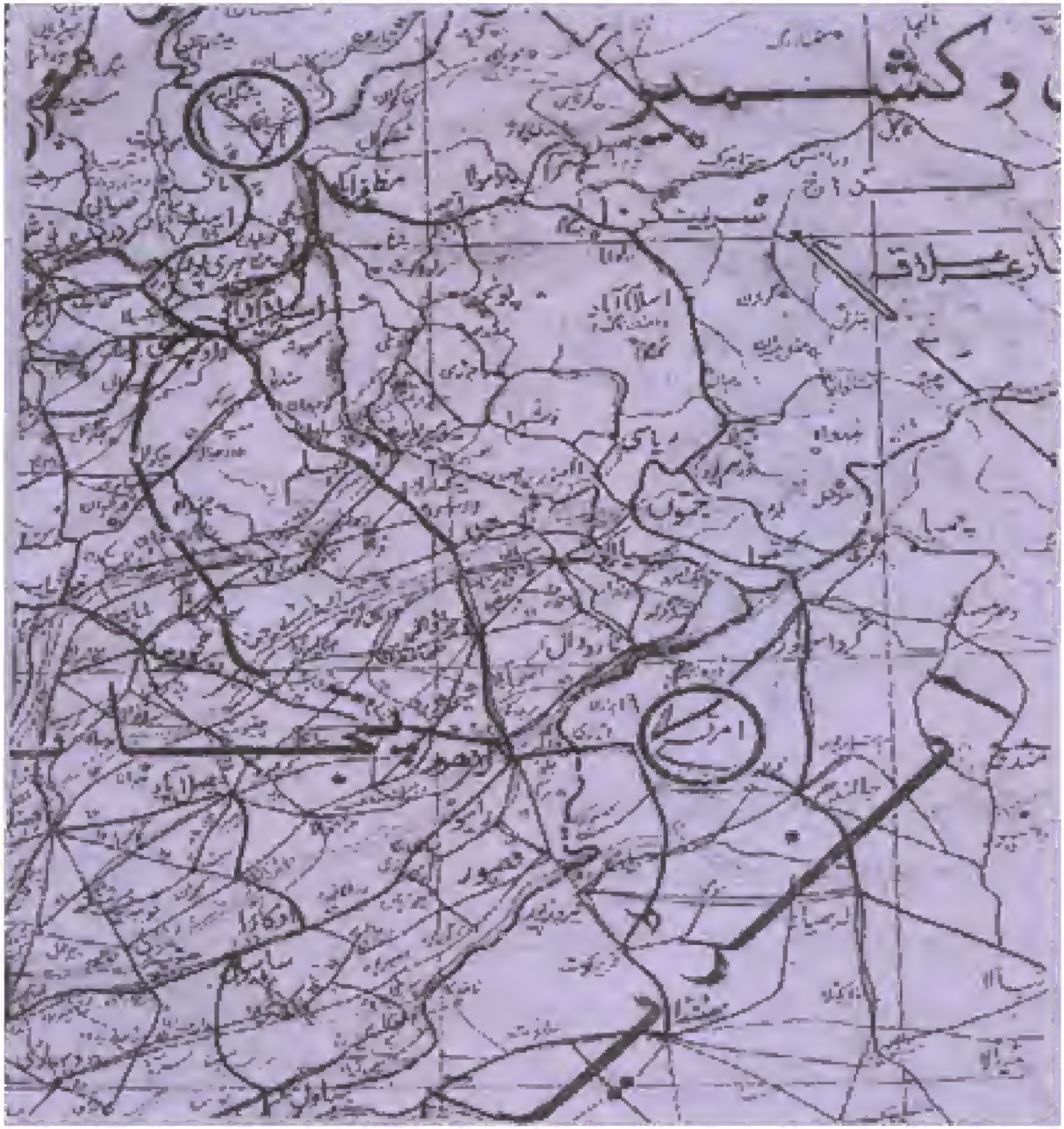

کہاں سکھوں کا مرکز امرتسر اور کہاں مسلمانوں کا سرحدی علاقہ بالاکوٹ ! فرق واضح ہے۔

وہابیوں کے ان رہنماؤں کی موت سکھوں کی جنگ سے نہیں ہوئی۔ بلکہ بالاکوٹ کے مسلمانوں نے انہیں موت کے گھاٹ اُتارا۔ سکھوں کا اس علاقے میں وجود تک نہ تھا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ سرحد کے مسلمانوں نے وہابیوں کے خلاف سکھوں سے مدد لی ہو۔ جس کا ثبوت بعض تحریروں سے ملتا ہے۔

مسلمانو! حکومتِ برطانیہ کے ان وفاداروں کو وہابی کہا جاتا ہے۔ وہابی سوانح نگار مرزا حیرت دہلوی لکھتا ہے کہ 'یورپین کی کتاب' سے مولانا شہید یعنی اسماعیل دہلوی اور سید صاحب اور محمدی مذہب جسے غلطی سے وہابی مذہب پکارا گیا ہے۔ (ملاحظہ کیجئے حیات طیبہ، ص ۳۰۶)

ان تمام واقعات کی روشنی میں ایک انصاف پسند ضرور اس حقیقت کو تسلیم کرے گا کہ وہابیوں کا ٹولہ انگریزوں کا زبردست وفادار اور فرمانبردار تھا۔ ۱۸۲۲ء سے پھیلنے والا یہ وفادار ٹولہ قیامِ پاکستان ۱۹۴۷ء تک اپنی وفاداری نبھاتا رہا۔ بعد میں آنے والے وہابی رہنما بھی سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انگریزوں سے اپنی وفاداری نبھاتے رہے۔ جس کا اندازہ آپ اس طرح لگا سکتے ہیں کہ وہابی اہلحدیث فرقے کے شیخ العرب اور مجدد مولوی سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کو انگریز حکومت کی طرف سے ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو 'شمس العلماء' کا خطاب ملا۔ (ملاحظہ کیجئے فتاویٰ نذیریہ، ص ۴۶)

انگریزوں کے یہ وفادار محدث سید نذیر حسین دہلوی ۱۸۸۳ء کو جب فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے جانے لگے تو مخالفین کے خوف سے حکومتِ برطانیہ کو اپنی حفاظت کیلئے درخواست دی جو انگریز حکومت نے فوراً قبول فرمائی اور انگریز سرکار نے یہ حکم نامہ جاری کیا کہ مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک مقتدر عالم ہیں جنہوں نے نازک وقت میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے اب وہ اپنے فرض زیارتِ کعبہ کے ادا کرنے کو مکہ جاتے ہیں اُمید کرتا ہوں کہ جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کی وہ مدد چاہیں گے وہ ان کو مدد دے گا۔ کیونکہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے فتاویٰ نذیریہ، ص ۴۲)

وہابیوں کے یہی مجدد جنہوں نے اپنے افسران اعلیٰ سے مدد طلب کی تھی ان کے بارے میں انہیں کے فتاویٰ نذیریہ میں یہ حقیقت موجود ہے کہ مولوی سید محمد نذیر حسین انگریز کے وفادار تھے اور انہوں نے ایک انگریز میم کی جان بچا کر...... انگریز کیمپ میں پہنچایا جس کے عوض میں ایک ہزار تین سو روپیہ اور ایک سرٹیفکیٹ ملا۔ (فتاویٰ نذیریہ، ص ۳۹)

فتاویٰ نذیریہ میں ہے کہ ۱۸۵۷ء میں جہاد کا فتویٰ شائع ہوا...... دہلی کے علماء نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا لیکن میاں صاحب (مولوی نذیر حسین دہلوی) نے نہ اس پر دستخط کئے اور نہ مہر لگائی۔ (فتاویٰ نذیریہ، ص ۳۷)

اسماعیل دہلوی کے مرنے کے بعد وہابیوں کا ترجمان فتویٰ نذیریہ لکھتا ہے، مولانا اسماعیل شہید تھوڑے دنوں پیشتر سارے ہندوستان میں توحید خالص اور تابع سنت کا بیج بو چکے تھے اور اس کے صلہ میں وہ اور ان کی جماعت وہابی خطاب پا چکے تھے۔ (فتاویٰ نذیریہ، ص ۳۱)

مسلمانو! مولوی سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی سے جنم لینے والا یہ انگریز نواز ٹولہ برصغیر پاک و ہند میں 'وہابی' کے نام سے مشہور ہوا۔ ہندوستان میں یہ وہابی فرقہ آگے چل کر دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ ایک فرقہ غیر مقلد، دوسرا مقلد کہلایا۔ غیر مقلد فرقہ 'اہلحدیث' کے نام سے مشہور ہوا۔ دونوں فرقوں میں نماز کے طریقہ کار اور چند مسائل میں ظاہری اختلاف ہے، عقائد دونوں کے تقریباً یکساں ہیں۔

'اہلحدیث' کا سرکاری اعزاز

وہابی مورخ جعفر تھانیسری اپنی کتاب میں لکھتا ہے، غیر مقلد جسے ہندوستان بھر میں وہابی کہا جاتا تھا۔ جو بعد میں اہلحدیث کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ نام انہیں انگریز سرکار نے عطا کیا۔ وہابی مولوی حسین احمد بٹالوی نے برطانیہ کو درخواست دیکر اپنی جماعت کا نام وہابی سے اہلحدیث منظور کروایا۔ (ملاحظہ کیجئے تاریخ عجیبہ، ص ۸۶)

اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کے ماننے والوں کو حکومتِ برطانیہ کے دفاتر میں وہابی لکھا جاتا تھا۔ انہوں نے جب حکومت برطانیہ سے وفادار اور انگریزوں پر اپنی جاں نثاری کے اعلانات کیئے اور قرآن و حدیث کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ۱۸۵۷ء کے جہاد کو منسوخ قرار دیا تو انہوں نے حکومتِ برطانیہ سے درخواست کی کہ آئندہ ان کو وہابی نہ کہا جائے بلکہ اہلحدیث ہونے کا سرٹیفکیٹ دیا جائے۔ چنانچہ حکومت برطانیہ نے اپنے خیر خواہوں کی اس درخواست کو منظور کیا اور ان کو وہابی سے اہلحدیث بنا دیا۔ غیر مقلد وہابی مورخ مولوی عبدالمجید خادم اپنی کتاب میں حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے لکھتا ہے، مولوی محمد حسین بٹالوی نے 'اشاعۃ السنۃ' کے ذریعے اہلحدیث کی بہت خدمت کی ہے۔ لفظ وہابی آپ ہی کی کوششوں سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت اہلحدیث کے نام سے موسوم ہوا۔ آپ نے حکومت کی خدمت بھی کی اور انعام میں جاگیر پائی۔ (ملاحظہ ہو سیرت ثنائی، ص ۳۷۲)

معلوم ہوا کہ موجودہ اہلحدیث کل کے وہابی اور حقیقت میں برٹش گورنمنٹ کے منظور شدہ جعلی اہلحدیث ہیں۔ جن کا اسلام سے ہرگز کوئی تعلق نہیں۔

وھابیوں کا دوسرا گروہ

وہابی فرقے کا دوسرا ٹولہ دنیا بھر میں 'دیوبندی' کے نام سے مشہور ہوا۔ جو بظاہر خود کو سنی ظاہر کرتا ہے لیکن حقیقت میں دیوبندی فرقے کا وہابی فرقے سے بڑا گہرا تعلق ہے۔

دیوبندی فرقہ سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کو اپنا بزرگ رہنما اور اکابر مانتا ہے اور اسماعیل دہلوی کی کفریات سے بھری گستاخانہ کتاب تقویۃ الایمان کو عمدہ اور لاجواب کتاب قرار دیتا ہے۔ ابن عبدالوہاب نجدی سے جنم لینے والا وہابی ٹولہ اور دیوبندی علماء کا باہمی اتفاق کا منہ بولتا ثبوت اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیجئے۔ دیوبندیوں کا مرکز مدرسہ دیوبند کے مفتی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ سنئے وہ وہابیوں سے اپنی وابستگی کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں، عقائد میں ہم سب متحد مقلد اور غیر مقلد ہیں، اعمال میں مختلف ہوتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ، دوئم، ص ۱۰)

مفتی دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی وہابیوں سے اپنی دلی وابستگی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں، محمد ابن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ، اوّل ص ۱۱۰)

دیوبند تبلیغی جماعت کے سربراہ مولوی منظور نعمانی کا قول ہے، اور ہم خود اپنے بارے میں صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلوی، ص ۱۹۰)

دیوبند مکتبہ فکر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کا قول ہے، بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کیلئے کچھ مت لایا کرو۔ (ملاحظہ ہو اشرف السوانح، ج ۱ ص ۴۵)

دیوبند تبلیغی جماعت کے سرپرست مولوی محمد زکریا کاندھلوی کا قول ہے، مولوی صاحب! میں خود تم سے بڑا وہابی ہوں۔ (ملاحظہ ہو سوانح مولانا محمد یوسف، ص ۱۹۲)

دیوبند کے مقتدر علماء کے مذکورہ بالا اقوال سے واضح ہوا کہ وہابیت کی دو شاخیں ہیں ایک مقلد جسے دیوبندی کہا جاتا ہے جبکہ دوسرا غیر مقلد جسے وہابی اہلحدیث کہا جاتا ہے۔

زر خرید مولویوں کے سیاہ کارنامے

مسلمانو! برصغیر کی تاریخ میں انگریز حکومت کی حمایت کرنے والے پہلے وہابی سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی تھے ایک پیر تو دوسرا مرید۔ جنہوں نے پیری مریدی کی آڑ میں لاکھوں سنی مسلمانوں کو اپنے قریب کیا اور ان کے ذہنوں کو وہابی بنایا اور انگریز حکومت کے خلاف جہاد کرنے سے منع کیا جس کا ثبوت آپ اپنی آنکھوں سے پچھلے صفحات میں دیکھ چکے ہیں۔ وہابیوں اور دیوبندیوں کے ان پیشواؤں نے جس طرح اپنی وفاداریاں انگریز حکومت سے نبھائیں اسی طرح ان کے بعد کے وہابیوں اور دیوبندیوں نے بھی اپنی وفاداریاں برٹش حکومت سے نبھائیں۔ جس کا اندازہ آپ انہیں کی کتابوں سے لگا سکتے ہیں۔

علمائے دیوبند کے چند مشہور مولویوں کے سیاہ کارنامے آپکے سامنے پیش کئے جاتے ہیں جس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انہوں نے مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کی انگریز نوازی اور وفاداری کو بعد میں کس طرح نبھایا۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کی انگریز نوازی

دیوبندی وہابی مورخ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے جو حالات اپنی کتاب تذکرۃ الرشید میں تحریر کیے ہیں ان کا مختصراً خلاصہ سنئے اور دیوبند کے علماء کی وفاداریوں کو ملاحظہ کیجئے۔

دیوبندی مورخ عاشق الٰہی میرٹھی لکھتا ہے، ۱۸۵۷ء کا وہ طوفان جس کے تصور سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے۔ ہندوستان کیا بلکہ دنیا بھر میں اتنا مشہور ہے کہ شاید دوسرا نہ ہو۔ جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی (یعنی حکومت) کے امن وعافیت کا زمانہ قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔

اوپر دی گئی عبارت کا بغور مطالعہ کیجئے جس میں برٹش حکومت کو رحم دل گورنمنٹ اور انکے غاصبانہ دور کو امن وعافیت کا زمانہ کہا گیا ہے وہ اسلام دشمن انگریز جس نے اپنے جابرانہ تسلط کو قائم رکھنے کیلئے لاکھوں مسلمانوں کی گردنیں اُڑا دی تھیں۔ اس ظالم وجابر اور ستمگر انگریز حکومت کو رحم دل حکومت کہنا اور جو مسلمان ان کے خلاف جہاد کر رہے تھے انہیں باغی قرار دینا 'انگریز دوستی' اور 'اسلام دشمنی' نہیں تو اور کیا ہے!

مکتبِ عشق کا دستور نرالا دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

علمائے دیوبند کی انگریز نوازی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مئی ۱۸۵۷ء کو نمازِ جمعہ کے بعد دیوبندی مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی نے بریلی کی مسجد نور محلہ میں مسلمانوں کے سامنے تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومتِ برطانیہ سے بغاوت کرنا خلافِ قانون ہے۔ اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگادی تمام مسلمان مولانا احسن نانوتوی کے خلاف ہوگئے۔ اگر شہر کوتوال شیخ بدرالدین کی فرمائش پر مولانا نانوتوی بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب مولانا احسن نانوتوی، ص ۵۰، ۵۱)

انگریز نوازی کا اندازہ لگایئے کہ ان کی حمایت میں بریلی کے مسلمانوں کے سامنے بیان دیا گیا اور ان کے مخالفت کو خلاف قانون قرار دیا گیا۔ یہ انگریز نوازی نہیں تو اور کیا ہے۔ یقین جانئے اگر مولوی احسن نانوتوی مسلمانوں کے ہاتھ لگ جاتے تو مارے جاتے اس طرح علمائے دیوبند میں ایک اور شہید کا اضافہ ہو جاتا۔

دیوبندی مورخ عاشق الٰہی میرٹھی ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے مزید حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس گھبراہٹ کے زمانے میں جبکہ عام لوگ دروازے بند کرکے گھر میں بیٹھے ہوئے کانپتے تھے حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) اپنے کاروبار نہایت ہی اطمینان کے ساتھ انجام دیتے۔ کبھی ذرّہ بھر اضطراب نہیں پیدا ہوا۔ کسی وقت تشویش لاحق نہیں ہوئی۔ جب کسی ضرورت کیلئے شاملی، کرانہ یا مظفرنگر جانے کی ضرورت ہوئی سکون و وقار کے ساتھ گئے اور طمانیت قلبی کے ساتھ واپس ہوئے۔ انہی دنوں میں آپ کو ان حاسدوں (یعنی جنگ آزادی کے مجاہدوں) سے مقابلہ بھی کرنا پڑا جو غول کے غول پھرتے تھے اپنی جان کی حفاظت کیلئے تلوار پاس رکھتے تھے اور گولیوں کی بوچھاڑ میں بہادر شیر کی طرح نکلتے آتے تھے۔

اوپر دی گئی تحریر میں واضح کیا گیا ہے کہ جب عام مسلمان انگریزوں کے خلاف سے دروازے بند کرکے تھر تھر کانپتے تھے اس دور میں رشید احمد گنگوہی بالکل پرسکون رہا کرتے تھے اور اگر کہیں آنا جانا ہوتا تو پروقار طریقے سے حالت سکون میں آتے اور جاتے۔ ان حالات میں ان کا مقابلہ حاسدوں سے ہوا۔ جو حکومت برطانیہ سے حسد کرتے تھے یعنی جنگِ آزادی کے مجاہدین کو حاسد کہا جاتا تھا۔ چنانچہ رشید احمد گنگوہی کا مجاہدین آزادی سے مقابلہ ہوا۔ جس کی وضاحت دیوبندی مورخ اس طرح کرتا ہے:۔

ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم (بانی مدرسہ دیوبند) اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہوا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار (برٹش حکومت) کے مخالف باغیوں سے بھاگنے والا یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح جم کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان نثاری کیلئے تیار ہوگیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی ہوجائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلوار لئے جم غفیر بندوقچیوں کے ساتھ ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے۔ چنانچہ آپ پر فائرنگیں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید ہوگئے۔ (ملاحظہ کیجئے تذکرۃ الرشید)

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دیوبندیوں کا یہ ٹولہ حکومتِ برطانیہ کا وفادار اور اپنی جانوں کو ان پر قربان کردینے والا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب انگریز حکومت کے باغیوں یعنی مجاہدین جنگ آزادی کا آمنا سامنا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، رشید احمد گنگوہی، مدرسہ دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی حافظ ضامن سے ہوا تو انگریزی حکومت کا یہ وفادار ٹولہ پہاڑ کی طرح جم کر مدمقابل ہوگیا اور مجاہدین کے مقابلے پر تلواریں نکال لیں۔ مجاہدین نے مولوی ضامن کو گولی ماری جس سے ان کی موت واقع ہوئی۔

مذکورہ بالا عبارت کسی تبصرہ کی محتاج نہیں کیونکہ جو وہابی، دیوبندی مولوی صاحبان انگریزوں پر اپنا دین و ایمان قربان کر چکے ہوں وہ اگر انگریزوں پر اپنی جانیں بھی فدا کر دیں تو اس میں کون سی حیرت کی بات ہے؟ ہاں یہ بات ضرور قابل حیرت ہے کہ جو شخص انگریز پر جانثاری کرتے ہوئے مار ڈالا جائے اس کو دیوبندی وہابی 'شہید' کہتے ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت میں دیوبندیوں نے حافظ ضامن صاحب کو شہید قرار دیا ہے۔ حالانکہ حافظ جی 'فی سبیل اللہ' (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) نہیں بلکہ انگریزوں کی طرفداری اور حمایت میں مارے گئے تھے۔ جبکہ ان سے پہلے سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی بھی انگریزوں کی حمایت میں پٹھان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے جو آج تک شہید کہلاتے ہیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے موقع پر انگریز حکومت نے نہتے لاکھوں مسلمانوں کو اپنے اسلحہ کے زور پر قتل کیا اور یہ سلسلہ دو سال تک رہا۔ دو سال کے بعد جب حالات پر قابو پا لیا گیا تو اس وقت کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے انگریز نواز دیوبندی مورخ عاشق الٰہی میرٹھی لکھتا ہے، جب بغاوت اور فساد کا قصہ ختم ہوا اور رحمدل گورنمنٹ حکومت نے دوبارہ غلبہ پا کر باغیوں کی گرفتاریاں کیں تو جن بزدل حاسدوں کو اپنی رہائی کا یقین نہیں تھا تو انہوں نے یہ راستہ نکالا کہ جھوٹی سچی تہمتوں اور مخبری کے پیشے سے سرکاری خیر خواہ اپنے کو ظاہر کریں۔ انہوں نے اپنا رنگ جمایا اور ان گوشہ نشین حضرات (یعنی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی) پر بھی بغاوت کا الزام لگا دیا۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے چند ماہ انبالہ، نگری، پنجلاسہ قصبات میں اپنے آپ کو چھپایا اور آخر سندھ اور کراچی کے راستے عرب کا راستہ لیا اور ہندوستان کو ہمیشہ کیلئے خیر باد کہہ دیا۔ انہی روپوشی کے ایام میں مولانا قاسم نے دیوبند اور امام ربانی رشید احمد گنگوہی نے گنگوہ کی راہ اختیار کی۔ ہر چند کہ حقیقتاً بے گناہ تھے مگر دشمنوں کی مخبری نے ان کو باغی و مفسد اور مجرم و سرکاری خطاوار ٹھہرا رکھا تھا اس لئے گرفتاری کی تلاش تھی مگر حق تعالیٰ کی حفاظت تھی اس لئے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے اور زندگی بھر خیر خواہ ہی ثابت رہے۔

انگریز نواز دیوبندی مورخ مزید آگے لکھتا ہے، اس وقت سینکڑوں افواہیں رات دن میں مشہور ہوتیں اور ہزاروں جھوٹی سچی گپ شپ اُڑا کرتی تھیں۔ جدھر جایئے یہی تذکرہ کہ آج فلاں رئیس پھانسی دیا گیا اور فلاں شخص کو قتل کیا گیا۔ وہ باغی ہے وہ سولی چڑھایا گیا ہے وہ روپوش اور اس کی تلاش جاری ہے غرض یہ کہ ایسی گھبراہٹ کا گھمسان تھا کہ ہر عورت کو بیوہ ہوجانے کا خطرہ رہتا تھا اور ہر بچے کو قدم قدم پر یتیم بن جانے کا اندیشہ وغم۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ آپ کا نام بھی مجرموں کی فہرست میں داخل ہو چکا ہے اور آپ کی گرفتاری کی تلاش میں پولیس آیا چاہتی ہے۔ مگر آپ کوہِ استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھے ہوئے تھے کہ جب میں حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔ (ملاحظہ کیجئے تذکرۃ الرشید)

پیارے مسلمانو! مقام غور وفکر ہے کہ شہنشاہِ کون ومکاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں علمائے دیوبند کی گستاخی کا تو یہ عالم ہے کہ کہتے ہیں، جس کا نام محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان)

مگر مفتی دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی کا انگریزوں کے قدموں پر سربسجود ہونے کا اندازہ لگایئے کہ وہ اپنے انگریز سرکار کے قدموں پر ایسے نثار ہوئے کہ گویا انگریز ہی ان کے داتا ہیں اور انگریز ہی ان کے مالک ومختار کہ جو چاہیں سو کریں۔ اسے کہتے ہیں رسول دشمنی اور انگریز دوستی کا جیتا جاگتا مظاہرہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار نہیں تو پھر اور کیا ہے کہ اس کے پیارے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بارگاہ سے سرتابی کرنے والا، انگریزوں کو اپنا مالک ومختار ٹھہرا کر، اس کے دامن میں اپنی زندگی کی پناہ ڈھونڈ رہا ہے اور انگریزوں کو اپنی زندگی اور موت کا مالک تسلیم کر رہا ہے ان کے اس تاریخی اقرار نے ان کے انگریز ایجنٹ ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے انصاف پسند اور غیر جانبدار اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ دنیا پرست انگریز ایجنٹوں کو ہیرو بنا کر پیش کرنے کے بجائے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے حقیقی حریت پسند مجاہدین کے تذکروں کو صفحۂ قرطاس کی زینت بنائیں۔

مسلمانو! جب مولوی رشید احمد گنگوہی کو شک کی بنیاد پر گرفتار کرلیا گیا تو مولوی قاسم نانوتوی بھی گرفتاری کے خوف سے روپوش تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ مولوی رشید احمد گنگوہی گرفتار ہو کر جا رہے ہیں تو وہ چھپ کر انہیں دیکھنے آئے اس وقت کی منظرکشی کرتے ہوئے دیوبندی مورخ عاشق الٰہی میرٹھی لکھتا ہے، مولانا قاسم راستہ سے ہٹ کر بغرض ملاقات پہلے سے آ کھڑے ہوئے اور دور ہی دور سے ایک نے دوسرے کو دیکھا مسکرائے اور اشاروں ہی اشاروں میں خدا تعالیٰ کے وہ وعدے یاد دِلائے جو سچے سرکاری خیر خواہوں کیلئے اور امتحانی مصیبتوں پر صبر واستقلال ظاہر کرنے والوں کیلئے رکھے گئے ہیں۔

عاشق الٰہی میرٹھی ایک اور مقام پر یہ انکشاف کرتے ہوئے لکھتا ہے، آخر میں جب تحقیقات پوری تفتیش اور چھان بین سے دوپہر کے سورج کی چمک کی طرح ثابت ہوگی کہ آپ پر جماعت مفسدین کی شراکت کا الزام ہی الزام ہے اور بہتان ہی بہتان ہے اس وقت رہا کردیے گئے۔ (ان تاریخ ساز انکشافات کو ملاحظہ کیجئے کتاب تذکرۃ الرشید، صفحہ ۷۳ تا ۷۹)

مسلمانو! دیوبندی تذکرہ نگار مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کے مذکورہ بالا انکشافات سے یہ حقیقت دن کے اُجالے کی طرح واضح ہوچکی ہے کہ جو عمل اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی نے انگریزوں سے وفاداری نبھانے کا شروع کیا تھا انکے مرنے کے بعد ان کے دونوں گروپوں نے بھی اس عمل کو جاری رکھا۔ پہلا گروپ وہابی اہلحدیث کے نام سے تھا جبکہ دوسرا دیوبندی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جس پر باغی ہونے کا الزام لگایا گیا۔ چنانچہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی عرب جا نکلے۔ قاسم نانوتوی کو دیوبند، لاڈوہ، پنجلاسہ اور جمنا پار روپوش ہونا پڑا، جبکہ رشید احمد گنگوہی کو گنگوہ اور رامپور میں چھپنا پڑا اور جب حکومتِ برطانیہ کو ان سب کی وفاداری اور بے گناہی کا علم ہوا تو باعزت طور پر رہا کردیا گیا۔

رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی چونکہ اسماعیل دہلوی کو اپنا رہنما مانتے تھے لہٰذا ان کا عقیدہ بھی وہی تھا جو ابن عبدالوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی کا تھا۔ رشید احمد گنگوہی کی ابن عبدالوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی سے عقیدت کا اندازہ ان کے فتووں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

فتوٰی رشیدیہ میں ہے کہ کسی نے رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا، ابن عبدالوہاب نجدی کیسا شخص تھا؟

رشید احمد گنگوہی نے جواب دیا، محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے مذہب حنبلی رکھتا تھا عامل بالحدیث تھا بدعت اور شرک سے روکتا تھا۔ محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے۔ (فتاوٰی رشیدیہ، ص ۲۶۶)

مولوی اسماعیل دہلوی سے اپنی قلبی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے مولوی رشید گنگوہی اپنے فتوے میں لکھتا ہے، مولوی محمد اسماعیل دہلوی صاحب عالم، متقی، بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حال میں رہے آخرکار جہاد فی سبیل اللہ میں کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو وہ ولی اللہ اور شہید ہے۔ (ملاحظہ کیجئے فتاوٰی رشیدیہ، ص ۱۹۳)

اسماعیل دہلوی کی شر پھیلانے والی کتاب اور ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا خلاصہ تقویۃ الایمان کے بارے میں رشید احمد گنگوہی اپنے فتوے میں لکھتا ہے، کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردّ شرک و بدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ (یعنی قرآن) اور حدیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ (ملاحظہ کیجئے فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۱۵)

مسلمانو! یاد رکھئے قرآن مجید پر ایمان لانا ضروریاتِ دین میں سے ہے قرآن مجید کا انکار سراسر کفر ہے۔ مسلمانوں کیلئے قرآن مجید پر ایمان لانا عین اسلام ہے مگر اس کا پڑھنا، اس کا رکھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام ہرگز نہیں۔ جس مسلمان کے گھر میں قرآن نہ ہو تو کیا وہ عین اسلام سے محروم ہو جائے گا؟ جو مسلمان قرآن نہیں پڑھ سکتا تو کیا وہ عین اسلام سے محروم ہو جائے گا؟ جو مسلمان اس کے احکام پر عمل نہ کرے جیسے آج کروڑوں مسلمان اس مقدس کلام کے احکامات پر عمل نہیں کرتے تو کیا وہ عین اسلام سے محروم ہیں؟ ہرگز نہیں۔ قرآن پر ایمان لانا عین اسلام ہے۔ اسے پڑھنا، گھر میں رکھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام نہیں لیکن آپ مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ پڑھ چکے ہیں جس میں دوٹوک لفظوں میں یہ کہا کہ تقویۃ الایمان وہ عمدہ اور لاجواب کتاب ہے کہ جس کا رکھنا، جس کا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کسی کا عین اسلام ہونا اسی وقت ہوگا جب تقویۃ الایمان نامی کتاب کو گھر میں رکھا جائے، اسے پڑھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور جو اسے گھر میں نہ رکھے، نہ پڑھے اور نہ ہی عمل کرے وہ عین اسلام میں داخل نہ ہوگا۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ جس گھر میں قرآن نہیں وہ تو الحمدللہ مسلمان کہلائے اور جس کے پاس تقویۃ الایمان نہیں وہ عین اسلام نہیں تو اہمیت زیادہ قرآن مجید کی ہوئی یا تقویۃ الایمان نامی شر انگیز کتاب کی۔

دیوبندی تذکرہ نگار مولوی عاشق الٰہی میرٹھی مولوی رشید احمد گنگوہی کی شان بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں، آپ (رشید احمد گنگوہی) نے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغ یہ الفاظ زبان فیض ترجمان سے فرمائے کہ سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔ (تذکرۃ الرشید، ج ۲ ص ۱۷)

مولوی رشید احمد گنگوہی کے مذکورہ بالا قول پر غور فرمایئے! اس عبارت میں یہ واضح ہے کہ جو لفظ ان کی زبان سے نکل گئے وہی حق ہے بلکہ قسم کھا کر یقین دلا رہے ہیں کہ اس دور میں ہدایت اور نجات رشید احمد گنگوہی کی اتباع اور فرمانبرداری پر موقوف ہے اس قول کا ایک واضح مطلب یہ بھی ہے کہ اب کسی کو ہدایت کیلئے نہ قرآن کی ضرورت ہے اور نہ نجات کیلئے احادیث کی حاجت، جسے ہدایت اور نجات چاہئے وہ مولوی رشید احمد گنگوہی کی اطاعت و فرمانبرداری کرے، کیونکہ ان کی زبان پر حق بولتا ہے۔

مسلمانو! رشید احمد گنگوہی کی زبان سے نکلنے والے نام نہاد حق کو ان کے ماننے والوں نے اپنی اپنی کتابوں میں محفوظ کیا۔ آیئے ان کی زبان سے نکلنے والے نام نہاد حق کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے:۔

☆ اللہ تعالیٰ کا جھوٹا ہونا ممکن ہے۔ (نعوذ باللہ) (ملاحظہ کیجئے کتاب براہین قاطعہ، ص ۳)

جھوٹ ایک عیب اور برائی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر نقص اور برائی سے پاک ہے۔ مگر رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ اس کے برعکس ہے۔

اسی کتاب میں ایک جگہ اس طرح تحریر کیا:۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شیطان کے علم سے کم ہے۔ (نعوذ باللہ) (براہین قاطعہ، ص ۵۱)

اس عبارت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں کھلی گستاخی کی گئی ہے اور معلم کائنات حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑا عالم شیطان ملعون کو کہا گیا ہے۔ رشید احمد گنگوہی کا ایک قول اور سنئے:۔

☆ لفظ رحمۃ اللعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہیں ہے۔ بلکہ دیگر اولیاء، انبیاء اور علماء بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے فتاویٰ رشیدیہ، ص ۹۶)

مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک قول اور سنئے:۔

☆ ہندوؤں کی سودی رقم سے تیار شدہ شربت کا پینا مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۴۹۸)

مولوی رشید احمد گنگوہی کی زبان پر آنے والا نام نہاد 'حق' اور سنئے:۔

☆ کوا کھانا ثواب ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۴۸۳)

پیارے مسلمان بھائیو! یہی وہ مفتی دیوبند رشید احمد گنگوہی ہیں جنہوں نے برٹش حکومت کی خواہش کے مطابق اپنی مہربان سرکار انگریز کے سائے میں بے خوف ہو کر عقائدِ باطلہ اور خیالاتِ کفریہ کا خوب پرچار کیا اور دل کھول کر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس جناب میں گستاخیاں کیں اور ہندوستان میں دیوبندیت، وہابیت، نجدیت کو فروغ دیا اور یوں اختلاف وانتشار، فتنہ وفساد اور لڑائی جھگڑے کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جو مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی نے شروع کیا تھا اسے آگے بڑھایا۔ اس طرح مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر اپنے مالک ومختار انگریزوں کی خوفناک سازش کو خوب کامیاب بنایا۔

مسلمانو! مولوی رشید احمد گنگوہی کی انگریز نوازی، اسلام دشمنی اور ملت فروشی کے چند جیتے جاگتے ثبوت آپ نے اپنی جیتی جاگتی آنکھوں سے دیکھے کہ انہوں نے اپنے بڑوں کی پیروی کتنے شاندار طریقے سے کی۔ اب مولوی قاسم نانوتوی کی اسلام دشمنی کے چند ثبوت بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

مولوی قاسم نانوتوی کی انگریز نوازی

مولوی قاسم نانوتوی مدرسہ دیو بند کے بانی ہیں۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے مولوی گنگوہی کے ہمراہ اپنے آقا انگریزوں پر جانثاری کرتے ہوئے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے مجاہدین سے اٹل پہاڑ کی طرح جم کے جنگ کی اور جب ان پر باغی ہونے کا جھوٹا الزام لگا تو روپوش ہوگئے۔ ان کی انگریز حکومت سے وفاداری سورج کی طرح روشن تھی چنانچہ انہوں نے بھی باطل اور غیر اسلامی عقائد پھیلا کر اپنے انگریز آقا کو خوش کیا اور مسلمانوں کا دین و ایمان بگاڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے 'تحذیر الناس' نامی شرانگیز کتاب لکھی جس میں انہوں نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے سے انکار کیا انہوں نے اپنی اس کتاب میں لکھا:۔

عوام (جاہلوں) کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ ﷺ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ ﷺ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم (سمجھدار لوگوں) پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ (تحذیر الناس، ص ۳۔ مولوی قاسم نانوتوی۔ بانی مدرسہ دیو بند)

اسی کتاب میں مزید کھل کر لکھتے ہیں، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی (یعنی آخری نبی ہونے) میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ (ملاحظہ ہو تحذیر الناس، ص ۲۸)

مسلمانو! قاسم نانوتوی صاحب کی مذکورہ بالا دونوں کفریہ عبارات سے واضح ہوگیا کہ مولوی قاسم نانوتوی کے نزدیک حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی آخر الزماں نہیں ہیں اسی لئے تو انہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی نئے نبی کے پیدا ہونے کو جائز مانا اور 'قادیانی مذہب' کیلئے نیا دروازہ کھولا۔

مسلمانو! قاسم نانوتوی کی مذکورہ بالا عبارت کو ہرگز غفلت یا قلم کی لغزش قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ ان سے پہلے انہی کے پیشوا و امام اسماعیل دہلوی بھی کروڑوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی خبر دے چکے ہیں اور اس بات پر ایمان لا چکے ہیں کہ کروڑوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی کا اعلان سنئے۔ وہ کہتا ہے:۔

اس شہنشاہ (اللہ تعالیٰ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک حکم 'کن' سے چاہے تو کروڑوں نبی، ولی، جن، فرشتے، جبرائیل اور محمد (ﷺ) کے برابر پیدا کردے۔ (ملاحظہ ہو تقویۃ الایمان، ص ۴۶)

مسلمانو! فخرِ دو جہاں، امام الانبیاء، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے وہ محبوب نبی ہیں کہ جن کے مثل کوئی پیدا ہوا ہے نہ ہوگا۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے نظیر مثل جیسی کروڑ ہستیوں کو مزید تسلیم کرلیا جائے تو پھر آپ ہی بتایئے کہ خاتم النبیین کون ہوگا؟ کیا اس عقیدہ سے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہونے کا انکار نہیں ہو رہا؟ **یقیناً ہو رہا ہے۔**

اسی عقیدہ کا اظہار مفتی دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی بھی کر چکے ہیں وہ لکھتے ہیں، لفظ رحمۃ اللعالمین صفت خاصہ رسول ﷺ کی نہیں بلکہ دیگر اولیاء، انبیاء اور علماء بھی موجب رحمت عالم ہو سکتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ، ص ۴۰۰، ایچ ایم سعید، کراچی)

غور فرمایئے! مذکورہ بالا عبارت میں اس عقیدہ کی وضاحت کردی گئی ہے کہ رحمۃ اللعالمین حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کیلئے مخصوص نہیں بلکہ دیگر حضرات بھی رحمۃ اللعالمین ہو سکتے ہیں۔ **محترم مسلمانو!** یہ خیال ملحوظ ادب رہے کہ لفظ 'رحمۃ اللعالمین' حضور تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا لقب مبارک ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ لقب ان الفاظ میں عطا فرمایا:

وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمين (پ ۱۷۔ سورۃ الانبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کیلئے۔

مذکورہ بالا ارشادِ خداوندی سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا لقب 'رحمۃ اللعالمین' پر کوئی دوسرا فائز نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ تمام جہانوں کیلئے پیدا کیے گئے۔ آپ کی رحمت اوّلین و آخرین تمام جہانوں کیلئے ہے۔ کسی دوسرے کو یہ مقام و منصب مرتبہ و کمال حاصل ہرگز نہیں۔ اب اگر کسی دوسرے میں یہ کمال و مرتبہ اور مقام و منصب مان لیا جائے تو پھر اس کی رحمت بھی تمام عالمین کیلئے ماننا ہوگی جو کسی صورت میں جائز نہیں اور اس کو جائز ماننا یقیناً مقام مصطفیٰ کے مدمقابل لانے کی ایک ناپاک اور مذموم سازش ہے۔ 'رحمۃ اللعالمین' کے خطاب کا تاج صرف اور صرف حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اقدس پر رکھا گیا ہے کسی غیر کیلئے یہ ہرگز نہیں۔ مگر آپ نے پڑھا کہ مفتی دیوبند رشید احمد گنگوہی لقب 'رحمۃ اللعالمین' کی سند ہر کسی میں تقسیم کر رہے ہیں۔ مفتی دیوبند کی اس بندر بانٹ تقسیم کا یہ نتیجہ نکلا کہ دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی کے خلیفہ اعظم مفتی محمد حسن اشرفی کا جب انتقال ہوا تو ایبٹ آباد کے دیوبندی مہتمم مدرسہ نے ان کے غم میں اس طرح اپنے خیال کا اظہار کیا، آج نمازِ جمعہ پر یہ خبر جانکاہ سن کر دلِ حزیں پر بے حد چوٹ لگی کہ 'رحمۃ اللعالمین' (مفتی محمد حسن اشرفی) دنیا سے سفرِ آخرت فرما گئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تذکرہ حسن بحوالہ تجلی دیوبند و نوری کرن، فروری ۱۹۶۲ء)

محترم مسلمانو! ذرا سوچئے کہ جن کے امام اسماعیل دہلوی کا یہ عقیدہ ہو کہ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ ایک دو نہیں بلکہ کروڑوں اور محمد ﷺ پیدا کیے جاسکتے ہیں۔ جن کے مفتی کا یہ اعلان ہو کہ 'رحمۃ اللعالمین' کوئی دوسرا بھی ہوسکتا ہے تو پھر انہی کے ایک ساتھی مدرسہ دیوبند کے بانی قاسم نانوتوی نے ختم نبوت کا انکار کردیا تو اس میں کونسی حیرت اور تعجب کی بات ہے اسے ہرگز لاشعوری، غفلت اور قلم کی لغزش قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مولوی اسماعیل دہلوی سے لیکر مفتی دیوبند اور بانی مدرسہ دیوبند تک تینوں اکابرین دیوبند ایک ہی نظریے، ایک ہی سوچ، ایک ہی عقیدہ کی لڑی میں جڑے ہوئے ہیں۔ اسماعیل دہلوی نے جس جسارت و شقاوت کے ساتھ 'کروڑوں محمد ﷺ کے برابر پیدا کرڈالے' کا نظریہ پیش کیا اور جس حسد و کینہ کے ساتھ مفتی دیوبند رشید احمد گنگوہی نے 'رحمۃ اللعالمین' کا لقب ہر ایک کیلئے جاری کیا یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی نے آگے بڑھ کر انتہائی دریدہ دہنی سے ختم نبوت کا انکار کیا اور اس طرح قادیانی مذہب کو سہارا دے کر اس کی داغ بیل ڈالی اور مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۰ء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۰ء میں دعویٰ نبوت یعنی آخری نبی ہونے کا اعلان کیا اس نے دعویٰ نبوت کرتے ہوئے کہا، مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اس بناء پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں ہے بلکہ محمد ﷺ کا ہے، اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا پس نبوت و رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔ (نعوذ باللہ) (ملاحظہ کیجئے ایک غلطی کا ازالہ مصنف غلام احمد قادیانی)

مذکورہ بالا اعلان سے اس حقیقت کا واضح ثبوت ملا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو آخری نبی ظاہر کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے اس جھوٹے دعویٰ نبوت پر علمائے حق نے ان کی مخالفت میں احتجاج کیا اور ان کے خلاف فتوے جاری کئے۔ بالخصوص حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت امام احمد رضا خاں قندھاری، سیّد جماعت علی شاہ علی پوری اور ولایت علی شاہ گجراتی نے ان کے خلاف کتابیں تحریر کیں اور ان پر کفر کے فتوے جاری کئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے مذکورہ بالا جھوٹے دعوے کو سن کر ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ علمائے دیوبند بھی علمائے حق کی طرح سراپا احتجاج بن جاتے اور مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف مظاہرے اور گرفتاری کے مطالبے کرتے، مگر تاریخ کی یہ شرمناک حقیقت آج بھی تاریخ کے آئینہ میں اپنا مکروہ چہرہ لئے ہوئے موجود ہے کہ علمائے دیوبند نے مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں اس پر کفر کا فتویٰ تک نہیں لگایا۔ بلکہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے تو یہ فتویٰ دیا کہ مسلمان عورت اور قادیانی مرد کا نکاح ہو جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید)

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے یہ فتویٰ جاری کیا کہ قادیانی کے کفر کی انہیں تحقیق نہیں ہے۔ (امدادالفتاویٰ، ج ۵)

مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مولوی عبدالماجد دریا آبادی دیوبندی نے ۱۹۷۴ء کی تحریک میں بھی قادیانی کو کافر کہنے کی مخالفت کی اور اپنے رسالے 'صدق جدید' میں قادیانیوں کو برملا مسلمان لکھتے۔

۱۹۰۸ء میں جب مرزا غلام احمد قادیانی کا انتقال ہوا تو ابوالکلام آزاد نے اس کا نمازِ جنازہ پڑھایا اور اپنے پرچے الہلال میں قادیانی کی موت پر اداریہ لکھا اور اس کی موت کو اسلام کا بہت بڑا نقصان قرار دیا۔

دیوبندی امام مولوی ابوالکلام آزاد سے کسی نے سوال کیا، احمدی گروہ یعنی قادیانی کی شرکت اسلام میں مضر ہے یا نہیں؟ اس سوال پر یہ جواب دیا، اگر اشاعت اسلام کا کام یہ فرقہ (قادیانی) اپنا فرض سمجھتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ فرقہ اس میں شریک نہ ہو اس طرح تمام اہل قبلہ متحد و متفق ہو جائیں گویا ایک ہی خاندان کے فرزند ایک ہی شجر محبت و اخوت کے برگ و بار ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے الہلال ۱۴ جنوری ۱۹۱۴ء، ص ۲۶)

غور فرمایئے! مذکورہ بالا حقائق میں وہابی دیوبندی مولوی ابوالکلام آزاد نے قادیانیوں کو ایک ہی خاندان کے فرزند ایک ہی درخت کے برگ و بار قرار دے کر کس فراخ دلی کے ساتھ قادیانیوں کے ساتھ اتحاد اور محبت و اخوت کا رشتہ قائم کیا ہے۔ یہی ابوالکلام آزاد ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی کے جنازہ کیساتھ بٹالہ تک گئے۔ (ملاحظہ ہو عبدالمجید سالک کے نوازش نامے، ص ۱۵، ۱۶، تاریخ احمدیت، ج ۳ ص ۵۷۱)

وہابیوں کے پیشوا مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ڈنکے کی چوٹ پر یہ فتویٰ دیا کہ مرزائی امام کے پیچھے نماز ادا ہو جائے گی یعنی اگر وہ جماعت کرا رہا ہو تو جماعت میں مل جاؤ۔ (ملاحظہ ہو اخبار اہلحدیث، امرتسر، ۳۱ مئی ۱۹۱۲ء)

وہابی پیشوا مولوی ثناء اللہ کا ایک فتویٰ اور سنئے، میرا مذہب اور عمل یہ ہے کہ ہر ایک کلمہ گو کے پیچھے اقتداء جائز ہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی (قادیانی)۔ (ملاحظہ ہو اخبار اہلحدیث، امرتسر، ۱۲ اپریل ۱۹۱۵ء)

وہابی پیشوا کا آخری فتویٰ اور سن لیجیے، اگر عورت مرزائن ہے تو اس سے نکاح جائز ہے۔ (اخبار اہلحدیث، امرتسر، نومبر ۱۹۳۴ء)

مسلمانو! وہابیوں کے پیشوا مولوی ثناء اللہ امرتسری کا قادیانیوں کے پیچھے نماز ادا ہونے اور منکر ختم نبوت قادیانی عورت سے نکاح جائز ہونے کے ان نام نہاد فتوؤں کے بعد یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ وہابیوں کے پیشوا ثناء اللہ امرتسری قادیانیوں کے خیر خواہ اور ایجنٹ تھے۔ مولوی عبید اللہ سندھی نے اپنے سیاسی مکتوبات میں مرزا غلام احمد قادیانی کے پہلے خلیفہ حکیم نور دین کو اسلام کی عظیم ہستی کہا ہے۔

۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں سنّی عالمِ دین مولانا شاہ احمد نورانی نے قادیانی مذہب کے خلاف ایک قرارداد پیش کی جس میں اس وقت ۳۷ ارکان قومی اسمبلی نے دستخط کیے۔ اس وقت قومی اسمبلی میں دیوبند مکتبہ فکر کے علماء مولوی عبدالحکیم اور غلام غوث ہزاروی موجود تھے جنھوں نے ابتداء میں دستخط کرنے سے منع کر دیا تھا۔ آخر کیوں؟ اس کا جواب ہر اہل نظر اپنے دل اور ضمیر کی عدالت سے لے۔

محترم مسلمانو! ان تمام حقائق سے اس بات کا پتا چلا کہ دورِ حاضر میں قادیانیت کے خلاف اہل دیوبند کا شور و غوغہ سوائے فریب کے اور کچھ نہیں۔

مدرسہ دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی کی مذکورہ عبارات کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ حضور سیّد الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو 'خاتم النّبیین' سمجھنا، ماننا سمجھ دار لوگوں کا خیال نہیں ہے بلکہ نادان و ناسمجھ لوگوں کا خیال ہے۔ چودہ سو سال سے اب تک تمام اہل اسلام کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ یہی معنی تمام ائمہ اسلام، صوفیائے عظام اور معتبر علمائے دین نے بتائے۔

علامہ ابن نجیم 'الاشباہ والنظائر' میں تحریر کرتے ہیں، کوئی شخص جب حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ جانے تو وہ مسلمان نہیں۔ (ملاحظہ کیجئے الاشباہ و النظائر، ص ۲۶)

مگر مدرسہ دیوبند کے بانی قاسم نانوتوی صاحب نے سارا زور اسی بات پر دیا ہے کہ حضور مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نیا نبی پیدا ہونے سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ اس طرح بانی دیوبند 'خاتم النّبیین' کا انکار کر کے کافر و مرتد ہوئے کیونکہ ان کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں۔

مسلمانو! یہی 'تحذیر الناس' کتاب ہے جس نے گمراہی اور بے دینی پھیلا کر لاکھوں مسلمانوں کا ایمان برباد کر کے رکھ دیا اسلامی عقائد کو کچلا اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر انگریز سازش کو کامیاب بنایا اور اس طرح اپنی سرپرست انگریز حکومت کے احسانات کا بدلہ چکایا۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

انما انا قاسم واللّٰہ یعطی

ترجمہ: اللہ دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔

مذکورہ بالا ارشاد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے مگر جب بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کے بارے میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ سفر حج کے دوران راستے میں جو بھی ضروریات اشیاء ملتی وہ لوگوں میں بانٹ دیتے اور اپنے پاس کچھ نہ رکھتے عقیدت مندوں نے کہا حضور آپ تو سب ہی بانٹ رہے ہیں کچھ تو اپنے پاس بھی رکھئے تو قاسم نانوتوی نے کہا 'انما انا قاسم واللّٰہ یعطی'۔ (ملاحظہ ہو ارواح ثلثہ، ص ۲۹۷)

میں یہ مقدمہ تمام مسلمان بھائیوں کی ایمانی عدالت میں پیش کرتا ہوں کہ خدارا انصاف کا دامن ہرگز نہ چھوڑیں اور دوٹوک ہوکر اس کا فیصلہ دیں اور یہ بتائیں کہ جو الفاظ اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے لئے اپنی مقدس زبان سے نکالے وہی مقدس الفاظ بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی نے اپنی ذات سے منسوب کئے اور اپنی ذات کو مذکورہ بالا حدیث کا مصداق ٹھہرایا...... کیا یہ دعویٰ نبوت نہیں؟

مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبند مکتبہ فکر کے مقتدر عالم سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے مکالمہ الصدرین نامی کتاب میں دیوبند علماء کے اہم انکشافات بیان کئے ہیں جن میں سے ایک اہم انکشاف سنئے:۔

مولوی اشرف علی تھانوی کی انگریز نوازی

شبیر احمد عثمانی دیوبندی اپنے مکالمات میں لکھتے ہیں، حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی، تھانہ بھون انڈیا اور مولوی حسین علی پنجاب میں برطانوی محکمہ کے سول ایجنٹ تھے یہاں تک کہ تھانوی صاحب کو انگریز سرکار سے مال و دولت کے خاص ڈبل وظیفے مقرر کردیئے گئے تھے۔ (ملاحظہ کیجئے' مکالمۃ الصدرین، ص۹۔ مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی)

کسی نے کیا خوب کہا ہے 'گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے' اس انکشاف کے بعد دیوبندی عالم مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب کا ایک اور بیان سنئے جو انہوں نے مشہور دیوبندی سیاسی جماعت 'جمعیت علمائے ہند' کے وفد کے سامنے اس طرح دیا تھا، دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ہمارے اور آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا ہیں ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت برطانیہ کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ (مکالمۃ الصدرین، ص۹)

مسلمانو! دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کو چھ سو روپیہ ماہانہ ملنا یقیناً کسی سازش ہی کی وجہ سے تھا۔ انگریز حکومت چونکہ پہلے سے ہی مطمئن تھی کہ دیوبندی، وہابی مولوی پیدائشی طور پر انگریز راج کے وفادار اور جانثار اور دلی خیر خواہ ہیں۔ پس انہوں نے اس بات کا بھی فیصلہ کرلیا کہ دیوبندی حکیم الامت کو بھی برطانوی سازشوں میں شامل کرلیا جائے اس طرح ہم اپنے مذموم مقاصد میں جلد کامیاب ہوجائیں گے وہ اس لئے کہ تھانوی صاحب اپنے فتوؤں کے ذریعے بے دینی اور گمراہی کا سیلاب بہا سکتے ہیں اور پیری مریدی کی آڑ میں مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد اور اختلافات کی آگ اس طرح بھڑکا سکتے ہیں کہ شہر تو شہر، دیہات و قصبہ بھی جنگ و جدال کا اکھاڑا اور اختلاف کا گڑھ بن جائے گا۔ یہ سارے معاملات بڑی رازداری کے ساتھ طے کئے گئے تاکہ مسلمانوں کو کانوں کان خبر نہ ہو۔

مسلمانو! اشرف علی تھانوی کو ملنے والی چھ سو روپے کی یہ ماہانہ رقم موجودہ دور کے لحاظ سے کتنی بنتی ہے؟ ذرا اس کا بھی جائزہ لیتے ہیں ۱۹۲۵ء میں چاندی چھ آنے تولہ تھی جبکہ اس سے پہلے تین آنے تولہ تھی لہٰذا اشرف علی تھانوی صاحب کے زمانے میں ایک تولہ چاندی کی قیمت تین آنے یا ۱۸ پیسہ تھی جیسا کہ ہم جانتے ہیں:۔

ایک روپیہ	=	100 پیسے
10 روپے	=	1000 پیسے
100 روپے	=	10000 پیسے
600 روپے	=	60000 پیسے

گویا اشرف علی تھانوی صاحب کو ملنے والی چھ سو روپے (600) کی ماہانہ رقم ساٹھ ہزار (60000) پیسوں کے برابر تھی۔

جبکہ 18 پیسے میں چاندی کی مقدار = ایک تولہ

ایک پیسہ میں چاندی کی مقدار 18 / 1 تولہ

60000 پیسے میں چاندی کی مقدار = 18 / 1 x 60000

60000 پیسے میں چاندی کی مقدار = 3333.33 تولہ

آج کل ایک تولہ چاندی کی قیمت = تقریباً 200 روپے تولہ

لہٰذا 3333.33 تولے چاندی کی قیمت = 3333.33 x 200 روپے = 666666 روپے

معلوم ہوا کہ اس زمانے میں اشرف علی تھانوی کو ملنے والی چھ سو روپیہ کی ماہانہ رقم آج کے دور کے حساب سے 6,66,666 روپے ماہانہ ہوئی جو انگریز حکومت بطورِ وظیفہ مولوی اشرف علی تھانوی کو عطا کرتی تھی۔ اسی طرح تقریباً 80 لاکھ روپے کا سالانہ وظیفہ ملتا تھا۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ کیا مولوی تھانوی انگریز حکومت کے پیر ومرشد تھے؟ سرکار انگریز کے پیشوا تھے؟ آخر انگریزوں کو مولوی اشرف علی تھانوی سے ایسی کون سی عقیدت تھی کہ جس کے پیش نظر ان کو اس قدر بڑی رقم کا انگریزی وظیفہ ملتا تھا؟ جو لوگ انگریزوں کی چال بازی اور مکاریوں کی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں وہ اس حقیقت کو خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اشرف علی تھانوی نہ تو برطانوی حکومت کے پیر ومرشد تھے اور نہ ہی انگریزوں کے سرکاری پیشوا تھے بلکہ وہ حکومت برطانیہ کے آلہ کار اور برطانوی محکمہ کے سول ایجنٹ تھے اور مسلمانوں میں بدعقیدگی اور بدمذہبی پھیلا کر پھوٹ ڈالنے کا کام بڑی خوبی سے سرانجام دیتے تھے گویا وہ انگریزوں کے انتہائی سفید پوش اور راج دلارے ایجنٹ تھے۔ ان کے آرام و آسائش کا بڑا خیال رکھا جاتا تھا۔ اس حقیقت کو وہ خود ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔

ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا، اگر حکومت تمہاری ہو جائے تو انگریزوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرو گے؟ میں نے کہا، محکوم بنا کر رکھیں گے کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم بنا کر ہی رکھیں گے مگر ساتھ ہی انگریزوں کو نہایت راحت و آرام سے رکھا جائے گا اس لئے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے۔ (ملاحظہ کیجئے الافاضات الیومیہ، حصہ چہارم، ص ۲۹۷)

اشرف علی تھانوی کے اس قول سے یہ بھی واضح ہوا کہ وہ انگریز حکومت کے خیر خواہ تھے۔ اس حقیقت کو جاننے کے بعد اب ذرا اشرف علی تھانوی کے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں عقائد کی چند جھلکیاں بھی ملاحظہ کیجئے۔

اشرف علی تھانوی کے ایک مرید کا بیان پڑھیے جو انہوں نے اپنے پیر اشرف علی تھانوی کو خط کے ذریعے بھیجا۔

ایک روز کا ذکر ہے میں ماہنامہ 'حسن العزیز' دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا۔ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا۔ رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھ دیا اور سو گیا۔ کچھ عرصہ بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کی جگہ حضور (اشرف علی تھانوی) کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ 'تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہئے' لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے یعنی 'لا الہ الا اللہ اشرف علی تھانوی رسول اللہ' پڑھتا تھا۔ حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں۔ لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ (یعنی اشرف علی رسول اللہ) نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو میری یہ حالت ہوگئی کہ میں خواب سے بیدار ہوگیا۔ لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی۔

حالتِ خواب اور بیداری میں حضور (اشرف علی تھانوی) کا ہی خیال تھا لیکن حالتِ بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ 'اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے' بایں خیال بندہ بیٹھ گیا پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں۔ لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں: 'اللھم صلی علی سیدنا ومولانا اشرف علی نبینا' حالانکہ اب بیدار ہوں، خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی، خوب رویا اور بہت سی وجوہات ہیں جو حضور (اشرف علی تھانوی) کے ساتھ باعث محبت ہیں، کہاں تک عرض کروں'۔ (ملاحظہ کیجئے ماہنامہ 'الامداد' ص ۳۴، ۳۵، شمارہ نمبر ۸، جلد ۳، بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ھ بمطابق ۱۹۱۷ء۔ مطبوعہ مطبع امداد المطابع تھانہ بھون، انڈیا)

مسلمانو! اشرف علی تھانوی کے مرید کا خط آپ نے پڑھا' اس خط میں مرید نے دو طرح کی کیفیت بیان کی ہے ایک حالتِ خواب کی دوسری بیداری کی۔ اس خط کو پڑھنے کے بعد آپ بھائیوں کا یقیناً یہی گمان ہوگا کہ اشرف علی تھانوی نے اپنے مرید کے اس خواب کو شیطانی خواب قرار دیا ہوگا اور بیداری والے کفریہ جملوں سے توبہ کرا کے تجدید ایمان کی تلقین کی ہوگی اور رہا زبان کے بے قابو ہو جانے کا جھوٹا بہانہ، تو اسے شیطانی فریب ٹھہرایا ہوگا مگر آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ دیوبندی مکتبہ فکر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے 'اشرف علی رسول اللہ' اور 'اشرف علی نبینا' کی مالا جپنے والے مرید کی پیٹھ تھپکی، اس کی حوصلہ افزائی کی اسے اطمینان دلایا کہ 'خواب اور بیداری میں جو تمہیں واقعات پیش آئے وہ صرف اس لئے تھے کہ تم مطمئن ہو جاؤ کہ تمہارا گروہ اشرف علی تھانوی پیروسنت ہے'۔

دل کی تشنگی دور کرنے کیلئے تھانوی صاحب کا اصل جواب بھی ملاحظہ کیجئے:۔

جواب......اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس (پیر) کی طرف رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ 'الامداد' ص ۳۵، شمارہ ۸، جلد سوئم)

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
خود آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مسلمانو! دیوبندیوں، وہابیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے مرید کا خط اور اپنا جواب رسالہ الامداد میں شائع کر کے اپنے عقیدت مندوں اور مریدوں کو یہ تاثر دیا ہے کہ جس عقیدت مند مرید کی زبان سے بلا دریغ 'اشرف علی رسول اللہ' یا 'اشرف علی نبینا' ادا ہو جایا کرے تو اطمینان رکھے کہ وہ اپنے پیر کی محبت میں پکا ہے اور اس کا پیر تھانوی متبع سنت ہے اور جس کی زبان قابو میں رہے اور 'اشرف علی رسول اللہ' کلمہ پڑھنے پر تیار نہ ہو اس کیلئے کوئی تسلی نہیں وہ سمجھ لے کہ وہ تھانوی کا کچا مرید ہے۔

اگر یہ تاثر دینا مقصود نہ ہوتا تو اشرف علی تھانوی اپنے مرید کے خط اور اپنے جواب کو کتاب میں یوں شائع نہ کراتے۔ انگریز حکومت کی ٹھنڈی چھاؤں میں رہنے کا فائدہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے خوب اٹھایا کہ جس گمراہی کو چاہا اسے بے خوف وخطر ہو کر پھیلایا۔

نچا مارا ہے یکسر کیا عرب اور کیا عجم سب کو
خدا غارت کرے اس اختلاف دین و مذہب کو

پیارے مسلمانو! یہی وہ اشرف علی تھانوی ہیں جنہوں نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیشوا، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب کو (نعوذ باللہ) بچوں، پاگلوں، جانوروں اور چوپایوں کے علم کی طرح قرار دے کر شانِ رسالت میں کھلی گستاخی کی۔ (ملاحظہ کیجئے حفظ الایمان، ص ۹۔ مصنف مولوی اشرف علی تھانوی)

مسلمانو! تمہیں اپنے دین و ایمان کا واسطہ ذرا بتایئے! کیا ایمان اسی کا نام ہے کہ دربارِ رسالت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایسی گستاخی کی جائے اور اسے توہین نہ سمجھا جائے بلکہ عین ایمان جانا جائے۔ اگر کوئی اس گستاخی کو توہین نہیں سمجھتا تو اسے چاہئے کہ بھرے مجمع میں کسی دیوبندی مولوی سے یہ کہہ کر تجربہ کرلے:۔

☆ مولوی صاحب جب مولوی اشرف علی تھانوی کو تو اتنا ہی علم تھا جتنا بچوں اور پاگلوں کو ہے۔

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی کا علم تو ایسا تھا جیسے زید و بکر ہر ایرے غیرے کا ہے۔

☆ مولوی قاسم نانوتوی کو تو صرف اتنا ہی علم تھا جتنا ہر چوپائے کتے، گدھے، گھوڑے اور خنزیر کو ہے۔

آپ مذکورہ بالا جملے علمائے دیوبند کے سامنے پیش کریں آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ وہ ان سوالات کو اپنے علماء کی گستاخی سمجھتے ہیں یا نہیں۔ یقین جانئے وہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخی برداشت کرلیں گے مگر اپنے علماء کی توہین ہرگز برداشت نہیں کرسکتے۔

بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہی وہ گستاخی ہے جس پر آج تک عالمِ اسلام اور ملتِ اسلامیہ سوگوار ہے مگر انگریزوں کے پروردہ مولوی اشرف علی تھانوی اپنی زندگی کے آخری حصے تک اسی گستاخی پر ڈٹے رہے اور اس طرح انگریز ماہانہ 6 لاکھ 66 ہزار 666 روپے (6,66,666) اور سالانہ تقریباً 80 لاکھ روپے (7999992) روپے مولوی اشرف علی تھانوی پر خرچ کرکے بڑے فائدے میں رہے اور اس سودے میں انہیں گھاٹا نہ ہوا۔

مسلمانو! ہندوستان میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ بزرگ ہستی ہیں کہ آپ کی خداداد عظمت اور روحانیت کا فیضِ عام تقریباً نو سو برس کی تاریخ کا منہ بولتا ثبوت ہے لیکن جذبۂ دل کی ستم ظریفی دیکھئے کہ دیوبندی جماعت کے حکیم الامت یعنی مولوی اشرف علی تھانوی نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آستانہ عالیہ کا رشتہ بت خانے کی دہلیز سے ملا دیا۔ وہ لکھتا ہے، خواجہ صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے ساتھ لوگوں کو بالخصوص ریاست کے امراء کو بہت عقیدت ہے۔ اس پر خواجہ عزیز الحسن نے عرض کیا 'جب فائدہ ہوگا تب ہی عقیدت ہوگی'۔ تھانوی صاحب نے فرمایا 'اس طرح تو بت پرستوں کو بت پرستی میں بھی فائدہ ہوتا ہے یہ کوئی دلیل تھوڑا ہی ہے دلیل ہے شریعت۔ (کمالات اشرفیہ، ص ۲۵۲)

بت پرستوں کو بتوں سے کتنا فائدہ ہوتا ہے؟ اس کے فوائد کی تفصیل تو اشرف علی تھانوی ہی بتا سکتے ہیں کیونکہ وہی اس نقطہ سے روشناس ہوئے ہیں مگر قابلِ غور بات یہ ہے کہ ایک طرف تو عالمِ اسلام کی عقیدت و محبت تو دوسری طرف اشرف علی تھانوی صاحب کا بغض و حسد کہ جن کی نگاہ میں آستانہ غریب نواز 'پتھر کے صنم' سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

مسلمانو! آپ نے دیوبندی مکتبہ فکر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی انگریز نوازی اور اسلام دشمنی کے چند نمونے ملاحظہ کیے جس سے یہ واضح ہوا کہ انگریزوں نے اپنے غاصبانہ قبضے کو قائم رکھنے اور جہاد کو روکنے کیلئے ایسے زر خرید مولوی تیار کیے جنہوں نے ان کی غاصبانہ حکومت کو مستحکم اور مضبوط کیا۔ یہ عمل مولوی سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی سے شروع ہوا اور مختلف مراحل سے گزرتا ہوا قیامِ پاکستان تک جاری رہا۔ برصغیر کے لاکھوں مسلمان ان نام نہاد مولویوں کے دامِ فریب میں مبتلا ہو کر گروہوں میں بٹ گئے اس طرح ان زر خرید مولویوں کی تربیت اور تقریر و تحریر سے فرقہ واریت کا آغاز ہوا۔

انگریز حکومت کی خطرناک سازش

انگریزوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ایک اور خطرناک سازش تیار کی گئی۔ انگریز جانتے تھے کہ جس قدر وفادار علماء زیادہ ہوں گے اسی قدر ملک کے طول وعرض کو کنٹرول کیا جاسکے گا۔ لوگ فرقہ واریت کا شکار ہوں گے اور اس طرح مسلمانوں کی قوت کو دو حصوں میں باآسانی بانٹا جاسکے گا۔ جذبۂ جہاد ختم ہوگا اور محبوبانِ خدا انبیائے کرام اور اولیائے کرام سے تعلق کمزور پڑ جائے گا۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے چند ہی سال کے بعد جب حالات قدرے بہتر ہوئے تو انگریز دورِ اقتدار میں مسلمانوں کے دلوں سے عشقِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور جذبۂ جہاد کو ختم کردینے اور وفادار مولویوں کی ایک بڑی کھیپ تیار کرنے کی غرض سے ۱۸۶۶ء میں دیوبند میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ برٹش حکومت کی مدد سے بننے والا یہ مدرسہ دیکھتے ہی دیکھتے اس قدر ترقی کرتا گیا کہ اس کے اثرات پورے ملک پر اثرانداز ہونے لگے۔

یہ میرا الزام نہیں بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ مدرسہ دیوبند کا قیام اور اس کی بلند وبالا عمارتیں سب کچھ انگریز سرکار کی مدد سے بنیں۔ بارہا ایسا ہوا کہ دیوبندیوں کے بڑوں نے اپنے مدرسہ میں اسلام دشمن انگریزوں کو دعوتیں دیں، ان کی شان میں قصیدے پڑھے، تعریفیں کیں، مدرسہ دیوبند کیلئے امدادیں وصول کی گئیں۔ یہی نہیں بلکہ انگریزوں کی نظرِ عنایت سے دیوبندی مولویوں میں سے کسی کو 'شمس العلماء' کا خطاب دیا گیا تو کسی کو 'سر' کا خطاب ملا کوئی 'شیخ الہند' کے نام سے مشہور ہوا تو کوئی 'شیخ الاسلام' کے نام سے۔ مدرسہ کے 'دارالحدیث' میں اسلام دشمن انگریز گورنر جیمس کو جوتوں سمیت بٹھایا گیا پھر اس نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:۔

میں آپ سے ملا اور مجھے یہ یقین دلانے کا موقع ملا کہ (انگریز) گورنمنٹ آپکی اور اس مدرسہ کی نہایت وقعت اور منزلت کرتی ہے آپ خوب یقین کیجئے کہ جس وقت آپ خواہش کریں گے تو میں 'مدد' دینے کی کوشش کروں گا۔ (ملاحظہ کیجئے ہفت روزہ المشیر، مرادآباد، ۸ مارچ ۱۹۱۵ء، ص ۷ کالم ۱)

مسلمانو! اگورنر جیمس کے اعلان کے ایک ہی ہفتے بعد یہ خبر بھی شائع ہوئی کہ انگریز سرکار نے ایک لاکھ چار ہزار روپیہ نواب عبدالصمد صاحب کی وساطت سے دیوبندی علماء کو پہنچادیا۔ (ملاحظہ کیجئے اخبار المشیر، مرادآباد، ۲۵ مارچ ۱۹۱۵ء، ص ۹ کالم ۲)

مسلمانو! گزشتہ صدی میں رونما ہونے والے اس عظیم فتنہ کی حقیقت کا ایک اور منظر ملاحظہ کیجئے...... ۳۱ جنوری بروز یک شنبہ (اتوار کے دن) لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے اس 'مدرسہ دیوبند' کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا اس کے معائنے کی رپورٹ کی چند سطور ملاحظہ فرمایئے...... انگریز گورنر کے نمائندے نے کہا، جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپے کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں (مدرسہ دیوبند میں) کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کر رہا ہے یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے۔ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار اور معاون سرکار ہے۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب مولانا محمد حسن نانوتوی، ص ۲۱۷)

مولانا پروفیسر محمد انوار الحسن دیوبندی ایک اور انکشاف کرتے ہیں، تمام اندرونی اور بیرونی صدمات اور حوادث کے بعد جو نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی کامیابی و شہرت مدرسہ کو حاصل ہوئی وہ سر جان ڈگس لاٹوش لیفٹیننٹ گورنر ممالک متحدہ آگرہ اودھ کا بغرض خاص معائنہ مدرسہ دیوبند آنا تھا۔ ۶ جنوری یوم جمعہ کو ٹھیک دس بجے دن بذریعہ ریل اجلال کیا۔ (روئیداد مدرسہ دیوبند ۱۳۲۲ھ، ص ۷، ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی، ستمبر ۱۹۶۰ء)

مدرسہ دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی کے انتقال کے بعد انکے فرزند مولوی حافظ محمد احمد مدرسہ دیوبند کے پرنسپل اور مہتمم بنے۔ انہیں حکومت برطانیہ نے شمس العلماء کا خطاب عطا کیا۔ یہ خطاب انہیں کیوں ملا؟ دیوبندی وہابی ماہنامہ 'الولی' سے سنئے:۔

مولانا محمد احمد کو دارالعلوم اور اس کے حلقہ اثر میں برٹش مفادات کے تحفظ کیلئے خدمات کے اعتراف میں انہیں اس خطاب اور سند سے نوازا گیا۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ الولی ص ۳۱، بابت ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۹۱ء)

ماہنامہ 'الولی' کا ایک بیان اور سنئے...... دیوبند کے حالات اور شیخ الہند کی مصروفیات، مشاغل اور کارگزاریوں کے بارے میں جو ماہانہ رپورٹیں دی گئیں اور نہایت مستعدی کے ساتھ انگریز کی وفاداری کا ایک ایک عمل بجالایا گیا ان خدمت کے صلے میں شمس العلماء کا خطاب پایا۔ نقد انعام، جاگیر اور ماہانہ وظیفہ پایا۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ الولی)

مولوی قاسم نانوتوی کے صاجزادے کا سر جیمس مسٹن (گورنر یوپی) کی خدمت میں شمس العلماء کا خطاب ملنے پر شکریہ نامہ ملاحظہ کیجئے:۔

یور آنر کی خدمت میں ان کے توسط سے ہندوستان کے حکمران ہزایکسیلنسی وائسرئے کی خدمت میں مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم (دیوبند) کو شمس العلماء کا خطاب اور خصوصی سند مرحمت فرمانے پر جو کہ علماء کی عزت افزائی اور شاہی عطایہ کی روایت کا نمونہ ہے اپنے پر خلوص قلبی جذبات تشکر کا اظہار کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ الولی ص ۳۰،۳۱، نومبر، دسمبر ۱۹۹۱ء)

ماہنامہ مزید لکھتا ہے، ہم اختتام پر...... ایک بار پھر گرم جوشی کے ساتھ یور آنر کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو صوبے کے اولوالعزم حکمران اور دارالعلوم کے ہمدرد بہی خواہ ہیں...... ہم یور آنر کی ترقی اور خوشحالی کیلئے دعا گو ہیں۔ (ماہنامہ الولی ص ۳۴، نومبر، دسمبر ۱۹۹۱ء)

ماہنامہ 'الولیٰ' کی ایک رپورٹ اور سنئے...... ریشمی خطوط سفارش کیس کا تعارفی حصہ جس میں حکومت برطانیہ کی سی آئی ڈی حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم کا تعارفی نوٹ یوں لکھتی ہے۔

محمد احمد حافظ شمس العلماء پسر محمد قاسم (نانوتوی) بانی مدرسہ دیوبند کا مہتمم یا پرنسپل ہے اور وفادار ہے۔ (ملاحظہ کیجئے کون کیا ہے، ص ۵۳ بحوالہ ماہنامہ الولی، جنوری، فروری ۱۹۹۲ء، ص ۳۸، ۳۹)

مدرسہ دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی کے فرزند کا دوسرے مقام پر اس طرح تعارف کرایا...... مدرسہ کے پرنسپل شمس العلماء مولوی حافظ محمد احمد جو اس ادارے کے مرحوم بانی کے فرزند ہیں وہ وفادار اور شریف آدمی ہیں۔

حکومت برطانیہ کی نوازشوں کا ایک منہ بولتا ثبوت اور ملاحظہ کیجئے۔ دیوبند مکتبہ فکر کے مولوی مناظر احسن فرماتے ہیں:۔

اللہ اللہ! وہ کتنی کڑی اور سخت گھڑی تھی۔ جب حکومت قائمہ (برطانیہ) کی طرف سے حضرت مفتی محمد احمد صاحب کے نام پر فرمان مدرسہ میں آیا کہ شہری علاقہ میں زمین کا ایک بڑا سرسبز و شاداب رقبہ آپ کی خدمت میں حکومت پیش کرتی ہے۔ شاید سینکڑوں ایکڑ یا بیگھے پر حکومت کا یہ رقبہ مشتمل تھا۔ (ماہنامہ دیوبند مکتبہ / دارالعلوم مکتبہ شوال ۱۳۷۲ھ بحوالہ ماہنامہ الولی، جنوری، فروری ۱۹۹۲ء، ص ۳۹)

ماہنامہ 'الولیٰ' لکھتا ہے، مولانا مطلوب الرحمٰن عثمانی کے دوسرے بھائی حبیب الرحمٰن عثمانی (نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند) مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی (مفتی و مدرس دارالعلوم) اور شبیر احمد عثمانی (مدرس دارالعلوم) تھے۔ تینوں بھائیوں کا تعلق شمس العلماء پارٹی سے تھا۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ الولی ص ۲۱، بابت ماہ جنوری، فروری ۱۹۹۲ء)

دارالعلوم دیوبند کے اسلامی مرکز میں ہونے والے ایک یادگار جلسے کی روداد بھی سنئے...... ہزآنر (گورنر یوپی سرجیمس مسٹن) نے یکم جنوری ۱۹۱۵ء کو دارالعلوم کا دورہ کیا۔ ہزآنر کا شاندار استقبال کیا گیا۔ دارالعلوم کے تمام افراد کی موجودگی رہی (خیر مقدمی اور شکریے کی) تقاریر کا تبادلہ ہوا اور اس کے بعد دارالعلوم کے کتب خانے میں خوشگوار ماحول میں دل کھول کر آزادانہ تبادلہ خیال ہوا۔ اس طرح باہم دوستی اور تعلقات قائم ہوئے۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ الولی ص ۲۰، بابت ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۹۱ء)

ماہنامہ 'الولی' مزید انکشاف کرتا ہے۔ دارالعلوم میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی کے صاحبزادے شمس العلماء مولانا محمد احمد اور دیوبند کے نامور عثمانی خاندان کے بطل جلیل حبیب عثمانی اپنے برادران گرامی قدر مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی اور علامہ شبیر احمد عثمانی کے ساتھ دارالعلوم کے کتب خانے کی خلوت گاہ میں مصروف راز و نیاز تھے اور سرجیمس مسٹن کے ذریعے دنیا کے سب سے بڑے استعمار اور قوم و وطن دشمن حکومت سے روابط استوار اور مستحکم کر رہے تھے۔ (ماہنامہ الولی ص ۲۰، بابت ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۹۱ء)

مدرسہ دیوبند کا پہلا شاگرد محمود الحسن جسے علمائے دیوبند 'شیخ الہند' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں حیدرآباد سے شائع ہونے والا دیوبندی وہابی مکتبہ فکر کا ماہنامہ 'الولی' اس طرح انکشاف کرتا ہے...... حضرت شیخ الہند نے جدید تعلیم یافتہ طبقے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اپنے ساتھ ملانے اور دونوں کے مابین خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی۔ مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) کے صاحبزادہ آفتاب احمد خان کو دارالعلوم آنے کی دعوت دی۔ آپ کی مساعی سے ایک معاہدہ طے پایا کہ دارالعلوم کے طلبہ علی گڑھ جائیں گے اور مختصر مدت میں انگریزی کے ایک مخصوص نصاب کی تکمیل کریں گے اور علی گڑھ کے فارغ التحصیل دیوبند آئیں گے اور مختصر مدت میں عربی زبان اور اسلامیات و قرآن کے ایک خاص نصاب کی تکمیل کریں گے۔

اس معاہدے کے تحت جو پہلا طالب علم انیس احمد دیوبند آیا وہ سی آئی ڈی کا شخص تھا۔ علی گڑھ کے ایک طالب علم نے انگریز کیلئے اگر جاسوسی کا فریضہ انجام دیا تھا تو دارالعلوم کا محکمہ اس سے زیادہ گھٹیا انداز میں جاسوسی اور رپورٹنگ کے ذریعے یہی خدمت انجام دے رہا تھا۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ الولی ص ۱۶، بابت ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۹۱ء)

ماہنامہ آگے چل کر مزید انکشاف کرتا ہے...... انیس احمد کے فرائض منصبی میں شامل تھا کہ وہ دیوبند اور اس کے بزرگوں کے حالات اپنی گورنمنٹ کو مطلع کرے۔ اس کیلئے یہ کوئی جرم نہیں تھا۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے بھائی مولوی مظہر علی بھی سی آئی ڈی کے محکمے میں ملازم تھے۔ اگر یہ ملازمت حرام ہوتی تو حضرت تھانوی انہیں ملازمت کرنے کیوں دیتے بلکہ وہ اس کے حرام ہونے کا فتویٰ دیتے۔ مولوی مظہر علی نے بھی دیوبند اور سہارن پور کے اسی ماحول میں اور اسی زمانے میں اپنے فرائض منصبی ادا کئے تھے۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت تھانوی کے ذریعے دارالعلوم اور حضرت شیخ الہند کے بارے میں بہت سی خفیہ معلومات سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا تھا۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ الولی ص ۱۶، ۱۷، بابت ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۹۱ء)

مسلمانو! مدرسہ دیوبند میں گورنر جیمس کے دورے، لیفٹیننٹ گورنر سر جان ڈگس لاٹوش کے معائنے، خفیہ معتمد مسٹر پامر کے جائزے، نواب عبدالصمد کے ذریعے ایک لاکھ چار ہزار روپے مدرسہ دیوبند میں پہنچانے اور دیگر حقائق سے یہ بات واضح ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ مدرسہ دیوبند کی ترقی کا راز انگریز گورنروں اور ان کے خصوصی نمائندوں کی بھرپور مالی امداد کا نتیجہ تھا اور یہ مدرسہ انگریزوں کے خلاف نہیں تھا بلکہ ان کا معاون اور حق میں تھا اس سے علمائے دیوبند کے اس جھوٹ کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے جس میں یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ مدرسہ دیوبند برٹش حکومت کے خلاف سیاسی سرگرمیوں کا بہت بڑا گڑھ تھا۔

ذرا سوچئے! جس مدرسہ کو چلانے والے عیسائی انگریز ہوں اس مدرسہ کو باغیانہ سرگرمیوں کا اڈہ کہنا تاریخ کو مسخ کردینے اور آنکھوں میں دھول جھونک دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔

بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی کے نواسے قاری طیب تحریر کرتے ہیں، مدرسہ دیوبند کے ارکان میں اکثریت ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک وشبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ (حاشیہ سوانح قاسمی، ج ۲ص ۲۴۷ بحوالہ فتویٰ نذیریہ، ص ۳۶)

اے باشعور مسلمانو! اوپر دی گئی عبارات کا ذرا جائزہ لیں سورج سے بھی زیادہ چمکتے ہوئے ان حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ برٹش حکومت 'مدرسہ دیوبند' کی تعمیر و ترقی میں کس قدر مہربان تھی گویا مدرسہ دیوبند کی ترقی کیلئے سرکاری خزانوں کے منہ کھول دیئے گئے تھے۔ اشرف علی تھانوی صاحب کو ملنے والا چھ سو روپیہ ماہانہ وظیفہ آج کے دور میں چھ لاکھ، چھیاسٹھ ہزار، چھ سو چھیاسٹھ (6,66,666) روپے کے برابر ہوتا ہے۔ ذرا سوچئے مدرسہ دیوبند کی تعمیر اور ترقی کیلئے ملنے والی ایک لاکھ چار ہزار روپیہ کی رقم آج کے دور میں کتنی بڑی اور خطیر رقم ہوگی؟

1915ء میں ملنے والی اس عیسائی امداد کا تخمینہ اگر تین آنہ تولہ چاندی کے حساب سے شمار کیا جائے تو کل رقم گیارہ کروڑ، پچپن لاکھ، پچپن ہزار، پانچ سو، چون (11,55,55,554) روپے بنتی ہے جو ہر اہل نظر کی آنکھیں کھول دینے کیلئے کافی ہے۔

انگریزی دور میں پرورش پانے والے اس مدرسہ دیوبند نے برصغیر میں نئی تاریخ نئے خیالات نئے عقائد اور نئے تجربے کو جنم دیا۔ دیوبند میں قائم ہونے والے اس مدرسے کی تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ وہ تمام پرانے اسلامی عقائد و نظریات جو ہندوستان کے سنّی مسلمانوں کو بزرگانِ دین سے ورثے میں ملے تھے شرک و کفر قرار دیئے جانے لگے۔

علم سے نا آشنا سنّی مسلمان عدمِ واقفیت کے سبب عقائد کے معاملے میں انتشار و افتراق کا شکار ہونے لگے۔ نئے عقائد و نظریات کو پھیلانے، مسلمانانِ برصغیر پاک وہند کے اسلامی عقائد کو مسخ کرنے اور اُمتِ رسولِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ٹکڑیوں میں بانٹنے کیلئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ علمائے دیوبند سنّی مسلمانوں کے ساتھ مکر و فریب سے کام لیں۔ مصلحت کے تحت میلاد و قیام بھی کرلیں، نیاز و فاتحہ کا کھانا بھی کھالیں، اگر ضرورت پیش آجائے تو اپنے علماء کو برا بھلا بھی کہہ لیں۔ جیسے بھی ممکن ہو مکر و فریب سے کام لیتے رہیں کبھی نہ کبھی تو لوگ وہابیت اور دیوبندیت اختیار کرہی لیں گے۔

یہ حقیقت ہے کہ دہلی میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مدرسے بھی تھے جو اپنے اپنے انداز میں مخیّر مسلمانوں کے تعاون سے محدود پیمانے پر دینی خدمات سرانجام دے رہے تھے اور اس دوران مغل بادشاہ بھی مسلمان علماء کی امداد کرتے رہے۔ مگر ہندوستان کی تاریخ آج بھی بطورِ گواہ موجود ہے کہ دہلی میں کسی بہت بڑے دارالعلوم کا نام ونشان کسی تاریخ میں ملتا ہے نہ آثار قدیمہ میں، جو چھوٹے چھوٹے مدرسے تھے انگریزوں نے اسے بھی اپنے لئے خطرہ تصور کیا اور ہندوستان بھر کے دینی مدرسوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی۔ مگر یہ کیا عجب تماشہ ہے کہ ایک طرف تو ہندوستان بھر کے مدرسے ختم کئے جارہے ہیں اور دوسری طرف دیوبند میں دنیا کا سب سے بڑا مدرسہ تیار کرایا جارہا ہے اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ اس مدرسہ کے ذریعہ مصنوعی مجاہدین اور جعلی علماء کی کھیپ تیار کی جائے جو دہلی کے محدثین کی جگہ لیں۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کی آبادی سے دور ایسی جگہ مدرسہ بنانے کا منصوبہ بنایا جو دیوی دیوتاؤں کا گڑھ تھا جو مشرکین کی مشہور تیرتھ گاہ تھی۔ تاریخی کتابوں میں جس کا نام دیوی کنڈ تھا اس سے پہلے اس بستی کا نام 'دیبی بن' یعنی دیوؤں کا جنگل تھا۔ (ملاحظہ ہو کتاب اتر پردیش، جلد اوّل)

تاریخ دیوبند میں لکھا ہے کہ ہندوؤں کی ایک زبردست تیرتھ ہونے کی وجہ سے دیوکنڈ دیوی بند کے نام سے مشہور ہے اور اس پر آج بھی ہندوؤں کا سالانہ میلا لگتا ہے۔ یہ بستی مرکزیت کی حامل ہے اور اس بستی کا قدیم نام دیبی بن تھا جو کثرت استعمال سے دیوبند کے نام سے مشہور ہوا۔ (ملاحظہ ہو دارالعلوم دیوبند، حصہ اوّل، ص ۱۰)

معلوم ہوا کہ دیوبند کا پہلا نام دیوی بند یعنی دیوؤں کا جنگل تھا جو بعد میں دیوبند کے نام سے مشہور ہوا۔

دیوبند میں مدرسہ بنانے کا مقصد یہی تھا کہ مدرسہ اور مندر ساتھ ساتھ ہی رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کرنے کیلئے انگریزوں کے کہنے پر دیوی بن جیسی خفیہ جگہ پر مدرسہ قائم ہوا تو ہندوؤں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور دل کھول کر چندہ دیا۔ سوانح قاسمی نامی کتاب میں اب بھی یہ ثبوت موجود ہے کہ چندہ دینے والوں کی فہرست میں اسلامی ناموں کے ساتھ پہلو بہ منشی تلسی رام، رام سہائے، منشی ہردواری لال، لالہ بیجناتھ، پنڈت سری رام، منشی موتی لال، رام ارل، سیوا رام جیسے نام بھی مسلسل ملتے چلے جاتے ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے سوانح قاسمی، ج ۲ ص ۳۱۷)

اس مدرسہ کے قیام کا جس دن فیصلہ ہوا وہ جمعرات کا دن تھا محرم کی ۱۵ تاریخ ۱۲۸۳ھ مطابق ۳ مئی ۱۸۶۶ء۔

ٹھیک چودہ سال بعد مدرسہ دیوبند کا تعمیری منصوبہ مکمل ہوا اور ۱۸۸۰ء میں باقاعدہ مدرسہ کا تعلیمی آغاز ہوا۔ مدرسہ کی افتتاحی تقریب کی وضاحت کرتے ہوئے دیوبند رسالہ ماہنامہ اقراء وضاحت کرتا ہے، افتتاح کے وقت جو لوگ موجود تھے ان کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ بلند پایہ عالم مولانا محمود بحیثیت استاد رونق افروز ہیں۔ ان کے سامنے دیوبند کا ایک طالب علم نہایت ادب واحترام کے ساتھ کتاب کھول کر بیٹھا ہے۔ حسن کرشمہ الٰہی کہ اس کا بھی نام محمود ہے جو بعد میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے نام سے مشہور ہوا بعض لوگوں نے یہ نیک فال نکالا کہ یہ مدرسہ محمود ہوگا۔ بعد کے واقعات نے اندازے کو صحیح ثابت کیا کہ ایک استاد ایک طالب علم سے جس مدرسہ کا آغاز ہوا تھا وہ آج از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ہے۔ الحمدللہ ایک استاد اور ایک شاگرد کی اکائی ہزاروں میں نہیں بلکہ لاکھوں میں پہنچ گئی۔ علم نبوت کی اس جھیل سے ہزاروں شیریں چشمے دنیا کے چپہ چپہ کو سیراب کر رہے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ اقراء، ص ۷۸)

معلوم ہوا کہ مدرسہ دیوبند کا آغاز ۱۸۸۰ء میں ایک استاد اور ایک طالبِ علم سے ہوا تھا اور اس وقت پوری دنیا میں دیوبندیوں کا وجود تک نہیں تھا۔ مگر اس مدرسہ کی تکمیل کے بعد مدرسہ دیوبند کو جو عروج ملا اور مدرسہ نے وہ عالی شان ترقی کی کہ ایک طالب علم کی اکائی ہزاروں میں نہیں بلکہ لاکھوں میں ہوگئی اور اس مدرسے کی شاخیں دنیا بھر میں کھول دی گئیں اور پوری دنیا کو مدرسہ دیوبند کی جھیل سے سیراب کر دیا گیا۔

انگریزوں کی ایک اور خطرناک سازش

مدرسہ دیوبند سے متعلق چند اہم انکشافات سن لینے کے بعد انگریزوں کی ایک اور خوفناک سازش ملاحظہ کیجئے۔ جس کا انکشاف دیوبندی شمس العلماء پارٹی کے اہم رکن اور ۱۹۱۵ء میں اسلام دشمن انگریز سر جیمس مشن سے دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے کی خلوت گاہ میں راز و نیاز کی باتیں کرنے والے اور انگریزوں سے باہمی دوستی کرنے والے علمائے دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے کی۔

مولوی شبیر عثمانی نے کہا، تبلیغی جماعت اسی (انگریز) بہادر کے سرمایہ وجود میں آئی۔ (ملاحظہ کیجئے مکالمۃ الاصدرین، ص ۸)

مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی کے اس انکشاف سے یہ واضح ہوا کہ انگریزوں نے تبلیغ کے نام پر تبلیغی جماعت بنائی۔

برصغیر کے مسلمانوں کو دیوبندی وہابی بنانے کی غرض سے ایک 'تبلیغی جماعت' بھی قائم کردی گئی۔ جس کا مرکز دہلی میں بنایا گیا۔ وہ دہلی جو مزراتِ اولیائے کرام کا مرکز کہلاتا ہے جسے 'بائیس خواجہ کا شہر' کہا جاتا رہا ہے۔ اس شہر کی نظام الدین بستی میں مسلمانانِ پاک و ہند کو اولیائے کرام کے آستانوں سے دور کرنے کیلئے انگریز پالیسی کے تحت ایک مرکز قائم کیا گیا۔

وہ ملتِ اسلامیہ جسے بزرگانِ دین نے کلمہ توحید پڑھا کر، عشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بنیاد پر مستحکم و منظم کیا تھا۔ وہ مسلمان جسے داتا گنج بخش علی ہجویری نے کلمہ طیبہ پڑھایا۔ وہ عظیم قوم جسے خواجہ معین الدین چشتی نے قرآن کریم پڑھایا تھا۔ وہ خوش قسمت جسے حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر کے ہاتھوں پر بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا آج اسی ملتِ اسلامیہ اور اس عظیم خوش بخت قوم کی اولاد کو فتنہ و فساد اور انتشار و افتراق کی بھینٹ چڑھانے کیلئے اور بزرگانِ دین کی سالہا سال کی محنت کو پیوندِ خاک کرنے کیلئے تبلیغی جماعت کی داغ بیل ڈالی گئی۔

وہ غیر اسلامی عقائد و نظریات جسے 'وہابی تحریک' کے ہندی بانی 'سید احمد صاحب اور اسماعیل دہلوی' بزور شمشیر نافذ نہ کرسکے ان غلط عقائد و نظریات کو تبلیغی جماعت بغیر تلوار کے مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کرتی رہی اور تبلیغی جماعت کے تبلیغی چلوں کے ذریعے بزرگانِ دین کی محبت مسلمانوں کے دلوں سے نکالی جاتی رہی انتہائی ہوشیاری اور بغیر کسی فکری تصادم کے لاکھوں مسلمانوں کو وہابی حلقوں میں داخل کرلیا گیا۔ بڑے پراسرار طریقے سے اہلسنت و جماعت کی ہزارہا مساجد کو اپنے قبضے میں لیتے گئے۔ اپنے بڑے بڑے دارالعلوم اور مدارس مسلمان بستیوں میں تعمیر کرتے گئے اس طرح مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرتے رہے۔

پھر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نہ صرف دیوبندی وہابی جماعت کی ہمنوا بن گئی ہے بلکہ ذہنی طور پر 'کل' کے سنی مسلمان 'آج' اتنے بدل ہوچکے ہیں کہ اب اگر لاکھ انہیں دلائل دے کر سمجھایا جائے تو پھر بھی وہ کسی صورت میں دیوبندیوں کے غیر اسلامی باطل عقائد کے خلاف سننا پسند نہیں کرتے۔

ہم کریں بات دلیلوں سے تو رد ہوجائے

ان کے ہونٹوں کی خاموشی بھی سند ہوجائے

اگر نگاہوں پر بوجھ نہ ہو تو اس موقع پر ذرا تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس دہلوی کا فکری مزاج بھی ملاحظہ کیجئے جو رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر وفادار اُمتی کی ایمانی غیرت کو جھنجھوڑ دینے کیلئے کافی ہوگا۔ مسلمانو! تبلیغی جماعت کے بانی کا نام مولوی الیاس دہلوی ہے جو مدرسہ دیوبند کا تربیت یافتہ ہے اور اسے دیوبندی علماء کے قائدین میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی تبلیغی جماعت کے عقائد وہی ہیں جو ان کے دیگر مولویوں کے ہیں۔ عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے صرف اتنا کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا کسی فرقے سے تعلق نہیں۔ اس جماعت کا مشن علم سے بے خبر دنیا دار مسلمانوں کو تبلیغ اور دین کے نام پر کئی کئی ماہ و سال کے چلوں پر لے جانا ہے۔ مسلمان اسلام اور دین کی تبلیغ کے نام پر ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور ان کی صحبت کے اثر سے وہابی عقیدہ میں خود بخود ڈھل جاتے ہیں۔

مولوی الیاس دہلوی کی تربیت کن مولویوں کی صحبت میں ہوئی اس کا انکشاف تبلیغی جماعت کے سرگرم مبلغ مولوی ابوالحسن ندوی اس طرح کرتے ہیں، حضرت مولوی رشید احمد گنگوہی کی صحبت اور مجالس کی دولت مولوی محمد الیاس صاحب کو شب و روز حاصل تھی۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب دینی دعوت، ص ۴۵)

پچھلے صفحات میں آپ مولوی رشید احمد گنگوہی کے نظریات پڑھ چکے ہیں۔ مولوی الیاس نے ان کی مجالس اور صحبتوں میں بیٹھ کر وہابیت کے فروغ کیلئے کتنا بڑا وہابی منصب پایا ہوگا۔ مولوی ابوالحسن ندوی مزید انکشاف کرتے ہوئے لکھتا ہے، انسان کی زندگی میں مقام اور ماحول کا اثر قبول کرنے کا جو بہترین زمانہ ہوسکتا ہے مولوی محمد الیاس صاحب کا وہ زمانہ گنگوہ میں گزرا۔ جب گنگوہ آئے تو دس بارہ سال کے بچے تھے۔ جب ۱۳۲۳ھ میں مولانا گنگوہی نے وفات پائی تو بیس سال کے جوان تھے۔ گویا دس سال کا عرصہ مولانا کی صحبت میں گزارا۔ (ملاحظہ کیجئے دینی دعوت، ص ۴۵)

معلوم ہوا کہ مولوی الیاس دہلوی کا مولوی رشید احمد گنگوہی کی صحبت میں بیٹھنے کا یہ سلسلہ دس برس کی عمر سے شروع ہوا اور بیس سال کی عمر تک جاری رہا۔ یعنی ان کی صحبت میں بیٹھ کر جوان ہوئے اور انہی سے تربیت پائی۔ یہ دس سال کا زمانہ ایک خاص مقصد کے تحت انہوں نے گنگوہی کے پاس رہ کر گزارا۔

مولوی ابوالحسن ندوی لکھتا ہے، مولوی الیاس صاحب کے غیر معمولی حالات کی بناء پر ان کی خواہش و درخواست پر بیعت کرلیا۔ مولوی کی فطرت میں شروع ہی سے محبت کی چنگاری تھی۔ آپ کو مولوی رشید احمد گنگوہی سے ایسا قلبی تعلق پیدا ہوگیا کہ آپ کے بغیر تسکین نہ ہوتی۔ فرماتے تھے کہ کبھی کبھی رات کو اُٹھ کر صرف چہرہ دیکھنے کیلئے جاتا۔ (ملاحظہ کیجئے دینی دعوت، ص ۴۶)

مسلمانو! مولوی رشید احمد گنگوہی سے تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس دہلوی کے تعلقات کا اندازہ لگایئے کہ دونوں مولویوں میں کس درجہ باہمی لگاؤ تھا کہ مولوی الیاس لڑکپن کی عمر ہی سے گنگوہی صاحب کا چہرہ دیکھنے کیلئے راتوں کو اٹھ اٹھ کر ان کی آرام گاہ میں پہنچ جاتے اور جب تک ان سے مل کر صحبت کا لطف نہ اٹھا لیا جاتا انہیں چین نہ پڑتا تھا۔ دیوبندیوں کے ان دونوں مولویوں کی باہمی محبت اور راتوں کو اٹھ کر ایک دوسرے کے پاس جانے کی عادت سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ راتوں کو اٹھ کر کیوں جاتے اور وہ انہیں اپنے شبستان میں آنے کی اجازت کیوں دیتے۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ بتانا مقصود صرف یہ ہے کہ جس مولوی الیاس پر مفتیِ دیوبند کی صحبت کا فیضان اس حد تک حلول کر گیا ہو اور دس بارہ سال تک جنہوں نے ان کی تربیت میں گزارے ہوں ذرا بتایئے ان کی نجدیت، وہابیت، انگریز دوستی اور اسلام دشمنی میں بھلا اب بھی کچھ شک ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ مولوی الیاس دہلوی کی وہابیت سے عقیدت کا اندازہ لگایئے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی کی وفات کے بعد مولوی الیاس نے اپنا تعلق مولوی خلیل احمد سہارن پوری سے جوڑ لیا۔ جنہوں نے ان کی نگرانی اور رہنمائی کی۔ (ملاحظہ کیجئے دینی دعوت، ص ۴۹، ۵۰)

مولوی خلیل احمد سہارن پوری دیوبندی کے پیشواؤں میں شمار کئے جاتے ہیں اور یہ بھی اپنے بڑوں کی طرح حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخ اور بے ادب تھے۔ انہوں نے اپنی ایک کتاب میں خواب کی آڑ لے کر حضور کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے لکھا کہ ایک صالح یعنی نیک شخص فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اُردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آئی آپ تو عربی ہیں۔ فرمایا کہ جب سے دیوبند مدرسہ کے علماء سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی۔ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔ (براہین قاطعہ ص ۲۶)

اس من گھڑت خواب کے ذریعے کی جانے والی گستاخی کا اندازہ لگایئے کہ محض اپنے مدرسہ دیوبند کا رُتبہ دنیا پر ظاہر کرنے کیلئے یہ گستاخانہ جملے کہے کہ حضور نے اُردو علمائے دیوبند سے سیکھی گویا علمائے دیوبند استاد تو نعوذ باللہ حضور کو شاگرد بنا دیا۔ (نعوذ باللہ)

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے مولوی الیاس لکھتا ہے، حضرت مولوی تھانوی نے بہت بڑا کرم کیا۔ بس میرا دل چاہتا ہے تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو۔ (ملفوظات مولوی الیاس، ص ۴۷)

مسلمانو! ان حقائق کو جاننے کے بعد کیا اب بھی اس حقیقت کو تسلیم کرلیا جائے کہ تبلیغی جماعت کا کسی فرقے سے کوئی تعلق نہیں؟ یقیناً اس جماعت کا تعلق دیوبندی وہابیوں کی جماعت سے ہے۔ اس جماعت کا سوائے اس کے اور کچھ مقصد نہیں کہ تبلیغ کی آڑ میں مولوی اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی اور اسماعیل دہلوی کے مشن کو عام کرکے انگریزوں کے منصوبے کو آگے بڑھایا جائے اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو وہابی بنا کر ایک ایسی قوم تیار کی جائے جن کے دل جذبہ عشق رسول سے خالی ہوں۔

اب دیوبندی مکتبہ فکر کے عالم اور بانی تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس دہلوی کا گستاخانہ اعلان سنئے۔ وہ اپنے بڑوں کی تقلید کرتے ہوئے اور قرآنی آیت کا سہارا لیتے ہوئے اپنی شان بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے، کنتم خیر امة کی تعبیر خواب میں القاہوئی ہے کہ تم مثل انبیاء علیہم السلام کے واسطے ظاہر کیے گئے ہو۔ (ملاحظہ کیجئے ملفوظات الیاس، دیوبند، ص ۵۱)

قرآن مجید کی مذکورہ آیت مبارکہ کے بارے میں تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کا اعلان آپ نے سنا جس میں واضح طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ آیتِ کریمہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور تفسیر بذریعہ خواب قریباً ۱۳۵۰ء سال بعد تبلیغی جماعت کے بانی الیاس دہلوی پر نازل ہوئی۔ کتنے مسلح انداز میں پیغمبرانہ منصب کی طرف پیش قدمی کی گئی ہے۔

اسلامی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ تقریباً چودہ سو سال سے دنیائے اسلام اس آیتِ کریمہ کو پڑھتی چلی آرہی ہے۔ جب سے اب تک پوری اُمتِ رسول نے اس آیتِ مقدسہ کا یہی مطلب جانا کہ یہ آیت مبارکہ 'امتِ رسول' (یعنی مسلمانوں) کے حق میں نازل ہوئی کہ 'تم بہترین اُمت ہو، تمہارا فرض منصبی یہ کہ تم لوگوں کو نیکی اور بھلائی کا درس دیتے ہو'۔ مگر یہ حقیقت آپ پر پہلی بار منکشف ہوئی ہوگی کہ معاذ اللہ یہ آیتِ مقدسہ ایک وہابی مولوی الیاس دہلوی کی شان میں نازل ہوئی۔ جس کی تعبیر خواب میں یہ بتائی گئی کہ تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس دہلوی مثل انبیاء کرام کے امتِ اسلامیہ کے واسطے ظاہر کئے گئے ہیں۔

مسلمانو! ذرا سوچئے دین کی حقیقتوں سے بغاوت کرکے انبیاء کرام کے مثل ظاہر کئے جانے کا دعویٰ کیا کم تھا کہ جس کو آیت مبارکہ کی (من گھڑت) تفسیر بنا دیا اور مزید ستم یہ کیا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے 'قرآن حکیم' کی آیت مبارکہ کی غلط تفسیر بالرائے اور تیسری طرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر افتراء باندھا گیا۔ ایک ہی نشانے میں کتنی حرمتوں کا خون بہایا گیا ہے۔

ذرا سوچئے! جب آیتِ مقدسہ کا نازل فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہو اور بقول الیاس کاندھلوی ان کی اس تفسیر کا القا فرمانے والا بھی اللہ تعالیٰ ہو تو پھر ایسا کون سا مسلمان ہے جو اللہ تعالیٰ پر تو ایمان رکھے مگر الیاس کاندھلوی پر ایمان نہ رکھے۔ اس دعوے کا مولوی الیاس کاندھلوی کے تبلیغی عقیدت مندوں پر کیا اثر ہوا؟ مولوی ابوالحسن ندوی دیوبندی سے سنئے وہ لکھتے ہیں:۔

جب مولوی الیاس کا انتقال ہوا تو ان کا جنازہ میدان میں لا کر رکھا گیا اس موقع پر شیخ الحدیث مولانا زکریا (دیوبندی) اور مولانا یوسف صاحب (دیوبندی) کا حکم ہوا کہ لوگوں کو میدان میں جمع کیا جائے اور ان سے خطاب کیا جائے۔

وما محمد الا رسول ج قد خلت من قبله الرسل ط (پ۴۔سورۂ آل عمران:۱۴۴) کے مضمون سے بڑھ کر اس موقع کیلئے تعزیت وموعظت کیا ہوسکتی تھی؟ (ملاحظہ کیجئے دینی دعوت،ص۱۸۶۔مولوی ابوالحسن ندوی صاحب دیوبندی)

پیارے مسلمانو! یہ وہ آیتِ مبارکہ ہے جسے سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے اہم موقع پر تلاوت فرمائی تھی۔ مقامِ غور وفکر ہے کہ مولوی الیاس کاندھلوی کے انتقال پر اس آیتِ مقدسہ کی تلاوت کا کیا مقصد تھا؟ اس کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ تبلیغی جماعت کے بانی کا منصب ان کے ماننے والوں کی نظر میں ایک رسول سے کم نہ تھا اس لئے ان کی موت پر وہ آیتِ مبارکہ پڑھی گئی جو تاجدارِ دوجہاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے تاریخی موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلاوت کی تھی۔

محترم مسلمانو! تبلیغی جماعت کے بانی کا مثلِ انبیاء ہونے کی مشابہت کا خواب اور ان کی موت کا منظر تو آپ نے ملاحظہ کر ہی لیا اب ذرا تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس دہلوی دیوبندی کا شانِ انبیائے کرام علیہم والسلام میں گستاخی کا ایک اور رُخ دیکھ لیجئے۔ سنئے مولوی الیاس دہلوی کیا کہتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں، اگر حق تعالیٰ کسی کام کو لینا نہیں چاہتے تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوشش کریں تب بھی وہ نہیں ہل سکتا اور کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے۔ (ملاحظہ کیجئے مکاتب الیاس، دیوبند،ص۱۰۹)

مسلمانو! ذرا اس عبارت پر بھی غور فرمایئے اور بے لاگ ہو کر اپنے ضمیر وایمان کی روشنی میں فیصلہ دیجئے کیا مذکورہ بالا عبارت میں انبیائے کرام کے مدمقابل اپنی اور اپنی تبلیغی جماعت کے کارکنوں کی برتری کا جذبہ پوشیدہ نہیں؟ مذکورہ بالا اہانت آمیز عبارت کا مقصد سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ بعض انبیائے کرام کی تبلیغ سے وجود میں آنے والا حلقہ کئی برسوں کی جدوجہد کے بعد بھی چند افراد سے زیادہ نہ ہو سکا تو کیوں نہ ان انبیائے کرام کے مدمقابل نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ تبلیغی جماعت کے کارکنوں کی برتری کو ثابت کیا جائے جو اپنے طور پر ایک جہان کو کفر وشرک اور بدعت وگمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ دکھا چکے ہیں۔

انبیائے کرام کے مقابلے پر اُمتی کو آگے بڑھانے کا یہ مذموم جذبہ محض اتفاقی نہیں کہ جسے قلم کی لغزش قرار دیا جاسکے۔ بلکہ یہ جذبہ انکے بڑوں کی تربیت کا نتیجہ ہے مولوی الیاس کاندھلوی کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد ایک تقریر میں کہتے ہیں، پیغمبروں کو عمل کی وجہ سے فضیلت نہیں عمل میں تو بعض اوقات امتی پیغمبروں سے بڑھ جاتے ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے 'مدینہ' یکم جولائی ۱۹۵۸ء، ص ۳، کالم ۳)

اور سنئے اسی گروہ کے ایک اور امامؒ بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی بہت پہلے اس قسم کے یہ الفاظ فرما چکے ہیں، انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عملؒ اس میں بعض اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہوتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس، ص ۵۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی دیوبندی)

مسلمانو! آپ کو دعوتِ فکر دے رہا ہوں کہ مولوی الیاس کاندھلوی سے لے کر مولوی حسین احمد ٹانڈوی اور مولوی قاسم نانوتوی تک ایک ہی فرقے کے تین پیشواؤں کے لکھنے اور سوچنے کا ایک ہی انداز قلم کی لغزش نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ مقامِ انبیاء کو تار تار کرنے اور حرمتِ انبیاء اور ناموسِ رسالت سے کھیلنے کی ایک سوچی سمجھی اور منظم سازش ہے جو تبلیغ کے پردے میں پیغمبرانہ منصب کی طرف پیش قدمی (بلکہ چھلانگ لگا کر) انبیائے کرام سے بھی آگے بڑھنے کی کوشش ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

یا یہا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہٖ (پ ۲۶۔ سورۃ الحجرات: ۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

قرآن مجید کے اس ارشاد میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے ربّ اور اپنے رسول کے ارشاد کے خلاف کوئی بات کہے یا کوئی کام کرے۔ جب انسان اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ گویا اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ آج کے بعد اس کی خواہش اس کی مرضی اس کی مصلحت اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر بغیر کسی تامل کے قربان کر دی جائے گی اور وہ کسی بھی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے آگے نہیں بڑھے گا نہ قول میں اور نہ ہی کسی عمل میں۔

قرآن مجید کا یہ ارشاد فقط مسلمانوں کی شخصی اور انفرادی زندگی تک ہی محدود نہیں بلکہ قومی اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں، خواہ سیاسی ہوں یا مذہبی، اقتصادی ہوں یا معاشرتی، اخلاقی ہوں یا قانونی ہر ایک پر محیط ہے۔ زندگی کے کسی بھی شعبے سے تعلق رکھنے والے کسی بھی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کوئی ایسا قانون یا کوئی ایسا ضابطہ یا اصول بنائے جو قرآن و سنت کے خلاف ہو اور اللہ تعالیٰ کے متعین کردہ حدود سے بالاتر ہو مگر آپ پڑھ چکے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے بانی اپنے کارکنوں کو انبیاء سے آگے بڑھنے کا سبق پڑھا رہے ہیں کہ جو کام انبیاء برسوں سے نہ کر سکے وہ کام تبلیغی جماعت کے کمزور اور ضعیف کارکن سر انجام دے سکتے ہیں۔

علمائے دیوبند کا بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخی کا یہ تو ایک معمولی انداز ہے کہ خدا کی توحید کی آڑ لے کر شانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گھٹا دیا جائے۔ ذرا سوچئے اگر مقامِ مصطفوی گھٹانا ان کا مقصد نہ تھا اور توحید خداوندی ہی بیان کرنا مقصود تھا تو یہ بات یوں بھی کہی جا سکتی تھی، اگر اللہ تعالیٰ کسی کام کو لینا نہیں چاہے تو چاہے مفتی دیوبند رشید احمد گنگوہی ہوں یا بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی ہوں، حکیم الامت اشرف علی تھانوی ہوں یا سید اسماعیل دہلوی' کسی کتاب کی ایک سطر نہ لکھ سکتے ہیں اور نہ ہی پڑھ سکتے ہیں اور اگر کام لینا چاہے تو ایک جاہل ان پڑھ دیہاتی کسان' قرآن کریم کی تفسیر اور احادیث مبارکہ کی شرح میں سینکڑوں کتابیں لکھ دے۔

تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس دہلوی کا اپنے عقیدت مندوں کو یہ کہنا کہ جو کام باوجود کوشش کے انبیاء نہ کر سکیں وہ تبلیغی جماعت کے کارکن با آسانی کر دکھائیں' اس کا ایک واضح مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ جب تبلیغی جماعت کے خادموں کا یہ عالم اور مقام ہے تو اس کے اس بانی مخدوم و مقتداء مولوی الیاس کاندھلوی کا کیا عالم ہوگا جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت کی تفسیر میں خواب میں یہ سند دے دی گئی کہ تم مثل انبیاء کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو۔ (نعوذ باللہ)

تبلیغی جماعت کا مقصد بظاہر اسلام کی تبلیغ اور علم سے نا آشنا مسلمانوں کی اصلاح ہے اور اسی جذبے اور مقصد کے تحت وہ اپنے دن رات کی توانائیاں صَرف کر رہے ہیں۔ تبلیغ دین کے پرفریب نعرے کی زد میں آنے والے ہزارہا پرخلوص کارکن کمر پر بستر اور ہاتھ میں لوٹا لئے اُمت کے غم میں مارے مارے دنیا بھر میں پھرتے نظر آئیں گے جو سادھوؤں کی طرح 'ہرے کرشنا ہرے رام' کے بجائے تبلیغ دین کے نام پر بکھر جاتے ہیں۔ کبھی آپ کے دروازے پر تو کبھی سامنے والے کے گھر پر، کبھی ادھر تو کبھی ادھر، جدھر منہ اٹھا سعادت عظمیٰ سمجھ کر نکل گئے، نہ فکر نہ فاقہ۔ اسکول سے استاد تبلیغ پر، گھر سے سربراہ تبلیغ پر، اسپتال سے ڈاکٹر تبلیغ پر، بیمار ماں اور بوڑھے باپ کو اللہ کے آسرے پر چھوڑ کر جانے والا جوان بیٹا تبلیغ پر، نئی نویلی دلہن کی خوشیوں کی سیج سجانے والا دولہا تبلیغ پر۔

مسلمانو! کیا یہ ساری باتیں ذمہ داریاں چھوڑ کر معاشرے کو کھوکھلا کر دینے اور معاشرتی نظام کو درہم برہم کر دینے کے مترادف نہیں میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ مریض زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہو اور ڈاکٹر تبلیغ پر ہو۔ طالب علم زیر تعلیم ہو اور استاد چلے پر ہو۔ ماں بستر مرگ پر سسک رہی ہو اور بیٹا تبلیغ پر ہو۔ دشمن کی فوج گھات لگائے سرحد پر ہو اور سپاہی تبلیغ پر ہو۔ ظالم اور مظلوم کٹہرے میں ہوں اور انصاف کرنے والا جج تبلیغ پر ہو۔ از روئے انصاف بتایئے! کیا اس غیر ذمہ دارانہ طرز زندگی کو کسی بھی حالت میں اسلام کہا جا سکتا ہے؟ جواب اپنے ضمیر سے دیجئے۔

آج صوبہ سرحد کے علاقوں کا جائزہ لیا جائے تو وہاں واضح طور پر معلوم ہوگا کہ تبلیغی جماعت نے بستیوں کی بستیاں بڑے بڑے گاؤں دیہات اور شہر اپنے ہموار کر لئے ہیں اور مکمل طور پر ان کی وہاں اجارہ داری ہے۔ اگر چہ وہاں کے رہنے والوں کی اکثریت اب بھی سنی مسلمانوں کی ہے لیکن سارا تعلیمی ماحول مدارس و مساجد اور تعلیمی نظام سب انہیں کے ہاتھوں میں ہے۔ یہاں میں آپ کی خدمت میں اپنا ذاتی مشاہدہ بھی پیش کرتا چلوں۔

میں ماہ نومبر ۱۹۹۶ء میں اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ صوبہ سرحد کے دورہ پر گیا اس دورے میں صوبہ سرحد کے چھوٹے بڑے شہروں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ جن میں خاص طور پر پشاور، مردان، نوشہرہ، مالاکنڈ، ڈویژن، بٹ خیلہ، سوات، مینگورہ، ہنزہ، خواجہ خیلہ، بشام، چلاس، سیدو شریف سوست، سکردو اور گلگت وغیرہ شامل ہیں۔ چند بڑے شہروں کے علاوہ ان تمام جگہوں پر تبلیغی جماعت کا مکمل راج ہے۔

سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی نے جو پودے اپنے دور میں صوبہ سرحد میں وہابیت کے لگائے تھے آج ان کی جڑیں پورے صوبے میں پھیل چکی ہیں۔ بیشمار اولیائے کرام کے مزرات جو کبھی ان علاقوں میں ہوا کرتے تھے انہیں زمین بوس کر دیا گیا۔ دورانِ سفر ہم نے ایک مسافر سے سوال کیا، یہاں اولیائے کرام کے آستانے ہیں؟ مسافر نے جواب دیا، کبھی ہوا کرتے تھے اب نہیں۔ وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ وہ شرک و بدعت کے اڈے تھے۔ لہٰذا انہیں زمین بوس کر دیا اور آگ لگا دی۔

گلگت پاکستان کا بڑا خوبصورت شہر ہے مگر بدنصیبی سے اس شہر میں مسلمانوں کی اکثریت کم اور اسماعیلی آغا خانی کثرت سے ہیں جس کی وجہ سے مساجد کثیر تعداد میں نہیں ہیں۔ میں نے ایک بوڑھے شخص سے پوچھا کیا اس شہر میں مسلمان کم ہیں؟ کہنے لگا یہاں شیعہ زیادہ ہیں۔

جب شیعہ کا نام لیا تو میں نے کہا کیا یہاں سنی مسلمان نہیں؟ اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا، سنی مسلمان بھی بہت ہیں مگر یہاں وہ سنی نہیں جو مولانا نورانی والا سنی ہے بلکہ یہاں مولانا فضل الرحمٰن والا سنی ہے۔ میں نے پوچھا مولانا نورانی والا سنی کیوں نہیں؟ کہنے لگا پہلے تھا اب نہیں۔ پہلے ہمارا باپ دادا پورا بستی بلکہ پورا علاقہ جات مولانا نورانی والا سنی ہوتا تھا مگر اب ختم ہو گیا میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا، تبلیغی جماعت نے یہاں تبلیغ کیا۔ مساجد کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور مدارس اور دارالعلوم قائم کیا اور یہاں کے لوگوں کو تعلیم دیا اب یہاں جو تعلیم رائج ہے وہ مولانا فضل الرحمٰن والا ہے۔ مولانا نورانی والا نہیں۔ مسلمانو! یہ یاد رہے کہ مولانا شاہ احمد نورانی اہلسنت کے عالم دین ہیں جبکہ فضل الرحمٰن کا تعلق علمائے دیوبند سے ہے۔

مسلمانو! خدا گواہ ہے یہ وہ حقائق ہیں جو صوبہ سرحد کے دورے میں ہمارے مشاہدے میں آئے۔ جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ تبلیغی جماعت نے اپنی تبلیغ سے علم سے نا آشنا مسلمانوں کی سوچوں کو بدل کر رکھ دیا اور تبلیغ کا اثر یہ ہوا کہ مزاراتِ اولیائے کرام کو زمین بوس کر دیا اور جو کبھی سنی مسلمان ہوا کرتے تھے آج وہ سب دیو بندی بن گئے اور یہی صورتِ حال بیرونِ ممالک میں بھی ہے۔

مفتی عبدالرحمٰن قمر صاحب ایک پاکستانی عالمِ دین ہیں جو عرصہ دراز سے دیارِ غیر امریکہ میں اپنے محدود مسائل کے باوجود اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ گزشتہ دِنوں میری ان سے یہاں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے گفتگو کے دوران بتایا کہ امریکہ میں مسلمان صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہیں یہاں تبلیغی جماعت اور دیگر دیو بندی علماء نقشبندی ظاہر کر کے سنی مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنا رہے ہیں اور یہاں کے مسلمان ان کے ظاہری دستار اور جبوں کو دیکھ کر متاثر ہو جاتے ہیں۔

مسلمانو! تبلیغی جماعت نظام الدین بستی دہلی کی ایک گمنام مسجد سے بگولے کی طرح اٹھی اور اس دھرتی کے افق پر طوفان بن کر چھا گئی۔ اس کی مقبولیت کی پشت پر کچھ تو اس کے تبلیغی نعرے، کلمہ اور نماز کی دلکشی کام کر رہی ہے۔ کچھ ان کے کارکنوں کی انتھک محنت کا اثر ہے اور کچھ علم سے نا آشنا وہ مسلمان ہیں جن کے شب و روز دنیاداری، غفلت اور عیاشیوں میں گزر رہے ہیں جو اپنے آپ کو نیکی اور علم و عمل میں تہی دامن سمجھتے ہیں اور احساسِ ندامت کے بوجھ تلے دبے ہوتے ہیں۔ ایسے حضرات تبلیغی جماعت میں جانا سعادت سمجھتے ہیں۔ اس طرح وہ ایک چار ماہ کا چلہ لگا کر محبوبانِ خدا کی صف میں جا کھڑے ہوتے ہیں اور 'اللہ کے ولی' کا لقب پاتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کا اصل مقصد کیا ہے اسے جاننے کیلئے آیئے اس کے مرکز دہلی چلتے ہیں۔ جہاں ہندوستان کے یہ مایہ ناز عالم دین اور مفکر اسلام علامہ ارشد القادری اپنی زندگی کا اہم ترین واقعہ اور تبلیغی جماعت کے اصل مقاصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

۱۹۵۲ء میں مجھے کسی کام سے دہلی جانے کا اتفاق ہوا۔ اپنی قیام گاہ پر سامان رکھ کر سیدھا نظام الدین بستی کیلئے چل پڑا جہاں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کا مزار شریف ہے۔ بستی کے قریب دو آدمی نظر آئے جو مجھے بڑے غور سے دیکھ رہے تھے جب میں ان کے قریب پہنچا تو بہت پر تپاک سے میری طرف بڑھے اور کہنے لگے جناب اس مرکز کی طرف چلئے جہاں سے ساری دنیا میں اسلام پھیل رہا ہے زحمت نہ ہو تو ذرا دیر کیلئے تبلیغی جماعت کے مرکز کو اپنی آنکھوں سے دیکھئے۔ مدت ہوئی جب دین کے ایک مخلص خادم (الیاس دہلوی) نے یہاں روحانیت کا پودا لگایا اب وہ جوان ہوگیا ہے اور اس کی برکات سے ایک عالم فائدہ اُٹھا رہا ہے...... علامہ ارشد القادری مزید فرماتے ہیں:۔

میں خود بھی بہت دنوں سے یہ چاہتا تھا کہ موقع ملے تو کسی دن تبلیغی جماعت کے کاروبار کو قریب سے چل کر دیکھا جائے۔ منہ مانگی مراد سمجھ کر میں ان کے ہمراہ چل پڑا۔ انہوں نے مجھے اندر پہنچا دیا۔ اپنے طور پر وہ میرے بارے میں یہ سمجھ رہے تھے کہ میرا تعلق بھی تبلیغی جماعت سے ہے۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں یہاں کس مقصد کیلئے آیا ہوں تو مجھے فوراً خیال آیا کہ تبلیغی جماعت کے مرکز سے اندرونی حالات سے واقف ہونے کیلئے ایک نہایت زرین موقع ہاتھ آیا ہے اسے ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

میں نے کہا، میں جمشید پور سے آیا ہوں وہاں کی تبلیغی جماعت کے بارے میں ایک نہایت ضروری بات حضرت جی سے کہنی ہے۔ انہوں نے کہا حضرت جی تبلیغ کیلئے شہر کو گئے ہیں۔ رات کو دیر سے آئیں گے اب تو نمازِ فجر کے بعد ہی ان سے ملاقات ہوسکے گی۔ یہ سن کر میں خاموش ہوگیا اور خاموشی سے حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی چوکھٹ پر حاضر ہوا اور نمازِ فجر سے فارغ ہوکر درگاہ شریف سے واپس لوٹا تو پھر راستے میں مجھے وہی دو شکاری ملے جو ایک دن پہلے تبلیغی جماعت کے مرکز میں لے گئے تھے۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا آپ کہاں چلے گئے تھے حضرت جی آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ چلو جلدی چلو جیسے ہی میں ان کے ہمراہ دوبارہ اندر داخل ہوا مجھے پھر وہی مولوی ملے جو کل ملے تھے کہنے لگے مولوی صاب کل تم چپکے سے اٹھ کر کہاں چلے گئے تھے ہم لوگ تمہاری تلاش میں بہت پریشان تھے۔ میں نے جواب دیا، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے مزار پر حاضری دینے چلا گیا تھا اور رات بھر وہیں رہا۔ ایک مولوی صاحب کہنے لگے، تم رات بھر اس بدعت خانے میں کیا کرتے رہے۔ کیا تم تبلیغی جماعت میں نئے نئے داخل ہوئے ہو۔ میں نے بات ٹالتے ہوئے کہا یونہی ذرا دیکھنے چلا گیا تھا کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔ پھر وہ لوگ مجھے حضرت جی کے دیوان خانے میں لے کر چلے گئے۔ حضرت جی نے مجھے دیکھ کر کہا، یہ کون صاحب ہیں کہاں سے آئے ہیں؟

ایک مولوی نے سر جھکا کر جواب دیا، حضرت یہی مولوی صاحب جمشید پور سے آئے ہیں وہاں کی تبلیغی جماعت کے متعلق کچھ ضروری بات حضور والا سے کہنا چاہتے ہیں۔ حضرت جی نے مجھ سے کہا، کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا، جمشید پور میں شروع شروع میں تبلیغی جماعت کا بہت اچھا اثر قائم ہو گیا تھا عام لوگ اس کی تبلیغی سرگرمیوں سے بہت متاثر تھے لیکن جب سے تبلیغی جماعت نے میلاد و قیام اور علم غیب جیسے مسائل میں اپنے عقیدوں کا اظہار کیا ہے اس وقت سے لوگ تبلیغی جماعت سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سی مسجدوں میں تبلیغ کا کام بند ہو گیا۔ ابھی میں اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ حضرت جی کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا اور فرط غضب میں مجھے تبلیغی جماعت کا ایک ناتجربہ کار کارکن سمجھ کر ڈانٹنے لگے۔ وہ ڈانٹ کیا تھی دل کے کانوں سے سنئے! کہنے لگے جب لوگ تبلیغ کا ڈھنگ نہیں جانتے تو کس نے کہا کہ وہ تبلیغ کریں۔

مجھے یہاں تبلیغ کرتے ہوئے بیس سال ہو گئے ہیں میں نے آج تک کسی سے یہ نہیں کہا کہ میلاد و فاتحہ چھوڑ دو حالانکہ بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ میرا عقیدہ بھی وہی ہے جو اکابر دیوبند کا ہے لیکن میں نے اچھی طرح تجربہ کر لیا ہے کہ ان چیزوں سے براہ راست روکنے کے بجائے اب لوگوں کے ذہن بدلنے کی ضرورت ہے۔ تبلیغی گشت اور مرکز میں چلہ گزارنے کا راز یہی ہے کہ لوگوں کو اپنے علماء کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ یہاں کے ماحول میں رہ کر لوگ خود بخود ان چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں بلکہ اپنے عقیدے میں اتنا سخت ہو جاتے ہیں کہ دوسروں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے مولوی صاحب اچھی طرح سمجھ لو ابھی ہم لوگ اس ملک میں اقلیت میں جبکہ بدعتیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان حالات میں اپنا مذہب پھیلانے کیلئے ہمیں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم ان لوگوں سے مکر سے کام لیں، حق پرستی کے جوش میں آکر ہم نے تقویۃ الایمان اور بہشتی زیور کے عقائد برملا بیان کر دیئے تو لوگ ہمیں مسجدوں میں نہ گھسنے دیں گے۔

اس لئے تمام تبلیغی کارکنوں کو سخت تاکید کرتا ہوں کہ وہ بدعتیوں کے ساتھ مکر سے کام لیں مصلحت کے تحت میلاد و قیام بھی کر لیں اور اگر ضرورت پڑے تو اپنے علماء کو برا بھلا بھی کہہ لیں جیسے بھی ہو ان کے ساتھ لگے رہیں انہیں اپنے ہمراہ لے کر جماعتوں میں پھرائیں کبھی نہ کبھی ان میں سے لوگ ٹوٹ کر تبلیغی جماعت میں آ ہی جائیں گے۔

مولوی صاحب دیکھو! مجھے یہاں بیس سال ہو گئے اس دوران بس اتنا ہوا کہ تبلیغی گشتوں لگاتار چلوں اور اجتماعات کے ذریعے اپنے بزرگوں کی عقیدت ان کے دلوں میں بٹھا دی۔ کسی کو دیوبند لے جا کر شیخ الاسلام کا مرید بنایا۔ کسی کو شیخ الحدیث مولانا زکریا کی طرف رجوع کیا۔ جو تم ہزاروں آدمی تبلیغی مرکز میں دیکھ رہے ہو جو اب تبلیغ دین میں رات دن لگے ہوئے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو کٹر بدعتی اور قبر پرست تھے لیکن اپنے علماء کی عقیدت کے زیر اثر خود ہی ان کا ذہن بدل گیا یہاں تک کہ جن شرکیہ رسموں کو کہنے پر بھی وہ نہیں چھوڑ سکتے تھے اب بغیر کہے سنے چھوڑ دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو تبلیغی جماعت، ص ۳۱...... ۳۵)

یہ تھا تبلیغی جماعت کے عالمی مرکز کا آنکھوں دیکھا خفیہ راز...... جس سے واضح ہو گیا کہ تبلیغی جماعت اسلامی لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے عقائد و نظریات کا رُخ موڑ کر انہیں ایک نئے مذہب میں تبدیل کر دینا چاہتی ہے۔

انگریز حکومت کا ایک اور وار

محترم مسلمانو! شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے اپنے 'مکالمات' میں بیان فرماتے ہیں، پھر تو دیوبندیوں کی پانچوں انگلی گھی میں ہوگئیں کہیں جمعیت علمائے اسلام انگریزوں کی رقم سے پیدا ہوئی (ملاحظہ کیجئے مکالمۃ الصدرین، ص ۷) اور کہیں اس کے اشارے سے کانگریس کا ظہور ہوا۔ (ملاحظہ ہو مکالمہ، ص ۹)

اوپر دیئے گئے مکالمات سے واضح ہوا کہ جمعیت علمائے اسلام اور انڈین کانگریس کو قائم کرنے والے انگریز تھے۔ یہی وجہ تھی کہ دیوبندیوں نے 'مسلم لیگ' کے مقابلے میں ہمیشہ 'کانگریس' کا ساتھ دیا۔

اہل علم حضرات اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ جب مسلمانوں کی دس کروڑ آبادی اپنے مطالبہ پاکستان کے حصول کیلئے فیصلہ دے رہی تھی تو اس وقت فرزندانِ دیوبند پاکستان کی کھلی مخالفت کر رہے تھے۔ اگر یقین نہ ہو تو حقائق کا مشاہدہ اپنی کھلی آنکھوں سے کیجئے حسبِ ذیل عبارات کو پڑھئے اور اپنے پرائے کی پہچان کیجئے۔

دیوبندی امام اشرف علی تھانوی نے کہا کہ موجودہ لیگ خالص اسلامی جماعت اور مذہبی و شرعی تنظیم سوادِ اعظم کی تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ (ملاحظہ فرمایئے اشرف الافادات، ص ۸)

دیوبندیوں کے مولوی عبدالجبار دیوبندی نے کہا، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانوی مسلم لیگ جیسی بددین جماعت کی حمایت کریں۔ (اشرف الافادات، ص ۱۸۔ مطبوعہ دلی)

مولوی عطاء اللہ بخاری دیوبندی نے کہا کہ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سور ہیں اور سور کھانے والے ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے چمنستان، ص ۱۶۵۔ مصنف مولوی ظفر علی خان)

رپورٹ تحقیقات عدالت میں دیوبندیوں کی جماعت احرار کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے نزدیک لیگ مسلم کی طرف سے محض بے پرواہ نہ تھی بلکہ دشمن اسلام تھی۔ ان کے نزدیک قائدِ اعظم کافر اعظم تھے۔ (ملاحظہ کیجئے رپورٹ تحقیقات عدالت، ص ۲۷۴)

مولوی عطاء اللہ بخاری دیوبندی نے پسرور ضلع سیالکوٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اب تک کسی ماں نے ایسا بچہ جنہیں جنا جو پاکستان کی 'پ' بھی بنا سکے۔

احرار جماعت کے 'رافضی عالم' مولوی وکیل اور شاعر مظہر علی اظہر صاحب نے ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کو امرتسر میں ایک بیان دیا کہ نہ میں مسٹر جناح کو قائد اعظم مانتا ہوں نہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تسلیم کرتا ہوں۔ (رپورٹ تحقیقات عدالت، ص ۲۷۴)

احراری پارٹی کے اسی شاعر نے کہا تھا ؎

اک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا
یہ قائد اعظم ہے کہ کافر اعظم

دیوبندی مولوی محمد علی جالندھری نے ہی تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد بھی پاکستان کیلئے 'پلیدستان' کا لفظ استعمال کیا۔ (رپورٹ تحقیقات عدالت، ص ۲۷۵)

احرار لیڈر، دیوبندی عالم، مولوی عطاء اللہ بخاری نے ۲۷ ستمبر ۱۹۴۵ء میں علی پور کی 'احرار کانفرنس' میں اپنی تقریر میں ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کیا، مسلم لیگ کے لیڈر بے عملوں کی ٹولی ہے، جنہیں اپنی عاقبت بھی یاد نہیں اور وہ جس مملکت کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان نہیں خاکستان ہے۔ (ملاحظہ کیجئے رپورٹ تحقیقات عدالت، ص ۲۷۴)

قیام پاکستان کے بعد اسی دیوبندی مولوی عطاء اللہ بخاری نے لاہور میں ایک تقریر میں کہا، پاکستان ایک بازاری (رنڈی، طوائف، فاحشہ اور بدکار) عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً قبول کیا ہے۔ (ملاحظہ کیجئے رپورٹ تحقیقات عدالت، ص ۲۷۵)

دیوبندی عالم مولوی محمد علی جالندھری صاحب نے ۱۵ فروری ۱۹۵۳ء کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ احرار پاکستان کے مخالف تھے۔ (ایضاً ص ۲۷۴)

احراریوں کے صدر نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ احرار کا نظریہ بھی وہی تھا جو کانگریس کا نظریہ تھا (یعنی نظریہ متحدہ قومیت ہندو، مسلم بھائی بھائی)۔ (ایضاً ص ۲۷۹)

اور جب ہندوستان کے مسلمان قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں متحد ہو گئے تو فرزندانِ دیوبند اس طرح گرجنے لگے، دس ہزار جناح (محمد علی جناح) جواہر لعل نہرو (اندرا گاندھی کے باپ) کی جوتی کی نوک پر قربان کیے جا سکتے ہیں۔ (چمنستان، ص ۱۶۵)

معلوم ہوا کہ علمائے دیوبند پاکستان کے قیام کے سخت مخالف تھے اور انگریز اور کانگریس کے زبردست حامی تھے۔

پیارے مسلمان بھائیو! صحیح العقیدہ مسلمانوں کے خلاف بغض وحسد، عداوت و شقاوت کا جو فرقہ وارانہ بیج، سید احمد اور اسماعیل دہلوی نے ابن عبدالوہاب نجدی سے متاثر ہو کر بویا تھا وہ دبا ہوا بغض منہ کے ذریعے ظاہر ہونے لگا۔ ہندو دھرم کی عظمت کو ثابت کرنے کیلئے اسلام کی عظمت کو تار تار کیا جانے لگا۔

ہر صاحب علم مسلمان اس حقیقت کو جانتا ہے کہ فاتحہ، نذر و نیاز کرنا ایک مستحب عمل ہے جسے مسلمان حصولِ ثواب کی غرض سے صدیوں سے کرتے آئے ہیں مگر دیوبندی وہابی مولویوں کے نزدیک فاتحہ کا حلال طیب کھانا اور نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں لگائی جانے والی سبیل کا پانی حرام ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ، جلد سوم، ص ۱۱۳۔ ختم مرسومۃ الہند، ص ۳۱، مصدقہ مولوی محمد علی جالندھری)

اس حقیقت کو جان لینے کے بعد اب ذرا اس حقیقت کو بھی جان لیجئے کہ ان کے یہاں کیا حلال ہے اور کیا حرام؟

مفتی دیوبند مولوی عبد الرشید گنگوہی کا فتویٰ سنئے:۔

☆ ہندوؤں کی دیوالی کی پوریاں کھانا جائز ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ، جلد دوم، ص ۱۲۲)

☆ ہندوؤں کی مرغوب غذا 'کوے کا گوشت کھانا ثواب ہے'۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ، جلد دوم، ص ۱۳۵)

☆ ہندوؤں کی سودی روپیہ سے لگائی گئی پانی کی پیاؤ سے مسلمانوں کو پانی پینا مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ، جلد سوم، ص ۱۱۴)

☆ چوہڑے کے گھر کی روٹی میں حرج نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ، جلد دوم، ص ۱۳۰)

☆ ہندوؤں کے ہاتھ کا رس حلال ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، جلد دوم، ص ۱۷)

دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں، اگر پانی کثرت میں ہو اور اس میں تھوڑی سی مقدار میں پیشاب ڈال دیا جائے تو وہ پاک رہے گا۔ (ملاحظہ ہو افاضات الیومیہ، تھانوی، ج ۶ ص ۱۷)

وہابی مکتبہ فکر کے مولوی نور الحسن بن نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں:۔

☆ گھوڑے کا گوشت حلال ہے۔ (عرف الجاوی، ص ۱۰)

☆ منی ہر چند پاک است یعنی منی ہر صورت میں پاک ہے۔ (ایضاً)

☆ غیر عورت کا دودھ بڑے آدمی کو پلانا جائز ہے۔ (ایضاً، ص ۱۳۰)

وہابی مکتبہ فکر کے مولوی وحید الزماں لکھتے ہیں:۔

☆ شراب اور حلال و حرام حیوانات کا بول پاک ہے۔ (نزل الابرار، ص ۹۷)

☆ کتے اور خنزیر کا لعاب اور ان کا جھوٹا پاک ہے۔ (ایضاً، ص ۵۰)

☆ اور کافر کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔ (نزل الابرار، ج ۳ ص ۸۷۔ مطبوعہ بنارس)

☆ تین طلاقوں سے عورت حرام نہیں ہوگی۔ (ملاحظہ ہو فقہ محمدی، جلد دوم، ص ۱۱۱)

اور سنئے دیوبندی مولوی اور کیا کہتے ہیں:۔

☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یوم میلاد منانا' ہندو کنیا (کرشن) کا جنم دن منانے سے زیادہ برا ہے۔ (براہین قاطعہ، ص ۱۵۲۔ فتویٰ میلاد، ص ۱۳)

معلوم یہ ہوا نیاز فاتحہ کا جو عمل مسلمان برسوں سے کرتے آرہے ہیں وہ ان کے نزدیک حرام، بدعت اور ناجائز جبکہ ہندو دھرم کی جو چیزیں ہیں وہ سب حلال، جائز اور پاک ہیں۔ ہندو دھرم سے دیوبندی وہابیوں کی عقیدت کا ایک منہ بولتا ثبوت اور دیکھئے! ایک اخباری رپورٹ کے مطابق...... تلک ہال میں مہاتما گاندھی کا 'یوم شہادت' بڑی دھوم دھام سے منایا گیا حافظ بیعت اللہ (دیوبندی) اور بابا خضر دیوبندی نے گاندھی کی تصویر کے سامنے بیٹھ کر قرآن خوانی کی۔ جناب حافظ بیعت اللہ رکن جمعیت علمائے اسلام اور حضرت بابا خضر دیوبندی سابق سرپرست جمعیت علمائے اسلام کانپور نے مہاتما گاندھی کی روح کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے قرآن کریم کی آیتیں ان کی تصویر کے سامنے بیٹھ کر پڑھیں اور ان کی روح کو بخش دیں۔

ایک طرف لوگ (ہندو) بھجن گا رہے تھے تو دوسری جانب جمعیت علمائے اسلام کے ذمہ داران گاندھی کیلئے تلاوت قرآن کریم کر رہے تھے۔ (ملاحظہ ہو اخبار سیاست کانپور۔ یکم فروری ۱۹۵۷ء)

دیوبندی مولویوں کا کانگریس سے گٹھ جوڑ کا اندازہ آپ دور حاضرہ کی تازہ ترین رپورٹ سے بخوبی لگا سکتے ہیں، دہلی کی تاریخی جامع مسجد کے کانگریسی دیوبندی امام بخاری نے بھارتی مسلمانوں سے کہا ہے کہ وہ بھارتیہ جنتا پارٹی کو شکست دینے کیلئے کانگریس کو ووٹ دیں۔ (ملاحظہ ہو روزنامہ اساس۔ ۲۴ نومبر ۱۹۹۸ء)

ان حقائق سے یہ واضح ہوا کہ علمائے دیوبند اور اہلحدیث وہابی کانگریس کے زبردست حامی اور نظریہ پاکستان کے بدترین مخالف تھے بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کے پاکیزہ عقائد و نظریات کو بھی شرک و بدعت (گمراہی، بدمذہبی) اور کفر سے تعبیر کرتے تھے۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ یہ تمام کانگریسی جن عقائد و نظریات کو کفر، شرک اور بدعت (گمراہی، بدمذہبی) کہتے ہیں۔ وہ تمام باتیں خود ان میں پائی جائیں تو وہ عین اسلام کہلاتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے زعم فاسد میں جو باتیں مسلمانوں پر چسپاں کر کے انہیں کافر قرار دیتے ہیں وہی عیب خود ان میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ان کے نزدیک بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تعظیماً کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت و حرام ہے بلکہ کفر و شرک ہے۔ (ملاحظہ کیجئے براہین قاطعہ، ص ۱۴۸، ۱۴۹)

بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کھڑے ہوکر سلام پیش کرنے پر علمائے دیو بند کا فتویٰ آپ نے سن لیا اب ذرا دنیائے دیو بند میں چلئے تو یہاں تو رنگ ہی بدلا ہوا نظر آئے گا سنئے ماہنامہ 'تجلی' دیو بند کی رپورٹ وہ لکھتا ہے دنیا کی مشہور درسگاہ 'دارالعلوم دیو بند' کی دعوت پر ۱۲ جولائی کو جمہوریہ ہند کے صدر جناب راجندر پرشاد صاحب تشریف لائے۔ تمام اسٹاف دارالعلوم دیو بند استقبالی انتظام کی تکمیل میں مصروف ہے نمازِ جمعہ کو بھی چھٹی نہیں ملی۔ جمعہ تو ہر ساتویں دن آتے ہیں مگر صدر جمہوریہ راجندر پرشاد روز روز نہیں آتے۔ جلسہ اس پنڈال میں ہوا جو ہزاروں سے زیادہ روپے خرچ کر کے وسیع 'دارالطلباء' میں بنوایا گیا بہت شاندار معزز مہمان کی شان کے مطابق۔ سب سے پہلے وطنی بھارتی ترانہ پڑھا گیا اس وقت صدر جمہوریہ بھارت ڈاکٹر راجندر پرشاد اور تمام اساتذہ منتظمین مدرسہ دیو بند اور پورا مجمع کھڑا رہا بھارتی ترانہ کے آخر تک سب کھڑے رہے۔ پھر صدر محترم بھارت کی تقلید کرتے ہوئے بیٹھ گئے اور تلاوت قرآن مجید سے جلسہ شروع کیا گیا۔ تلاوت قرآن کے وقت کھڑے ہونے کا رواج ہمارے یہاں نہیں ہے۔ (ملاحظہ کیجئے ماہنامہ تجلی، اگست ۱۹۵۷ء از مولوی عامر عثمانی فاضل دیو بند)

اسی طرح دیو بندی وہابی عقائد میں اللہ تعالیٰ کے کسی ولی کی قبر مقدسہ پر چادر اور پھول چڑھانا جائز نہیں اور ایسا کرنے والا ان کے نزدیک مسلمان نہیں۔ (ملاحظہ کیجئے تذکیر الاخوان، ص ۸۶۔ دیو بند)

اب ذرا نجدیت کا دوسرا رنگ بھی دیکھ لیجئے۔ روزنامہ نوائے وقت کی رپورٹ پڑھئے۔

ابن سعود (نجدی) کا لڑکا فیصل جب ۱۹۵۵ء میں ہندوستان پہنچا تو بھارتیوں نے اس کے استقبال میں 'بھارت سعودی عرب زندہ باد...... راجکمار سعودی عرب زندہ باد' کے نعرے لگائے۔ امیر فیصل بھارت میں راج گھاٹ پر مہاتما گاندھی کی سمادھی پر پھول چڑھانے گئے۔ (نوائے وقت۔ ۱۱ مئی ۱۹۵۵ء)

ایک نجدی شہزادے کی 'ہندو دوستی' ملاحظہ کرنے کے بعد اب ذرا دوسرے شہزادے نجدی وزیر دفاع امیر فہد بن سعود کی 'عیسائی دوستی' ملاحظہ کیجئے۔ اخبار 'کوہستان' لکھتا ہے، سعودی عرب کے وزیر دفاع امیر فہد بن سعود (نجدی) شاہ سعود (نجدی) کے ہمراہ امریکہ آئے ہیں۔ کل امریکہ کے پہلے صدر جارج واشنگٹن کی قیام گاہ کی سیر کی۔ بارش کے باوجود انہوں نے مکان کے پائیں باغ کی سیر بھی کی اور جارج واشنگٹن کی قبر پر پھول چڑھائے۔ (اخبار کوہستان۔ ۲ فروری ۱۹۵۷ء)

مسلمانو! نجدی، وہابی، دیوبندی، ان کی رسول دشمنی پیش نظر رہے کہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کھڑے ہوکر درود وسلام پڑھنا ان کے نزدیک کفروشرک اور بدعت مگر بھارتی صدر راجندر پرشاد کے ادب واحترام میں اور بھارتی ترانے کے ادب واحترام میں پورے دیوبندی، وہابی مجمعے کا کھڑا ہونا جائز اور عین سعادت...... گاندھی کی سمادھی اور جارج واشنگٹن کی قبر پر عقیدت کے پھول چڑھانا جائز، باعثِ عزت...... مگر پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ مبارک اور صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کے مقدس مزارات پر پھول چڑھانا ان کے نزدیک بدعت وحرام ہے۔

پھول چڑھانا تو دور کی بات ہے یہاں تو روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسمار کرنے کی ناپاک جسارت کی گئی...... روضہ رسول پر گولیاں برسائی گئیں، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزاراتِ مقدسہ کو ناپاک قدموں سے روند ڈالا اور مقدس قبروں کو مسمار کر کے رکھ دیا اور بعض مقدس قبروں پر بیت الخلاء تک بنا دیئے یہ سب کچھ 'انگریز دوستی' اور 'اسلام دشمنی' نہیں تو پھر کیا ہے؟ کیا قوم وملت اور مذہبی خودکشی کی ایسی شرمناک مثال وہابی دیوبندی دھرم کے سوا اور کہیں مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

محترم مسلمانو! کانگریس کی حمایت کے مرکز اور مسلم لیگ و پاکستان کی مخالفت کے گڑھ 'دارالعلوم دیوبند' کا ۲۱،۲۲،۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء کو (۱۰۰) سوسالہ جشن منایا گیا اور اس موقع پر بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی کی کانگریسی حکومت نے 'جشن دیوبند' کو کامیاب بنانے کیلئے ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات و رسائل اور ریلوے وغیرہ کے تمام متعلقہ ذرائع سے ہر ممکن تعاون کیا بھارتی حکومت نے اس موقع پر ایک خصوصی ٹکٹ بھی جاری کیا جس پر مدرسہ دیوبند کی تصویر شائع کی گئی...... یہی نہیں بلکہ بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی نے بنفس نفیس دیوبند کی سوسالہ 'تقریبات' میں شرکت کی اور اس کا باقاعدہ افتتاح کیا اور اپنے دیدار اور نسوانی اداؤں سے علمائے دیوبند کو مسحور کر دیا۔ دیوبند کے اسٹیج پر تالیوں کی گونج میں اپنے خطاب سے 'جشن دیوبند' کو دوبالا کر دیا۔ بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب کے نواسے اور مدرسہ دیوبند کے بزرگ مہتمم قاری طیب دیوبندی نے اپنی 'مہمان دیوی' اندرا گاندھی کو 'عزت ماب وزیراعظم' کہہ کر خیر مقدم کیا اس موقع پر اندرا گاندھی نے علمائے دیوبند سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہماری آزادی اور قومی تحریکات سے 'دارالعلوم دیوبند' کی وابستگی اٹوٹ رہی ہے۔

(مذکورہ بالا حقائق کی تفصیلات ملاحظہ فرمایئے روئیداد جشن دیوبند ۱۹۸۰ء)

روزنامہ 'نوائے وقت' نے اپنی رپورٹ میں اس حوالے سے لکھا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی سوسالہ تقریبات شروع ہوئیں بھارت کی وزیراعظم نے تقریبات کا افتتاح کیا۔ (ملاحظہ کیجئے نوائے وقت، لاہور۔ ۲۲ مارچ ۱۹۸۰ء)

روزنامہ نوائے وقت کے مطابق اندرا گاندھی نے اپنی صدارتی تقریر میں یہ بھی کہا کہ انڈین نیشنل کانگریس اور دارالعلوم دیوبند ایک ہی دور میں قائم ہوئے۔ اخبار مزید لکھتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے گاندھی کی قیادت میں جدوجہد آزادی کیلئے تعاون کیا۔

(ملاحظہ کیجئے نوائے وقت، راولپنڈی۔ ۲۵ مارچ ۱۹۸۰ء)

روزنامہ 'جنگ' کراچی کی ایک تصویر میں دیوبندی مولویوں کے جھرمٹ میں ایک بے پردہ منہ، ننگے سر، برہنہ بازو عورت کو تقریر کرتے ہوئے دکھایا گیا اور تصویر کے نیچے لکھا ہے 'مسز اندرا گاندھی دارالعلوم دیوبند کی سو سالہ تقریبات کے موقع پر تقریر کر رہی ہیں'۔ (ملاحظہ کیجئے روزنامہ جنگ کراچی۔ ۱۳ اپریل ۱۹۸۰ء)

روزنامہ 'امروز' لکھتا ہے کہ جشن دیوبند کے مندوبین حضرات نے واپسی پر بتایا کہ جشن دیوبند کی تقریبات پر بھارتی حکومت نے ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ کئے اور ساٹھ لاکھ روپے دارالعلوم دیوبند نے اس مقصد کیلئے اکٹھے کئے۔ (ملاحظہ کیجئے روزنامہ امروز۔ ۲۷ مارچ ۱۹۸۰ء)

جشن دیوبند کے افتتاحی اجلاس کی صدارت نجدی سعودی حکومت کے شیخ عبدالمحسن عباد چانسلر ریاض یونیورسٹی نے کی۔ جشن دیوبند کی صد سالہ خوشی میں سعودی نجدی حکومت کے سربراہ شاہ خالد اور ولی عہد شہزادہ فہد کے پیغام پڑھ کر سنائے گئے اور ان کی طرف سے دس دس لاکھ (یعنی بیس لاکھ) ریال کے عطیہ کا اعلان کیا۔ (ملاحظہ ہو روئیداد جشن دیوبند، ص ۴۴)

بھارت کے صدر نے اپنے پیغام میں کہا، دارالعلوم دیوبند نے جو خدمات انجام دیں وہ قابل صد تحسین و صد مبارک ہیں۔ کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کے جنرل سیکریٹری سی راجیشور راؤ نے کہا، ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار کی حیثیت سے انہوں نے ہماری جدو جہد آزادی میں سیکولر جمہوریت کی روایات کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ ان میں قابل قدر اضافہ بھی کیا ہم کمیونسٹ ان خدمات کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی خدمات کو اور بھی زیادہ نمایاں کیا جائے۔ (ملاحظہ ہو روئیداد جشن دیوبند، ص ۴۸)

بھارتی وزیر داخلہ ذیل سنگھ نے اپنے پیغام میں کہا، ہندوستان کی مشہور عربی یونیورسٹی اور اسلامی دارالعلوم دیوبند کے ۲۱ مارچ سے شروع ہونے والے جشن صد سالہ کے سلسلہ میں اپنی بہترین نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔ (ایضاً)

اچھوت لیڈر جگ جیون رام، سابق نائب وزیر اعظم ہندوستان نے پینتالیس منٹ تقریر کی جس میں انہوں نے کہا، دارالعلوم دیوبند سے گزشتہ ایک سو سال سے جو اسلام کی روشنی پھوٹ رہی ہے وہ انسان کو انسان بنانے کی روش ہے۔ (ایضاً، ص ۵۹)

محترم مسلمانو! جشن دیوبند 'تاریخ دیوبند' کی ایسی جیتی جاگتی تصویر ہے، جسے کوئی مورخ کوئی تذکرہ نگار نظر انداز نہیں کرسکتا ہے اور یہ بدنما داغ شاید ہی ان کے دامن سے مٹ سکے۔

اب ذرا جشن دیوبند کے منہ بولتے ثبوت کے چند مناظر بھی اپنی حقیقی نگاہوں سے دیکھئے۔ جشن دیوبند کے موقع پر علمائے دیوبند نے 'جشن دیوبند' کے نام سے ایک کتاب شائع کی اس کتاب میں سے چند تصاویر آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

پہلی تصویر میں مولوی محمد سالم' اندرا گاندھی کو تقریر کی دعوت دے رہے ہیں اور اندرا گاندھی کرسی پر بیٹھی ہوئی ہے جبکہ علمائے دیوبند برابر بیٹھے ہیں۔

دوسری تصویر میں بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی' صد سالہ جشن دیوبند سے خطاب کر رہی ہیں اور علمائے دیوبند بڑی توجہ سے ان کی تقریر سن رہے ہیں۔

تیسری تصویر میں بھارت کے سابق نائب وزیر اعظم جگ جیون رام' شرکاء سے خطاب کر رہے ہیں۔

مسلمانو! ان تاریخی حقائق نے فرقہ دیوبند کے انگریز ایجنٹ اور کانگریس ایجنٹ ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے اور اب یہ فیصلہ کرنا قطعی مشکل نہیں کہ فرقہ دیوبند وہابی انگریز کا پیدا کردہ ایک ایسا گروہ ہے جس نے نہ صرف برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو سیاسی طور پر 'انگریز سرکار' کا غلام بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ بلکہ اُمتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انتشار و افتراق اور گروہ بندی میں مبتلا کردینے کا بیڑا بھی اُٹھایا۔ مگر آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ آج علمائے دیوبند اور غیر مقلد وہابی تاریخ کو مسخ کر رہے ہیں۔

اخبارات اور رسائل، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھائی جانے والی درسی کتابیں اس بات کی گواہ ہیں کہ دورِ حاضر کے علمائے دیوبند آج اپنے اکابرین کو ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کا ہیرو اور انگریزوں کے مخالف قرار دے رہے ہیں جس کا اندازہ حسبِ ذیل عبارات سے لگایئے۔ دیوبندی رسالہ ماہنامہ 'اقراء' لکھتا ہے:۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں علمائے حق اور آزادی ہند طبقہ نے فرنگی استبدادویت اور اس کے ظلم و جبر کے خلاف ایک زبردست آزادی کی جنگ لڑی اس آزادی فکر کے نام لیوا علماء اسلام کی قیادت حضرت امداد اللہ مہاجر مکی کر رہے تھے اکابرین دیوبند حضرت علامہ رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا قاسم نانوتوی، حضرت حافظ محمد ضامن صاحب نے اس جہاد کو کامیاب بنانے کیلئے اپنی پوری مجاہدانہ کوششیں صرف کیں۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ اقراء، ص ۱۰۷)

دیوبند مکتبہ فکر کا ماہنامہ 'الحق' کا ایک من گھڑت اور نئی نسل کو حقائق سے گمراہ کرنے والا بیان اور پڑھئے...... مشرقی اور مغربی پاکستان کا جھنڈا لہرانے کا اعزاز کسی آکسفورڈ، کیمبرج اور کیلیفورنیا یونیورسٹیز کے فارغ شدگان کے حصہ میں نہ آیا بلکہ یہ اعزاز دیوبند کے ان فضلاء کو ملا جنہوں نے تحریکِ پاکستان میں شبانہ روز محنت کر کے اپنی علمیت اور قابلیت کا لوہا منوایا۔

ایک موقع پر بمبئی میں بابائے قوم مسٹر جناح نے دیوبند کی ایک عظیم ہستی حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کو خراجِ تحسین ان الفاظ میں پیش کیا اور کہا کہ مسلم لیگ کیساتھ ایک بہت بڑا عالم ہے جس کا علم تقویٰ اگر ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور تمام علماء کا علم اور تقویٰ دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو اس ہستی کا پلڑا بھاری ہوگا 'وہ مولانا اشرف علی تھانوی ہیں' مسلم لیگ کو آپ جیسی عظیم المرتبت ہستی کی حمایت کافی ہے۔ (ملاحظہ کیجئے ماہنامہ الحق، ص ۸۷ اکوڑہ خٹک)

اور سنئے علمائے دیوبند کی تاریخ کا ایک اور جھوٹا افسانہ..... اہل ہند انگریز کے مظالم کے خلاف جب اُٹھ کھڑے ہوئے اسی دور میں تھانہ بھون سے مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا لشکر شاملی کی طرف روانہ ہوا۔ جو انگریزوں کی فوج کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اس لشکر میں مولانا قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حافظ محمد ضامن (جو اسی شاملی کے میدان میں شہید ہوئے) قابل ذکر ہیں۔ یہ واقعہ ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو رونما ہوا۔ (ملاحظہ کیجئے ماہنامہ الحق، ص ۷۳ اکوڑہ خٹک۔ اگست ۱۹۹۷ء)

مسلمانو! مذکورہ واقعہ میں قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور یہ دونوں وہی حضرات ہیں جو انگریزوں کی حمایت میں اٹل پہاڑ کی طرح مسلمانوں کے خلاف جم گئے تھے اور اس جنگ میں حافظ محمد ضامن کو مسلمانوں نے گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ مگر آپ تاریخ کو مسخ کرنے کا اندازہ لگایئے کہ مذکورہ بالا واقعہ میں بتایا جا رہا ہے کہ حافظ محمد ضامن صاحب شاملی کے مقام پر انگریزوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

دیوبندیوں کا ایک اور تاریخی جھوٹ ملاحظہ کیجئے کہ وہ محمود الحسن کے بارے میں کیا لکھتے ہیں، حضرت شیخ الہند کے متعلق یوپی کے گورنر سر جیمس نے کہا تھا کہ اس شخص کی اگر بوٹی بوٹی بھی کر دی جائے تو ہر بوٹی سے انگریزوں کی عداوت ٹپکے گی۔ (ملاحظہ کیجئے ماہنامہ الحق، اکوڑہ، ص ۷۴، سطر نمبر ۱۷ تا ۱۹۔ اگست ۱۹۹۷ء)

جھوٹ اور مکر وفریب کا اندازہ لگایئے کہ وہ محمود الحسن جنہوں نے انگریز حکومت کی پرورش میں پلنے والے دارالعلوم دیوبند میں ساری زندگی گزاری اور انگریز حکومت سے مراعات حاصل کرتے کرتے دنیا سے چلے گئے...... ان کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کی ہر بوٹی سے انگریزوں کی عداوت ٹپکے گی۔ جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

دیوبند مکتب فکر کا ہفت روزہ الہلال کہتا ہے، جہاد کی شمع کو لے کر سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید میدانِ عمل میں نکل پڑے اور ۱۸۳۲ء میں بالاکوٹ کی پہاڑیوں پر حق کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دیئے۔ (ملاحظہ کیجئے ہفت روزہ الہلال۔ ۹ اپریل ۲۰۰۱ء دارالعلوم دیوبند ایڈیشن)

مسلمانو! تاریخ ایسی حقیقت ہے جسے کوئی بھی جھٹلا نہیں سکتا آج اگر علمائے دیوبند اپنے اکابر کو ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کا ہیرو قرار دیتے ہیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ جو لوگ اسلام کا شیرازہ بکھیر سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا جھوٹا ہونا لکھ سکتے ہیں، انبیاء و اولیاء کرام کی شان میں گستاخیاں کر سکتے ہیں، انگریزوں سے میل جول رکھ سکتے ہیں' ایسے لوگوں کا جھوٹ بولنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ تاریخ کو مسخ تو کیا جا سکتا ہے مگر جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

آپ پر یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ مدرسہ دیوبند برٹش حکومت کے تیار کردہ علماء کا بہت بڑا مرکز تھا جس مدرسہ کو چلانے والے خود انگریز ہوں اس مدرسہ کو انگریزوں کے خلاف باغیانہ سرگرمیوں کا اڈہ کہنا آنکھوں میں دھول جھونک دینے کے سوا کچھ نہیں اور عقل بھی اسے تسلیم نہیں کرتی کہ انگریز کا دور ہو اور انہیں کے خلاف مدرسہ تعمیر ہو۔

دیوبند مکتبہ فکر کا اخبار اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے، سفید فام سامراج (یعنی انگریز) نے ہندوستان میں علماء اور دینی مراکز کو بلڈوز کر کے ان کی اجتماعیت اور مرکزیت کو ختم کر دیا تھا۔ (ملاحظہ کیجئے دارالعلوم دیوبند ایڈیشن ۹ اپریل۔ ہفت روزہ الہلال)

مذکورہ بالا انکشاف سے یہ واضح ہے کہ انگریزوں نے علمائے حق کا قتل عام کیا اور دینی مدارس کو بلڈوز کر کے ان کے وجود کو مٹا کر رکھ دیا لیکن دیوبندیوں کی انگریز نوازی اور وفاداری سورج کی طرح روشن تھی جس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایئے کہ جس دور میں مسلمانوں کے دینی مراکز ختم کئے جا رہے تھے اسی دور میں ۱۸۶۶ء میں مدرسہ دیوبند کی تعمیر شروع ہوئی جس کی وسیع و عریض عمارت اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے یہ مدرسہ باغیوں کا مرکز نہیں بلکہ انگریزوں کے وفاداروں اور جہاد کو منسوخ کرنے والوں کا مرکز تھا۔ انگریز دور میں بننے والے مدرسہ دیوبند کی وسیع و عریض عمارت کو اپنی آنکھوں سے دیکھئے اور ایماندارانہ فیصلہ کیجئے کیا ایسی عالیشان اور محل نما عمارت ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے تباہ ہونے والے خستہ حال مسلمان تعمیر کر سکتے ہیں؟

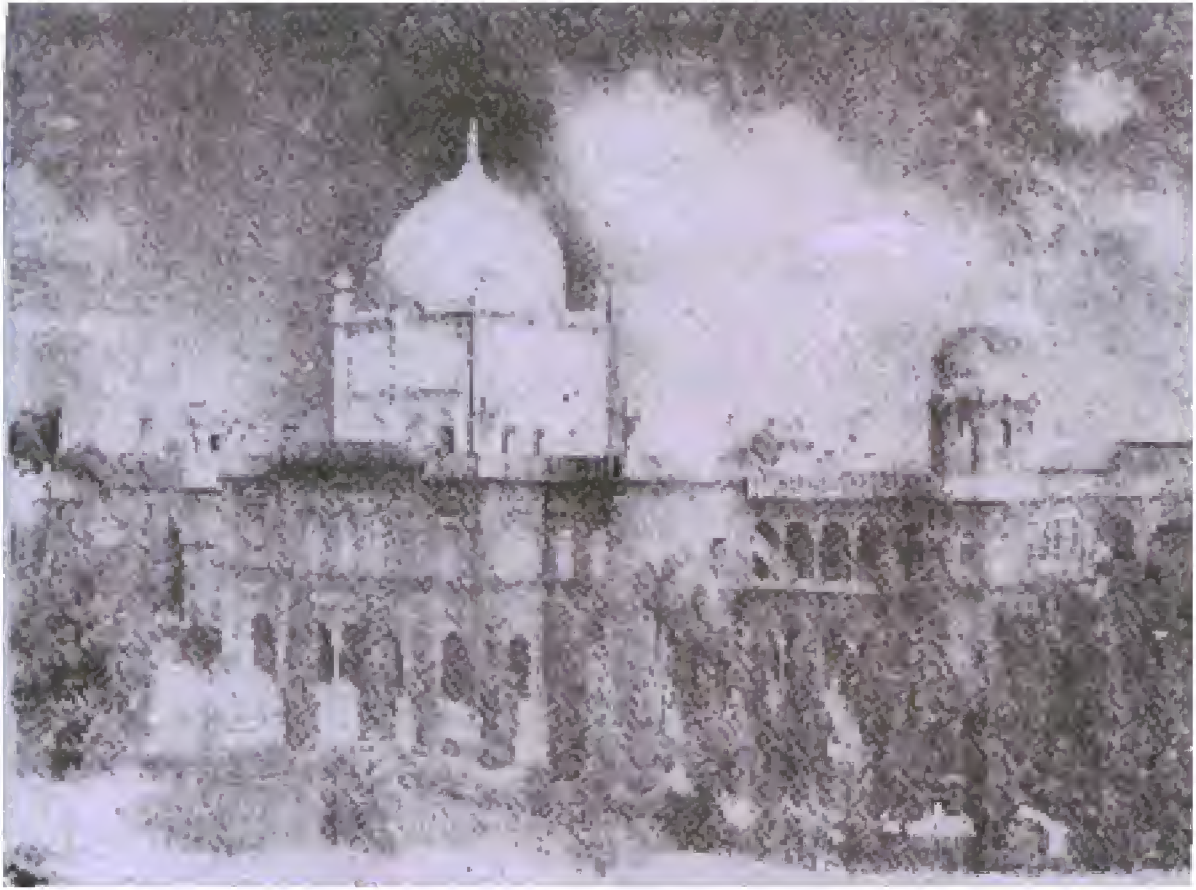

انگریز دور حکومت میں بننے والا مدرسہ دیوبند

علمائے دیوبند انگریزوں کے کس قدر حامی تھے اس حقیقت کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے:۔

ایک مرتبہ بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی، مولوی منصور علی خان کے ہمراہ نانوتہ روانہ ہوئے، راستے میں مولانا کا حجام آتا ہوا ملا اوراس نے خبر دی کہ نانوتہ کے تھانیدار نے ایک عورت کو بھگانے کے الزام میں میرا چالان کر دیا ہے خدارا مجھے بتایئے۔ مولوی منصور علی خان کا بیان ہے کہ نانوتہ پہنچتے ہی مولانا نے اپنے مخصوص کارندہ منشی محمد سلیمان کو طلب کیا اور پر جلال آواز میں فرمایا اس غریب کو تھانیدار نے بے قصور پکڑا ہے تم اس سے کہہ دو کہ یہ حجام ہمارا آدمی ہے اس کو چھوڑ دو ورنہ تم بھی نہ بچو گے، اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈالو گے تو تمہارے ہاتھ میں بھی ہتھکڑی آپڑے گی۔

منشی محمد سلیمان نے مولانا نانوتوی کا حکم ہو بہو تھانیدار تک پہنچا دیا۔تھانیدار نے جواب دیا، اب کیا ہو سکتا ہے روزنامچہ (FIR) میں اس کا نام لکھ دیا گیا۔ مولانا نانوتوی نے اس کے جواب پر حکم دیا کہ تھانیدار سے جا کر کہہ دو کہ اس کا نام روزنامچہ سے کاٹ دو۔ مولانا کا حکم پا کر تھانیدار خود ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت نام نکالنا بڑا جرم ہے اگر اس کا نام نکال دیا تو میری نوکری جاتی رہے گی۔ فرمایا اس کا نام روزنامچہ سے کاٹ دو تمہاری نوکری نہیں جائے گی۔ مولوی منصور علی خان کا کہنا ہے کہ مولانا کے حکم کے مطابق تھانیدار نے حجام کو چھوڑ دیا اور تھانیدار تھانیدار ہی رہا۔ (ملاحظہ ہو سوانح قاسمی، ص ۳۲۱-۳۲۳)

اس واقعہ کو سننے کے بعد آپ کو یہ غور کرنا ہے کہ اگر بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی برٹش حکومت کے مخالف اور باغی تھے تو انگریز پولیس کا محکمہ ان کا اس قدر فرمانبردار اور تابع کیوں ہوا اور تھانیدار کو یہ دھمکی کیوں دی گئی کہ اس کو چھوڑ دو ورنہ تم بھی نہ بچو گے اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈالو گے تو تمہارے ہاتھ میں بھی ہتھکڑی آپڑے گی ایسی دھمکی وہی دے سکتا ہے جس کا تعلق اعلیٰ حکام سے ہو۔ حکومت کے باغی میں یہ جرأت ہرگز نہیں ہو سکتی۔

مسلمانو! تمام حقائق کو جاننے کے بعد یہ حقیقت سورج کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں دشمن اسلام انگریزوں نے مسلمانوں میں انتشار برپا کرنے اور مسلمانوں کی یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے کیلئے بڑے بڑے گل کھلائے۔ انہوں نے عہدوں اور دولت کا لالچ دے کر ایسے زرخرید مولویوں کی خدمات حاصل کیں جو نئے انداز سے مسلمانوں کے عقائد و نظریات کا رخ بدل کر رکھ دیں۔ اس مذموم مقصد کیلئے انہوں نے خاص طور پر پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب کو نشانہ بنایا۔ زرخرید مولویوں کی تمام تر توانائیاں اسی پر صرف ہوئیں کہ حضور پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام و مرتبے کی اہمیت ختم ہو جائے اور دنیا میں بہت سے نام نہاد نبی پیدا کر دیئے جائیں اور اس دیوار کو سب سے پہلے جس نے توڑا وہ دیوبندی گروہ کا سربراہ مولوی قاسم نانوتوی ہی تھا۔ جس نے برملا یہ اعلان کیا کہ یہ خیال تو صرف عوام کا ہے ورنہ تحقیقی علم تو یہ ہے کہ حضور کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی پیدا ہو جائے جب بھی حضور کی خاتمیت میں فرق نہ آئے گا۔

انگریزوں کی یہ پہلی اور خطرناک سازش تھی جو پیغمبر اسلام خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہمیت کے خلاف وجود میں آئی۔

چنانچہ اس سازش کے تحت پیغمبرانہ منصب کو حاصل کرنے کیلئے پہل کرنے والے آگے بڑھے جو آپ پچھلے صفحات میں بھی پڑھ چکے ہیں۔ اس دوڑ میں علمائے دیوبند ابھی فیصلہ بھی نہ کر پائے تھے کہ سرزمین قادیان سے مرزا غلام احمد قادیانی اس منصب کو حاصل کرنے کیلئے کود پڑا۔ ایک ہی وقت میں کسی دو نبوت کے دعویداروں کا دعویٰ انگریز سازش کے خلاف تھا۔ لہٰذا علمائے دیوبند نے اسی پر صبر کیا کہ دعویٰ نبوت نہ سہی، نبوت کا دروازہ کھولنے کا حق تو بہرحال محفوظ ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف قادیانی فرقہ کے ایک ابوالعطا جالندھری نے اس طرح کیا، حضرت مولوی صاحب موصوف (مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند) کی کتب کا مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاتمیت کے بارے میں سابق علمائے محققین کی روشنی میں آپ نے نہایت واضح موقف اختیار فرمایا ہے۔ (ملاحظہ کیجئے افادات قاسمیہ، ربوہ پاکستان)

قاسم نانوتوی کی افادیت کے بارے میں قادیان سے شائع ہونے والی کتاب کے قادیانی مصنف افادات قاسمیہ میں مزید لکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مصلحت سے حضرت مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کو خاتمیت محمدی کے اصل مفہوم کی طرف وضاحت کیلئے رہنمائی فرمائی اور آپ نے اپنی کتابوں اور اپنے بیانات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی نہایت دلکش تشریح فرمائی۔ (ملاحظہ ہو افادات قاسمیہ، مطبوعہ ربوہ)

اسی کتاب میں ایک جگہ یہ بھی بیان دیا گیا ہے، بلاشبہ آپ کی کتاب تحذیر الناس اس موضوع پر خاص اہمیت رکھتی ہے۔
(افادات قاسمیہ)

مسلمانو! بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کیلئے نبوت کا دروازہ کھولا اس حقیقت کا اندازہ آپ آج بھی علمائے دیوبند کی درس نظامی کی اس کتاب سے بخوبی لگا سکتے ہیں جس میں درس نظامی کی منطق کی ابتدائی کتاب مرقات کے پہلے صفحہ پر قاسم نانوتوی کے اس کفریہ نظریہ کو بڑی شدومد کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے: 'اور ذاتی طور پر نبوت کے حامل ہمارے نبی ﷺ ہیں اور دوسرے نبی ثانوی اور عارضی طور پر نبوت سے متصف ہیں'۔ (ملاحظہ کیجئے مرقات، ص ۲ حاشیہ ۵)

ان تمام حقائق سے یہ واضح ہوا کہ انگریزوں کے اشارے پر اگرچہ دیوبندی علماء نے کھل کر نبوت کا دعویٰ نہیں کیا مگر منصب نبوت کے سارے لوازمات اور اوصاف اپنے درمیان تقسیم کئے۔

ان تاریخی حقائق کو جان لینے کے بعد اس افسوس ناک حقیقت کا اعتراف بھی کرنا پڑے گا کہ جس اسلام کے بنیادی عقیدۂ توحید پر برصغیر کے مسلمانوں کا شیرازہ بندی بزرگانِ دین نے کی تھی، آج اسی اسلامی عقیدۂ توحید کو انتشار و اختلاف کا سبب بنایا جا چکا ہے اور ملتِ اسلامیہ دو ایسے متحارب گروہوں میں بٹ چکی ہے کہ اتحاد و اتفاق تو دور کی بات ہے ایک دوسرے کو سلام و کلام کرنا بھی گوارہ نہیں کیا جاتا، ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا کرنا ناجائز سمجھا جاتا ہے۔

کل تک جن فرقوں کا نام ونشان تک اس خطے میں نہ تھا آج وہ ببانگ دہل، سُنّی مسلمانوں کی آبادیوں کو 'بدعتیوں کے مرکز' اور بزرگانِ دین کے مزاراتِ مقدسہ کو 'کفر وشرک کے اڈے' قرار دے رہے ہیں اور بڑی کثرت سے 'شرک کی ڈگریاں' لوگوں میں تقسیم کررہے ہیں۔ بات بات پر ہر اچھے بھلے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو کافر ومشرک اور بدعتی قرار دیا جارہا ہے۔

مسلمانو! یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں جس قدر فرقے وجود میں آئے اور انہیں جس قدر پذیرائی ملی اور آج ان میں جتنے لوگ بھی شامل ہیں یہ سب کے سب پہلے سنی مسلمان ہی تھے اپنے عقیدہ سے لاعلمی کے سبب آج یہ گمراہ اور بے دین فرقوں کا شکار ہوئے ان کی لاعلمی سے گمراہ فرقوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا.........

کسی نے کہا غیر اللہ سے مدد لینا شرک، تو کسی نے کہا یا رسول اللہ کہنا شرک، کسی نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور کہنا شرک، تو کسی نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حیاۃ النبی کہنا شرک، کسی نے کہا بارگاہِ خداوندی میں وسیلہ اختیار کرنا شرک، تو کسی نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود وسلام پڑھنا شرک، کسی نے کہا غیر اللہ کی نیاز کرنا شرک، تو کسی نے کہا حضور کو 'غیب داں' ماننا شرک، گویا اُٹھنا شرک، بیٹھنا شرک، چلنا شرک، جاگنا شرک، رُکنا شرک، سونا شرک، کھانا شرک، پینا شرک...... یوں لگتا ہے کہ روئے زمین پر شرک کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں سارے کے سارے (نعوذ باللہ) شرک ہی لیتے ہیں شرک ہی دیتے ہیں کس قدر شرک کا انبار لگا ہوا ہے۔

جتنے منہ اتنی باتیں اور یہ ساری باتیں وہ ہیں جو وہابی زبانیں کہتے ہوئے نہیں تھکیں۔ علم سے ناآشنا سنّی مسلمان انہیں حق مان کر دیوبندی وہابی عقیدہ اختیار کرلیتے ہیں، اس فرقہ پرستی کے دور میں مسلمانوں کو آج اپنے عقائد سے باخبر ہونا چاہئے تھا مگر بدنصیبی سے سنی مسلمان اپنے بنیادی عقائد سے بالکل بے خبر ہوتے جارہے ہیں۔ وہابی نجدیوں اور دیوبندیوں کے بھرپور پروپیگنڈے نے مسلمانوں کو اپنے اصل مرکز سے بہت دور کردیا۔ لہٰذا اے مسلمانو! اگر آپ شرک کی حقیقت کو جاننا چاہتے ہیں تو میں آپ سے پر زور درخواست کروں گا کہ آپ مجھ ناچیز کی تحریر کردہ کتاب 'حق کی تلاش' کا ضرور مطالعہ کریں انتہائی آسان الفاظ میں لکھی گئی اس کتاب کو پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ آج دنیا بھر کے کروڑوں سنی مسلمان شرک میں مبتلا ہیں یا نہیں اس کتاب کا مطالعہ آج ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے۔

پیارے مسلمانو! خدا گواہ ہے ان حقائق سے آپ بھائیوں کو آگاہ کرنے کا میرا اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں کہ کسی طرح آپ کا ایمان سلامت رہے اور ایمان بالخیر آپ کا خاتمہ اس دنیا سے ہو۔ اب ذرا اختصار کے ساتھ ان حقائق پر بھی روشنی ڈال دوں جن سے کروڑوں سنی مسلمان بے خبر ہیں اور ان کی بے خبری کی وجہ سے دیوبندی اور وہابی فرقے بہت فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

میلاد النبی کا بیان

ان تمام انگریز علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میلاد منانا اور اس پر خوشی کا اظہار کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔

مسلمانو! یہ حقیقت ہے کہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانا نہ تو فرض ہے اور نہ ہی واجب لیکن تمام آئمہ دین اور صالحین کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میلاد منانا مستحب اور باعثِ خیر و برکت ہے۔ کنز العمال میں ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر اور آپ کی پیدائش کا تذکرہ عبادت ہے۔ ترمذی شریف میں اور بیہقی شریف کی حدیثِ مبارکہ ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا نسب اور پیدائش کا تذکرہ منبر پر کھڑے ہوکر بیان فرمایا۔ حضور کے صحابہ کرام بھی یومِ میلاد کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے واقعات بیان فرما رہے تھے اور مسرت کا اظہار کرکے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالا رہے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج رہے تھے کہ اچانک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہوگئی۔ (ملاحظہ ہو التنویر فی مولد السراج المنیر مصنف امام عمر بن محدث اندلسی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزِ میلاد کھجوریں تقسیم فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ جو اس دن کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں ایک درہم خرچ کرے گا تو یوں سمجھے کہ اس نے سونے کے پہاڑ سے بھی زیادہ خرچ کیا اور قیامت کے دن اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی۔ (ملاحظہ ہو سراج المنیر، ص ۱۳۶)

ابولہب اسلام کا سخت ترین دشمن تھا۔ انتقال کے ایک سال بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ بہت برے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہارے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی لیکن اتنا ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے اور کنیز ثویبہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تو اسے آزاد کردیا تھا۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری، ج ۹، ص ۱۸۸۔ عمدۃ القاری شرح بخاری، ج ۲۰ ص ۹۵)

غور فرمایئے! ابولہب اسلام کا دشمن ہے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں اپنی کنیز ثویبہ کو آزاد کردیا تو اس کا انعام یہ ملا کہ ہر پیر کے دن اس کے عذاب میں کمی کردی گئی۔ سوچئے جو اہلِ ایمان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں یومِ میلاد منائے گا اس کا اجر و انعام کتنا عظیم تر ہوگا۔

عالمِ اسلام کے عظیم و جلیل محدث علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلادِ پاک کی خوشی منائے تو وہ خوشی دوزخ کی آگ کیلئے پردہ بن جائے گی اور جو میلادِ مصطفیٰ پر درہم خرچ کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے جو قبول ہوگی۔ (ملاحظہ ہو مولد العروس، ص ۹۔ مطبوعہ بیروت)

پیارے مسلمانو! ۱۲ ربیع الاوّل کا مقدس دن وہ مبارک دن ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول سیّد الانبیاء احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس گلشن ہستی میں جلوہ گر ہوئے اور پوری کائنات اس سراج منیر کے نورِ مبین سے جگمگا اُٹھی پوری انسانیت جہالت اور بداعمالیوں کے حصار میں مقید تھی اور تمام راستے شیطانیت اور گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کی لپیٹ میں تھے کہ اس مقدس آفتاب رشد و ہدایت کی روشنی و تاباں کرنیں ظلمتوں کا جگر چاک کرتی ہوئی چار سو پھیل گئی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس جہان رنگ و بو میں پیر کے دن تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر ارشاد فرمایا:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا (پ۴۔ سورۂ آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

اس آیتِ مقدسہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کو احسان قرار دیا گیا تا کہ مومن اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھیں اور احسان فراموش نہ ہوں پھر خوشیاں منانے کا بھی حکم دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

قل بفضل اللہ و برحمتہٖ فبذٰلك فلیفرحوا ط ھو خیر مما یجمعون (پ۱۱۔ سورۂ یونس: ۵۸)

ترجمہ: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا:

اللھم ربنآ انزل علینا مآئدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا و آخرنا (پ۷۔ سورۂ مائدہ: ۱۱۴)

ترجمہ: اے اللہ اے ربّ ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان (کھانا) اُتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلے اور پچھلوں کی۔

غور فرمایئے! مذکورہ بالا آیتِ مقدسہ سے اس حقیقت کا پتا چلا کہ اگر آسمان سے کھانا نازل ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دن عید منائیں اور جب تمام عالمین کی جان، جانِ ایمان، نعمتِ عظمیٰ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائیں تو تعجب ہے وہ دن عید کا نہ ہو؟

قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

یا ایھا الناس اذکروا نعمت اللہ علیکم ط (پ۲۲۔سورۃ فاطر:۳)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

واما بنعمۃ ربک فحدث (پ۳۰۔سورۃ والضحیٰ:۱۱)

ترجمہ: اور اپنے ربّ کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

مذکورہ بالا دونوں آیاتِ کریمہ میں ربّ کی نعمت کا خوب چرچا کرنے کا حکم موجود ہے۔امام بخاری فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی نعمت خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ (ملاحظہ ہو بخاری شریف،ج۲ص۵۶۶)

مذکورہ بالا درخشاں دلائل سے ثابت ہوا کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد میں میلاد شریف کا انعقاد کرنا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش میں خوشی کا اظہار کرنا، چراغاں کرنا، ہرے جھنڈے لگانا اور جلوس نکال کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کرنا، صدقات و خیرات کرنا سب جائز اور مستحب اور باعثِ خیر و برکت ہے جو ہرگز بدعت نہیں۔مزید معلومات کیلئے ناچیز کی 'سہانی گھڑی' نامی کتاب کا مطالعہ کریں۔

بیس رکعت تراویح کا بیان

پیارے مسلمانو! غیر مقلد وہابیوں کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ماہِ رمضان میں نمازِ تراویح کی طرف آٹھ رکعتیں پڑھنا سنت ہے۔ حدیث میں بیس رکعت کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ لہٰذا بیس رکعتیں تراویح پڑھنا بدعت اور گمراہی ہے۔ وہ اپنے اس دعوے کو سچ ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ سیدھے سادھے مسلمان ان کی باتوں میں آ کر وہابی مذہب اختیار کر لیتے ہیں۔

مسلمانو! جہاں تک بیس رکعت تراویح کا معاملہ ہے سنی مسلمانوں کا اس بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ بیس رکعت تراویح پڑھنا سنتِ رسول، سنتِ صحابہ اور سنتِ عامۃ المسلمین ہے۔ آٹھ رکعت تراویح پڑھنا غیر مقلد وہابیوں کی نئی ایجاد اور کھلی گمراہی ہے۔

حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے وِتر کے علاوہ۔ (ملاحظہ ہو ابن ابی شیبہ، طبرانی کبیر، بیہقی شریف، عبد اللہ بن حمید، بحوالہ تنویر المصابیح فی عدد التراویح، ص۹)

حضرت امام مالک نے حضرت ابن رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں مسلمان ماہِ رمضان میں 23 رکعت پڑھا کرتے۔ بیس تراویح اور تین وتر۔ (ملاحظہ ہو بیہقی، جلد ثانی، ص۴۹)

صحابیٔ رسول حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، ہم صحابہ کرام عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت اور وِتر پڑھا کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو معرفۃ السنن والآثار بحوالہ تنویر المصابیح فی عدد التراویح، ص۱۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو پانچ تراویح یعنی بیس رکعت پڑھاؤ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ امام بن کر لوگوں کو ماہِ رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے۔ (ملاحظہ ہو اوجز المسالک، ج۱، ص۳۹۱)

حضرت عبد الرحمٰن اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رمضان میں قاریوں کو بلا کر ان میں سے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے بیس رکعت اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتر خود پڑھاتے تھے۔

مسلمانو! معلوم ہوا صحابہ کرام بھی بیس رکعت تراویح پڑھتے رہے کہ کسی نے بیس رکعت تراویح پر انکار نہ کیا۔ ہاں یہ روایت ضرور ملتی ہے کہ ابتداء میں لوگ فرداً فرداً تراویح پڑھا کرتے تھے۔ باجماعت تراویح کا رواج حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا۔ تراویح پڑھنا سنتِ رسول ہے اور باجماعت نماز تراویح پڑھنا سنتِ فاروقی ہے۔ اس پر اجماع صحابہ ہوا۔ کسی صحابی نے بیس رکعت تراویح باجماعت پر اعتراض نہ کیا۔ اس کی مزید تفصیلات کیلئے کتاب تنویر المصابیح فی عدد التراویح کا مطالعہ کریں۔

قبر پر اذان دینے کا بیان

مسلمانو! میت کو قبر میں دفن کر کے اذان دینا اہلسنت کے نزدیک جائز اور مستحب ہے۔ مگر دیوبندی وہابی اس عمل کو حرام، بدعت اور کفر و شرک سے منسوب کرتے ہیں اور علم سے نا آشنا مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

مسلمانو! یاد رکھو انسان کیلئے دو گھڑیاں ایسی ہیں جو اس کیلئے انتہائی خطرناک ہیں پہلی وہ گھڑی ہے جب اس کی روح جسم سے نکالی جاتی ہے اور دوسری گھڑی قبر میں سوال و جواب کی ہے اگر جان کنی کے وقت ایمان بالخیر خاتمہ نہ ہوا تو عمر بھر کا کرا دھرا برباد ہو جائے گا۔ مردے کو دفن کرنے کے بعد اذان سے کتنا فائدہ ہوتا ہے اس حقیقت کا علم تو مرنے کے بعد ہی ہوگا قبر پر اذان دینا ایک مستحب اور فائدہ مند عمل ہے۔ اذان سے یوں تو کوئی فائدے ہیں، ان میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ جب نماز کی اذان ہوتی ہے تو شیطان گوز لگاتا ہوا بھاگتا ہے یہاں تک کہ اذان نہیں سنتا۔

جب انسان کا انتقال ہوتا ہے شیطان اس کا ایمان چھیننے کیلئے حملہ کرتا ہے اس طرح قبر میں بھی شیطان پہنچتا ہے اور مردے کو بہکاتا ہے کہ تو مجھے خدا کہہ دے تا کہ مردہ اس آخری اور فیصلہ کن امتحان میں بھی فیل ہو جائے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم کا ایندھن بن جائے اگر اس موقع پر قبر پر کھڑے ہو کر اذان دے دی جائے تو میت کو یہ فائدہ حاصل ہو جائے گا کہ اذان کی برکت سے شیطان حملہ آور نہیں ہوگا اور میت کو امان حاصل ہو جائے گی۔ اذان دینے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اذان سے خوف اور دہشت ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں اُترے تو ان کو سخت وحشت ہوئی پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور اذان دی۔ مردہ چونکہ اپنے عزیز و اقرباء کو چھوڑ کر تنہا اندھیری قبر میں پہنچتا ہے اسے اس وقت سخت وحشت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اسی دہشت کے عالم میں منکر نکیر کی ہیبت ناک شکلیں اس کے ہوش باختہ کر دیتی ہیں سوال و جواب میں ناکامی کا اندیشہ بہت زیادہ ہوتا ہے اس موقع پر قبر پر کھڑے ہو کر اذان دینے سے مردے کی وحشت دور ہوتی ہے اور وہ سکون کے ساتھ سوال کے جوابات دے دیتا ہے۔

دیوبندی وہابی مولویوں کا یہ کہنا کہ اذان تو صرف نماز ہی کیلئے مخصوص ہے کسی دوسرے جگہ اذان دینا جائز نہیں۔

مسلمانو! ان کا یہ خیال بھی غلط ہے اگر اذان کا دینا صرف نماز کی اطلاع کیلئے مخصوص ہے تو جب بچہ پیدا ہوتا ہے اور اس کے کان میں جو اذان دی جاتی ہے اس وقت کون سی نماز کا وقت ہوتا ہے۔ جب آندھی اور طوفانی بارشیں ہوتی ہیں تو اس وقت قدرتی آفات سے بچنے کیلئے اذانیں دی جاتی ہیں تا کہ بارش اور آندھیوں سے محفوظ رہا جا سکے اس وقت کون سی نماز کا وقت ہوتا ہے۔ درِ مختار میں ہے کہ دس جگہ اذان دینا سنت ہے۔ (ملاحظہ ہو درِ مختار، جلد اوّل، باب الاذان)

اذان دینے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ لگی ہوئی آگ اس کی برکت سے بجھ جاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ لگی ہوئی آگ کو تکبیر سے بجھاؤ اور جب تم آگ لگی ہوئی دیکھو تو تکبیر کہو کیونکہ یہ آگ بجھاتی ہے۔

جب مردے کو قبر میں لٹا دیا جاتا ہے تو اپنے گناہوں کے سبب اس کی قبر میں آگ بھڑکا دی جاتی ہے۔ اگر قبر پر کھڑے ہو کر اذان دی جائے تو اُمید ہے کہ اذان کی برکت سے اللہ تعالیٰ آگ بجھا دے۔

قبر پر اذان دینے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اذان اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے قبر کا عذاب دور ہوتا ہے اور قبر فراخ ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ صحابیٔ رسول حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت بیمار ہوئے۔ نزع کے وقت ان کی عیادت کیلئے حضرت سعید بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا، اے ابوسعید! جب میں مر جاؤں میرے ساتھ وہ معاملہ کرنا جسے کرنے کا ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مر جائے اور اس پر تم مٹی دے ڈالو تو چاہیے کہ ایک شخص تم میں سے اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو اور کہے اے فلاں شخص فلانی عورت کے بیٹے وہ سنے گا مگر جواب نہیں دے گا۔ پھر اسے دوبارہ اسی طرح پکارے وہ سیدھا بیٹھ جائے گا پھر تیسری دفعہ اسی طرح کہے وہ کہے گا کہ ارشاد کر اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے مگر تو اس کے جواب کو سن نہ سکو گے پھر اس سے کہے 'یاد کر اس چیز کو جس پر تو دنیا سے اُٹھا ہے یعنی گواہی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی اور یہ کہ تو اس بات پر راضی ہوا کہ تیرا پروردگار اللہ ہے اور دین اسلام ہے اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نبی ہیں اور قرآن امام ہے'۔

اگر یہ اس کو سنا دو گے تو منکر اور نکیر اس کے پاس سے ہٹ جائیں گے اور یوں کہیں گے یہاں سے چل دو اس شخص کے پاس ہم کیوں بیٹھیں اس کو تو حجت سکھا دی گئی اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف سے جواب دے گا۔ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اس کو 'حوا' کا بیٹا کہہ کر پکارے۔ (حدیث بحوالہ ماہنامہ الجنید، پشاور۔ ستمبر/اکتوبر ۱۹۹۶ء، ص ۱۷)

سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیثِ مبارکہ نے یہ واضح کر دیا کہ قبر پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے مرحوم کو عذابِ قبر سے نجات ملتی ہے اور مردہ منکر ونکیر کے سوالوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کا جواب اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اس طرح اذان بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جس سے مردے کو شیطان کے شر سے پناہ حاصل ہوتی ہے۔ ان اعمال کو شرک و بدعت کہہ کر نہ کرنا آخرت کی دائمی نعمتوں سے محرومی کے سوا کچھ نہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہابیوں کے مکروفریب میں ہرگز نہ آئیں۔ مرنا ہر ایک کو ہے دنیا میں آج تک کوئی ایسا نہیں جسے موت نہ آئی ہو۔ جب مرنا ہی ہے تو کیوں نہ مرنے سے پہلے ہم بھی صحابیِ رسول حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کو اپنائیں اور اپنے عزیزوں کو مذکورہ بالا حدیثِ مبارکہ پر عمل کرنے اور اپنی قبر پر اذان دینے کی وصیت کریں۔

مسلم شریف میں ہے کہ جب صحابیٔ رسول حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ جب مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پر مٹی ڈال کر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ تمہارے قرب سے مجھے اُنس حاصل ہو اور میں دیکھوں کہ میں فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

(ملاحظہ ہو شرح مسلم کتاب الایمان ،ص ۲۳۵)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے بھی یہ معلوم ہوا کہ میت کو دفن کرنے کے فوراً بعد قبرستان سے چلے جانا صحابہ کرام کے معلومات کے خلاف ہے دفن کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس ٹھہرنا چاہئے تاکہ میت کو اپنے عزیز واقارب کی وجہ سے اطمینان وطمانیت حاصل ہو اور اس دوران لوگ ذکر واذکار اور تلاوتِ قرآن پاک میں مشغول رہیں تو میت کو مزید اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

احادیثِ مبارکہ کا ذخیرہ اس حقیقت کے ثبوت کیلئے موجود ہے کہ مردہ قبر سے باہر کی آواز سنتا ہے اس لئے اگر اس موقع پر قبر پر اذان دی جائے تو اس سے رحمتِ الٰہی کا نزول ہوگا۔ کیونکہ اذان میں جہاں توحید کا ذکر ہے وہیں رسالت اور نماز کا بھی ذکر ہے اور قبر میں میت سے انہی کے بارے میں پوچھا جاتا ہے کہ تمہارا رب کون ہے، رسول کون اور تمہارا دین کیا ہے۔ قبر میں میت کے دل ودماغ پر خوف وہراس کی کیفیت طاری ہوتی ہے اذان سن کو فوراً اس کا ذہن ان سوالوں کے جوابات کی طرف منتقل ہو جاتا ہے پس یہ عمل میت کے ساتھ انتہائی ہمدردی اور کارِ خیر کا ذریعہ ہے جو کسی طرح بدعت وحرام نہیں۔

قبروں کی زیارت کا بیان

محترم مسلمانو! اہل سنت کے نزدیک بزرگانِ دین کے عرس اور ان کی قبروں کی زیارت کیلئے جانا جائز اور حصولِ برکت کا ایک ذریعہ ہے۔

مگر دیوبندی وہابی مولوی اسے بھی بدعت، شرک اور کفر قرار دیتے ہیں جہاں تک قبروں کی زیارت کرنے کا معاملہ ہے یہ عمل کوئی فرض یا واجب نہیں ایک مستحب عمل ہے جو کسی طرح بدعت نہیں۔ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان قبروں پر ایصال ثواب کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی قبروں کی زیارت کا حکم فرماتے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت فرمائی۔ (مسلم شریف)

حضرت عباد بن صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہدائے اُحد کی قبروں پر تشریف لایا کرتے تھے اور آپ کے چاروں خلیفہ بھی آیا کرتے تھے۔ (بیہقی شریف)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، پہلے میں نے تم لوگوں کو زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب تم لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ قبروں کی زیارت کیا کرو۔ (مسلم شریف)

غور فرمایئے! جب مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرنے کا حکم پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دے دیا تو پھر کس کی جرأت ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو غلط ثابت کرے (نعوذ باللہ)۔ اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت کرنا تو بدرجہ اولیٰ باعثِ خیر و برکت ہے کیونکہ ان کے مزاراتِ مقدسہ کی زیارت کرنے سے شانِ الٰہی کا ظہور ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ بعدِ وفات بھی زندہ ہوتے ہیں ان کے مزرات پر ذوقِ عبادت پیدا ہوتا ہے اور ان کے مزارات پر دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فلسطین میں رہا کرتے تھے صرف حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر کی زیارت کیلئے بغداد آتے تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری آج سے نو سو سال پہلے جب ہندوستان میں تشریف لائے تو سب سے پہلے لاہور میں حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر حاضری دی اور فیوض و برکات حاصل کرکے ارشاد فرمایا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے مزارات کیلئے سفر کرنا اور وہاں کھڑے ہو کر ان کے وسیلے سے دعائیں کرنا جائز اور آئمہ دین کا عمل ہے جو کسی طرح گناہ و بدعت نہیں۔ اولیاء اللہ کے مزارات رحمتِ الٰہی کے دروازے ہیں جہاں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور رحمتِ الٰہی انہی دروازوں سے ملتی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے جب اللہ ہر جگہ موجود ہے اور اس کی رحمت ہر جگہ ہے تو پھر اللہ کو چھوڑ کر اولیاء کے مزاروں پر کیوں جاتے ہو؟ ان لوگوں کیلئے عرض ہے جب اس بات پر تم یقین کامل رکھتے ہو کہ روزی دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر روزی کمانے کیلئے نوکری، تجارت وغیرہ کیلئے گھروں سے کیوں نکلتے ہو۔ بیمار پڑتے ہو تو طبیبِ حقیقی کو چھوڑ کر دنیاوی طبیبوں کے پاس کیوں جاتے ہو۔ ڈرنا صرف اللہ تعالیٰ ہی سے چاہئے پھر اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پولیس، ڈاکو اور بدمعاشوں سے کیوں ڈرتے ہو۔ جب مدد کرنے والا صرف اللہ ہی ہے تو امریکہ، برطانیہ اور سعودیہ سے مدد کیوں مانگتے ہو۔ آپ روزی کمانے کیلئے گھر سے نکلنا، غیر ملکی ریالوں کی مدد لینا، بیمار ہونے پر ڈاکٹروں سے علاج کرانا چھوڑ دیں' سنی مسلمان مزارات پر جانا چھوڑ دیں گے جب تمہارے لئے یہ سب جائز تو محبوبانِ خدا کے مزرات پر جانا مسلمانوں کیلئے بدرجہ اولیٰ جائز۔ البتہ مزاراتِ اولیاء پر جو خرافات آج کل دیکھنے میں آ رہی ہیں مثلاً عورتوں کا کھلے منہ مزار پر آنا، میلے لگانا، ڈھول اور ناچ رنگ کے پروگرام ہونا یہ سب ناجائز اور حرام ہیں جسے ختم ہونا چاہئے۔ مزاراتِ اولیاء کی انتظامیہ اور سجادہ نشینوں سے یہ پر زور اپیل ہے کہ مزاراتِ اولیاء پر خرافات کو ختم کریں اور عورتوں کو مزارات پر جانے سے روکا جائے۔ اولیائے کرام کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنا کر دعا کرنا جائز ہے اور اللہ نیک بندوں کے وسیلوں سے دعا قبول فرماتا ہے۔

رفع یدین کا بیان

وہابی مولویوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رفع یدین کرنا جائز اور نہ کرنا گناہ ہے۔ ان کا یہ کہنا بھی ہے کہ رفع یدین نہ کرنے کے بارے میں جس قدر روایت ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور جو روایت ضعیف ہو وہ قابل عمل نہیں۔

محترم مسلمانو! جہاں تک ضعیف حدیث کا معاملہ ہے ان انگریز نواز مولویوں کے نزدیک ہر وہ حدیث ضعیف ہے جو ان کے عقیدے کے خلاف ہو اگر کوئی حدیث ان کے حق میں آجائے اگرچہ موضوع کے اعتبار سے ضعیف بھی ہو تب بھی اس حدیث کو آنکھوں کا سرمہ اور سر کا تاج بنا لیتے ہیں۔ رفع یدین حنفی مسلمانوں کے نزدیک جائز نہیں جبکہ مالکی اور شافعی مسلمان امام مالک اور امام شافعی کی تقلید میں رفع یدین کرتے ہیں جبکہ وہابی امام مالک کی تقلید کرتے ہیں نہ امام شافعی کی۔ یہ غیر مقلد ہیں۔ لہٰذا ان کا یہ اعتراض قابل قبول نہیں۔ امام بخاری نے بخاری شریف میں جو رفع یدین کی احادیث نقل فرمائی ہیں وہ خود شافعی سنی تھے کوئی وہابی نہیں تھے لہٰذا انہوں نے اپنے امام کی تقلید کرتے ہوئے وہ روایات لکھیں جو رفع یدین کے جواز میں تھیں۔

غیر مقلد وہابی حدیث وہی معتبر اور صحیح مانتے ہیں جو بخاری میں ہو۔ بخاری کے علاوہ وہ دیگر کتبِ حدیث کی بات کم کرتے ہیں۔ یاد رکھئے کسی حدیث کا بخاری میں نہ ہونا اس کے بے اصل ہونے کی دلیل نہیں۔ فتح القدیر میں ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چھ لاکھ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ انہیں حدیثوں میں سے چن چن کر انہوں نے تقریباً نو ہزار بیاسی (9082) احادیث بخاری شریف میں لکھی ہیں۔ ان احادیث میں اگر مکررات متابعات کو چھوڑ کر گنتی کی جائے تو کل حدیثوں کی تعداد دو ہزار سات سو اکسٹھ (2761) رہ جاتی ہے۔ (ملاحظہ کیجئے مقدمہ فتح القدیر)

ذرا بتایئے! باقی احادیث جو امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یاد تھیں وہ سب کہاں گئیں۔ ان احادیث کو دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں محفوظ کیا ہے۔

سنی حنفی مسلمانوں کے نزدیک حالتِ نماز میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت دونوں ہاتھوں کو اُٹھا کر رفع یدین کرنا خلافِ سنت اور ممنوع ہے جس پر بے شمار احادیثِ مبارکہ اور آئمہ دین کے اقوال کا ذخیرہ موجود ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علقمہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھوں پس آپ نے نماز پڑھی اس میں سوائے تکبیر تحریمہ کے کبھی ہاتھ نہ اُٹھائے۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ ابن مسعود کی حدیث حسن ہے اس رفع یدین نہ کرنے پر بہت سے علماء صحابہ و علماء تابعین کا یہ عمل ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ج ۲ ص ۲۹)

مذکورہ بالا حدیثِ مبارکہ سے یہ واضح ہوا کہ رفع یدین کرنا جائز نہیں یہ حدیث پاک اس وجہ سے بھی بہت معتبر اور قوی ہے کہ اس کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو نہ صرف ایک صحابیِٔ رسول ہیں بلکہ بہت بڑے فقیہ اور محدث عالم بھی ہیں آپ نے نماز بغیر رفع یدین کے ادا کی تو کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہ کیا بلکہ تمام صحابہ نے اس کی تائید کی۔

قابلِ غور بات ہے اگر رفع یدین کرنا سنت ہوتا تو دیگر صحابہ اس پر ضرور اعتراض کرتے کیونکہ ان سب نے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز دیکھی تھی ایک اور حدیثِ مبارکہ میں ابوداؤد نے حضرت براء بن عازب سے روایت کی، میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے نماز شروع کی تو دونوں ہاتھ اُٹھائے پھر نماز سے فارغ ہونے تک نہ اُٹھائے۔ (ابوداؤد شریف)

سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث مبارکہ اور روایت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں، وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ پہلی تکبیر میں ہاتھ اُٹھاتے پھر کبھی نہ اٹھاتے تھے۔ (طحاوی شریف)

عینی شرح بخاری نے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے ایک شخص کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے اُٹھتے وقت ہاتھ اُٹھاتے (یعنی رفع یدین) کرتے دیکھا تو اس سے فرمایا ایسا نہ کیا کرو کیونکہ یہ کام ہے جو حضو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے کیا تھا پھر چھوڑ دیا۔ مذکورہ بالا روایت سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ رفع یدین کرنا منسوخ ہو چکا ہے یعنی ابتداء میں تھا بعد میں منسوخ کر دیا گیا۔

محترم مسلمانو! رفع یدین کی ممانعت میں اور بھی بہت سی احادیث مبارکہ ہیں صرف چند احادیث مبارکہ آپ کے علم میں لانے کیلئے بطورِ نمونہ پیش کر دی ہیں۔ جس سے اس حقیقت کا پتا چلتا ہے کہ رفع یدین سنی حنفی مسلمانوں کے نزدیک منع ہے۔

اقامت سننے کا بیان

علمائے دیوبند اور غیر مقلد وہابیوں کا کہنا ہے کہ جماعت کے وقت اِقامت کھڑے ہو کر سنی جائے۔ اقامت بیٹھ کر سننا ان کے نزدیک بدعت اور ناجائز ہے۔

پیارے مسلمانو! امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسلک ہے کہ اقامت کے وقت تکبیر بیٹھ کر سنی جائے اور جس وقت تکبیر کہنے والا حی علی الصلوٰۃ کہے اس وقت سب کھڑے ہو جائیں یہ حکم امام اور مقتدی دونوں کیلئے ہے۔ صحابیٔ رسول ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب اقامت کہی جائے تو اس وقت تک نہ کھڑے ہوا کرو جب تک مجھے نہ دیکھ لو۔ (ملاحظہ ہو صحیح مسلم شریف، ج ا ص ۲۲۰)

بخاری شریف کی حدیث میں ہے، اقامت کہی گئی اور صفیں دُرست کی گئیں۔ (بخاری شریف، ج ۲ ص ۸۹)

بخاری شریف کی ایک اور حدیثِ مبارکہ میں ہے، اقامت نماز کہی گئی پھر لوگوں نے صفوں کو درست کیا۔ (ایضاً)

معلوم ہوا کہ صفوں کی درستگی اقامت کے بعد ہوتی تھی۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور کوفہ کے علماء صف میں اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہتا۔ (ملاحظہ ہو شرح نووی مسلم شریف، ج ا ص ۲۲۱)

درمختار، ردالمختار میں ہے، کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور موذن اقامت کہہ رہا ہو تو بیٹھ جائے جب تک امام مصلے پر کھڑا نہ ہو اور مکروہ ہے اس کیلئے انتظار کرنا کھڑا ہو کر لیکن بیٹھ جائے۔ پھر اس وقت کھڑا ہو جب موذن حی علی الفلاح پر پہنچے۔ (ملاحظہ ہو درمختار، ردالمختار، ج ا ص ۲۹۵)

کنز الدقائق میں ہے کہ اور کھڑے ہو اس وقت جب حی علی الفلاح کہا جائے۔ (کنز الدقائق، ص ۲۴)

ان حقائق سے واضح ہوا کہ اقامت بیٹھ کر سننا مستحب ہے اور کھڑے ہو کر سننا مکروہ۔ لہٰذا مستحب کو ناجائز و بدعت کہنا سراسر زیادتی اور دین سے ناواقفی ہے اور اس کی ممانعت کرنا دراصل ملتِ اسلامیہ میں انتشار برپا کرنا ہے۔

نمازِ جنازہ کے بعد کی دعا کا بیان

سنّی مسلمانوں کے نزدیک نمازِ جنازہ پڑھ لینے کے بعد میت کیلئے ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا مستحب عمل ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے، میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی مجھ سے دعا مانگے۔ (سورہ بقرہ:۱۸۶)

قرآن مجید کے مذکورہ بالا ارشاد سے واضح ہوا کہ دعا کیلئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں بلکہ حکم عام ہے کہ جب چاہے دعا مانگے۔ اس حکم عام کو محدود کرنا کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا نہ مانگی جائے سراسر حکم الٰہی کے خلاف ہے اور اپنی مرضی سے حکم الٰہی کو مقید کرنا گمراہی اور بے دینی ہے۔ ذرا سوچئے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ میرا درِ رحمت تو ہر وقت کھلا رہتا ہے جو کسی وقت بھی دعا کیلئے بند نہیں ہوتا مگر نہ جانے کیوں غیر مقلد وہابی اور دیوبندی اللہ تعالیٰ کے درِ رحمت کو بند کر دینا چاہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی دعا اللہ کے ہاں زیادہ مقبول و مسموع ہوتی ہے؟ فرمایا رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۸۹)

چونکہ نمازِ جنازہ بھی فرض نماز ہے لہٰذا اس نماز کے بعد دعا مانگنا حکمِ رسول کے عین مطابق ہے۔ کنز العمال میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معفوس کا جنازہ پڑھایا پھر فرمایا اے اللہ! اسے عذابِ قبر سے محفوظ فرما۔ (کنز العمال، شرح صدور)

حضرت واثلہ بن اسقع فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھائی پھر اس کے بعد یہ دعا مانگی جو میں نے اپنے کانوں سے سنی آپ فرماتے تھے، اے اللہ! اسے عذاب اور عذابِ نار کے فتنے سے بچا اور تو ہی اہل حق اور اہل وفا ہے پس بخش دے اسے اور رحم فرما اس پر بے شک تو ہی غفور و رحیم ہے۔ (ملاحظہ ہو ابن ماجہ شریف، ص ۱۰۹)

معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا سنتِ رسول ہے اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ حکم الٰہی اور حکمِ رسول کی مخالفت کرے۔

انگوٹھے چومنے کا بیان

محترم مسلمانو! آخر میں انگوٹھے چومنے کے بارے میں چند باتیں عرض کردیتا ہوں۔ انگوٹھے چومنے کے بارے میں کانگریسی مولویوں کا یہ کہنا ہے کہ انگوٹھے چومنے کے بارے میں جس قدر روایات بیان کی گئی ہیں وہ ساری روایات غیر معتبر ضعیف ہیں لہٰذا انگوٹھے چومنا جائز نہیں بلکہ ناجائز اور بدعت ہے۔

محترم مسلمانو! جب مؤذن اذان میں 'اشھدان محمد رسول اللّٰہ' کہتا ہے یا کہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام سنا جاتا ہے تو اس وقت اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا فرض یا واجب نہیں بلکہ یہ ایک مستحب عمل ہے۔ صحابہ کرام اور آئمہ دین کا بھی اس پر عمل رہا ہے اس مسئلے کے بارے میں کئی احادیثِ مبارکہ موجود ہیں۔ چنانچہ ایک حدیثِ پاک میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص ہمارا نام اذان میں سنے اور اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھے تو ہم اس کو قیامت کی صفوں میں تلاش فرمائینگے اور اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔ (ملاحظہ کیجئے صلوۃ مسعودی، جلد دوئم باب ہشتم بانگ)

حضرت امام شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر روح البیان میں ارشاد فرماتے ہیں، جب آدم علیہ السلام کو جنت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملاقات کا اشتیاق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ وہ تمہارے صلب سے آخر زمانے میں ظہور فرمائیں گے تو حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کی ملاقات کا سوال کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے جمالِ محمدی کو حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں انگوٹھوں میں مثل آئینہ ظاہر فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر پھیرا۔ پس یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہوئی پھر جب حضرت جبریل امین نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا، جو شخص اذان میں میرا نام سنے اور اپنے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔ (ملاحظہ ہو تفسیر روح البیان، جلد چہارم، ص ۶۴۹۔ امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

امام اسماعیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کے برابر بیٹھے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دینا شروع کی جب انہوں نے 'اشھدان محمد رسول اللّٰہ' کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی دونوں آنکھوں پہ رکھا اور کہا 'قرۃ عینی بک یا رسول اللّٰہ' (اے اللہ کے رسول میری آنکھیں آپ کے نام سے ٹھنڈی رہیں) جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دے چکے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابوبکر! جو شخص ایسا کرے جیسا کہ تم نے کیا اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ (ملاحظہ ہو تفسیر روح البیان)

مذکورہ بالا ارشادات سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اذان سننے کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعی جائز اور باعثِ برکت ہے۔ اس کے جائز ہونے پر بے شمار دلائل کا ذخیرہ کتابوں میں موجود ہے اور انکار پر ایک بھی مستند حدیث موجود نہیں۔

خلاصۂ کلام

پیارے مسلمانو! عقائد ونظریات کے بارے میں مجھ عاجز کے پاس جو کچھ دلائل تھے مختصراً انداز میں آپ بھائیوں کی خدمت میں پیش کردیے ہیں اب مزید تبصرہ کرنا میں نہیں چاہتا حق بات واضح ہوچکی ہے کہ علمائے دیوبند اور وہابیوں کا اہلسنّت کو کافر و مشرک کہنے کا دعویٰ باطل اور جھوٹا ہے۔ شرک و بدعت کی حقیقت واضح ہوچکی ہے، قبر پر اذان دینا، انگوٹھے چومنا، محفل میلاد کا انعقاد کرنا، اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کرنا، رفع یدین نہ کرنا، بیس رکعت تراویح پڑھنا، نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا ہرگز بدعت نہیں بلکہ یہ تمام اعمال مستحب ہیں اور ان تمام اعمال پر تمام عالمِ اسلام نے محبت وعقیدت کے پاکیزہ جذبات کے ساتھ عمل کیا کسی بھی قابل ذکر ہستی نے ان کو بدعت قرار نہیں دیا مگر افسوس کہ انگریزی دولت پر پلنے والے علماء نے ان تمام اعمال کو بدعت حرام اور کفر سے منسوب کردیا۔ ان کا یہ کہنا کہ مذکورہ بالا اعمال کا ثبوت قرآن سے نہیں اس لئے بدعت ہیں اگر واقعی یہ سب بدعت ہیں اور قرآن میں ان کا ثبوت نہیں ہے تو پھر وہ اپنی بے شمار بدعتوں کو قرآن سے ثابت کرکے دکھائیں۔ ذرا یہ بتاؤ! حدیثوں کی کتابوں کے نام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابو داؤد، ابن ماجہ وغیرہ قرآن کی کس آیت سے ثابت ہے؟ دینی درسگاہوں کے نام دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم بنوریہ، دارالعلوم اشرف، دارالعلوم کراچی، دارالعلوم رشیدیہ، دارالعلوم اشرفیہ، دارالعلوم حقانیہ، دارالعلوم قاسمیہ وغیرہ رکھنا قرآن مجید کی کس آیت سے ثابت ہے؟ بخاری شریف کو قرآن مجید کے بعد درجہ دینے کا حکم قرآن میں کہاں آیا ہے؟ اپنے دارالعلوموں میں دستار بندی کرنا اور تقسیمِ اسناد کے سالانہ جلسے کرنا قرآن کی کس آیت سے ثابت ہے؟ پختہ اور عالیشان مسجدیں تعمیر کرنے کا حکم قرآن میں کہاں آیا ہے؟ صد سالہ جشن دیوبند منانا، جلسہ گاہ میں شامیانہ لگانا، اسٹیج بنانا اور روشنی کرنا، کرسیاں بچھانا، لاؤڈ اسپیکر لگانا، تمام علمائے دیوبند کو دریوں پر بٹھانا اور ہندو عورت اندرا گاندھی کو صدارت کی کرسی پر بٹھا کر اپنی عقیدت کا اظہار کرنا قرآن کے کس پارے سے ثابت ہے؟ دارالعلوموں کیلئے چندہ جمع کرنا اور قربانی کی کھالیں جمع کرکے غیر اللہ سے مدد لینا علمائے دیوبند کیلئے جائز کیسے ہوا؟ ۱۲ ربیع الاوّل کو میلاد النبی کے جلوس کی مخالفت کرنا اور خود مدحِ صحابہ کا جلوس نکالنا قرآن سے ثابت کریں۔ تبلیغی جماعت کا گھر گھر جا کر گشت کرنا اور کئی کئی ماہ کئی کئی سال اسلام کے نام پر سیدھے سادھے سنی مسلمانوں کو تبلیغ پر لے جانا اور ہر سال رائے ونڈ میں اجتماع کرنا قرآن کی کس آیت سے ثابت ہے؟

محترم مسلمانو! میں اپنے پیش کیے گئے مذکورہ سوالات کیلئے پوری دنیائے وہابیت کو چیلنج کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا سوالات کے جوابات قرآن مجید سے ثابت کریں۔ مجھے یقین کامل ہے کہ یہ قیامت تک اپنے اندر پائی جانے والی مذکورہ بدعتوں کا جواب قرآن مجید سے نہیں دے سکتے۔ جب ہر سمت سے ناکامی اور نامرادی کے پتھروں کی برسات ہوئی نظر آئے تو انہیں چاہئے کہ وہ شرافت سے باز آجائیں یا پھر ہر نیک کام کو بدعت کہنا چھوڑ دیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جس نے اسلام میں سنتِ حسنہ یعنی اچھا طریقہ جاری کیا پھر اس کے بعد اچھے طریقے پر عمل کیا گیا تو اس شخص کو اتنا ہی اجر وثواب ہے جتنا کہ اس کے بعد سب عمل کرنے والوں کو ملے گا۔

مذکورہ بالا ارشاد سے ثابت ہوا کہ کسی اچھے عمل کو بدعت کہنا حکمِ رسول کے خلاف ہے۔ بلکہ اس اچھے عمل پر جتنے لوگ عمل کریں گے ان کا ثواب اس شخص کو ملے گا جس نے کسی اچھے کام کو ایجاد کیا۔

پیارے مسلمان بھائیو اور محترم بہنو! ان تمام حقائق کو جان لینے کے بعد اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ شکوک وشبہات کے اندھیروں میں بھٹکنے کے بجائے اس سیدھی راہ کو اختیار کریں جس پر انگریز نواز مولویوں کے فتنے سے پہلے بزرگانِ دین (رحمہم اللہ) سے ورثہ میں ملے ہوئے صحیح عقیدہ توحید و رسالت پر کروڑوں مسلمان صدیوں سے چلے آرہے تھے۔ نت نئے جنم لینے والے ان گمراہ فرقوں کے شکار ہوکر ملتِ اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ نہ کریں۔ کفر کا مقابلہ کرنے کیلئے تمام مسلمانوں کے متحد ہونے اور پرچم اسلام کو بلند کرنے کی جتنی شدید ضرورت آج ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ ہو۔

آج عالمی فضاء اسلامی دنیا نہایت سازگار ہے مغربی پروپیگنڈہ کے باوجود دنیائے اسلام میں نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نفاذ کا جذبہ زور پکڑ رہا ہے اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ دنیائے اسلام متحد و متفق ہوکر پندرہویں صدی ہجری میں سیاسی طاقت کا سب سے بڑا سرچشمہ بن جائے۔ مگر یہ اتحاد واتفاق صرف اس صورت میں ممکن ہوگا کہ جب مسلمان انگریزوں کے بنائے ہوئے ان فرقوں کے 'خول' سے آزاد ہوجائیں اور اپنا دامن ان اسلام دشمن سے چھڑالیں۔

ایک سچے اور وفادار اُمتی کا کیا فیصلہ ہونا چاہئے؟ اس کا فیصلہ اپنے ضمیر اور ایمان کی روشنی میں آپ کو کرنا ہے کہ وہ کون بے درد ہیں کہ جنہوں نے سرزمین عرب میں اسلام کے ہرے بھرے گلشن کو اُجاڑ کر رکھ دیا۔ وہ کون سے انگریزی 'مجاہدین' تھے کہ جنہوں نے اسلام دشمن انگریزوں کی حمایت میں پٹھان مسلمان کے خون سے سرحد کی زمین سرخ کردی تھی۔ وہ کون سے کانگریسی لیڈر تھے جنہوں نے اسلام کی مقدس مضبوط و پائیدار بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ وہ 'مولوی نما' ڈاکو کون تھے جو مسلمانوں کا ایمان تبلیغ اور چلہ کشی کی آڑ میں لوٹتے رہے۔ وہ مولوی کون تھے کہ جن کی پوری زندگی انگریزوں کی دلجوئی میں ختم ہوئی۔ وہ مفتی کون تھے جنہوں نے عیسائی، انگریزی نظامِ حکومت کو بخوشی قبول کر کے انگریزوں پر جہاد کرنا حرام قرار دیا۔ وہ کون انگریز آلہ کار تھے جو اسلام دشمن انگریزوں کے اشاروں پر مسلمانوں کا دینی شیرازہ بکھیرتے رہے۔ وہ کون سے شکاری تھے جو 'اسلامی بولی' بول کر مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی کے جال میں پھانستے رہے۔ وہ کون سے بیرونی اور اندرونی ایجنٹ تھے جو سوداگران برطانیہ کی ایماء پر مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی آگ بھڑکاتے اور آپس میں لڑاتے رہے۔

وہ کون سی 'سپاہ' تھی کہ جس نے صحابہ کرام کے مقدس مزارات کو اپنے ناپاک قدموں سے روندا۔ وہ لٹیرے کون تھے جنہوں نے اہل مکہ اور اہل مدینہ کے مال و دولت کو لوٹنا 'عین ایمان' سمجھا۔ وہ قاتل کون تھے جنہوں نے حرمین شریفین کی مقدس سرزمین مسلمانوں کے خون سے رنگین کی۔ خانہ کعبہ کو اُجاڑا، غلافِ کعبہ کو جلایا اور مجاورین حرم کو ان کے خون میں نہلایا۔ وہ ظالم کون تھے جنہوں نے روضۂ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو منہدم کرنے کی ناپاک جرأت کی۔ وہ جابر کون تھے جنہوں نے جبراً نکاح کر کے مسلمان عورتوں کی عزتیں پامال کیں؟ وہ گستاخ کون تھے جنہوں نے توحید کی آڑ لے کر پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں کھلی گستاخیاں کیں۔ وہ نام نہاد شیخ الہند اور شیخ القرآن کون تھے جنہوں نے انگریزوں کی خواہش پر قادیانی فتنے کی راہیں ہموار کیں۔

ہاں ہاں یہ سب کے سب وہی تھے جنہیں انگریزوں کے آلہ کار ہونے پر فخر تھا جو وفادار برطانیہ اور غدارانِ دین و ملت تھے۔ جو ظالم و جابر انگریز حکمران کو رحم دل حکومت اور ان کو اپنی زندگی کا مالک و مختار سمجھتے تھے۔

حکومتِ برطانیہ کے اشاروں پر ناچنے والے گماشتوں کا یہی وہ ٹولہ نجدی، وہابی اور دیوبندی گروہ ہے جو عرب و عجم میں مسلمانوں کی طاقت و قوت اور اتحاد و یکجہتی کو پارہ پارہ کرتا گیا۔

آپ اس حقیقت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہابیوں کی ہر سیاسی اور مذہبی تحریک میں یکساں مناسبت پائی جاتی ہے وہی طرز فکر، وہی طرز استدلال، وہی موقع پرستی۔ ابن عبدالوہاب نجدی نے سرزمین عرب میں امیر سعود سے مل کر مسلمانوں کا قتل عام کیا اور ان کے مال و متاع کو عین ایمان سمجھ کر لوٹ لیا۔ تو سرزمین ہند میں دیوبندی، وہابی تحریک کے بانی سید احمد بریلوی نے وہابی لشکر کے کمانڈر انچیف مولوی اسماعیل دہلوی سے مل کر وہی خونی ڈرامہ کھیلا جس طرح نجدیوں نے عرب میں کھیلا تھا۔

یہ مماثلت انتہائی قابل غور اور ہر ذی شعور کی آنکھیں کھول دینے کیلئے کافی ہوگی کہ انگریزوں کو اپنے ناپاک مقاصد حاصل کرنے کیلئے دو وفادار کارندے نجد میں مل گئے' ایک ابن عبدالوہاب نجدی تو دوسرا امیر سعود گویا ایک امیر تو دوسرا مشیر اسی طرح انگریزوں کو دو وفادار کارندے سرزمین ہند میں بھی مل گئے' ایک سید احمد بریلوی تو دوسرے مولوی اسماعیل دہلوی ایک پیر تو دوسرا مرید۔

وہاں بھی دو تو یہاں بھی دو...... عرب میں شیخ ابن عبدالوہاب نجدی نے شانِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخی کرنے کا ہنگامہ برپا کیا تو برصغیر پاک و ہند میں وہی کارنامہ اسماعیل دہلوی نے بھی برپا کیا۔ اگر وہاں شیخ نجدی نے 'کتاب التوحید' لکھ کر عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو داغ داغ کرنا چاہا تو یہاں 'تقویۃ ایمان' نامی کتاب لکھ کر اسماعیل دہلوی نے شانِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تابڑ توڑ حملے کئے۔ اگر وہاں نجدی تلوار سے خون مسلم بے دریغ بہایا گیا تو یہاں ہندوستان میں بھی سرحدی مسلمانوں کی گردن پر اسماعیلی خنجر چلایا گیا۔

وہاں صوبہ نجد میں بدعقیدگی پھیلانے کیلئے ابن عبدالوہاب نے اپنے آباؤ اجداد کے علمی گھرانے کی شہرت کا سہارا لیا تو یہاں ہندوستان میں اسماعیل دہلوی نے بھی اپنے آباؤ اجداد کے علمی گھرانے کی شہرت کا سہارا لیا۔

قابل غور بات ہے! اگر وہاں ابن عبدالوہاب نجدی نے اقتدار و حکومت کے بل بوتے پر 'کتاب التوحید' نامی شر انگریز کتاب کا علمی نفاذ کیا۔ تو یہاں صوبہ سرحد میں بھی حکومتِ برطانیہ کا سہارا لیکر مولوی اسماعیل دہلوی نے 'تقویۃ ایمان' نامی شر انگیز کتاب کا نفاذ کیا۔ جس طرح ابن عبدالوہاب نے ان عرب مسلمانوں کا قتلِ عام کیا جنہوں نے اس کی بدعقیدگی کو تسلیم نہیں کیا تھا بالکل اسی طرح اسماعیل دہلوی نے بھی اپنے وہابیانہ عقائد کے نفاذ کے مخالف سرحدی پٹھان مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا۔ اگر سرزمین عرب میں صحابہ کرام کے مزارات گرائے تو یہاں صوبہ سرحد میں بھی کئی مزارات گرائے گئے۔ اگر وہاں برطانیہ کی سازش سے ترکی حکومت کا زوال ہوا اور سنیت کا خاتمہ کر کے وہابی سعودی سلطنت مستحکم ہوئی تو بالکل اسی طرح ہندوستان میں برٹش منصوبہ بندی کے تحت مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہوا اور صوبہ سرحد میں سنیت کا خاتمہ کر کے وہابی اسٹیٹ بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی۔

متاع دین کو کہاں تک کوئی بچائے
ملتے ہیں روز دشمن ایماں نئے نئے

پیارے مسلمان بھائیو! ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کی یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے کیلئے انگریزوں نے جس رازداری سے کام لیا اور جس خاموشی سے اپنی منصوبے کو عملی جامہ پہنایا اس کے متعلق چند تلخ حقائق آپ کی خدمت میں پیش کردیئے گئے ہیں۔ ان حقائق کو جان لینے کے بعد ہر انصاف پسند مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ایمان وضمیر کی روشنی میں یہ دوٹوک فیصلہ کرے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی' دیوبندیوں وہابیوں سے منسلک ہونے میں ہے یا ان سے علیحدگی اختیار کرنے میں؟

میرا یہ سوال ان تمام بھائیوں سے بھی ہے جو دیوبندی، وہابی اور سفید پوش 'تبلیغی جماعت' اور ان کے ملک گیر تبلیغی گشت، نماز، روزے، بڑی بڑی مساجد، دارالعلوم اور دیگر چند ظاہری خوبیوں کو دیکھ کر دیوبندیوں کے ہتھے چڑھ چکے ہیں یا ان سے متاثر ہیں۔ انہیں چاہئے کہ اپنے محبوب نبی کی خوشنودی کیلئے ایک وفادار اُمتی کی روش اختیار کریں اور ان کانگریس نواز اسلام دشمنوں سے ہمیشہ دُور رہیں۔

حالات وواقعات اور دلائل وبراہین کی روشنی میں یہ بات واضح ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ کون اپنا ہے اور کون پرایا۔ یاد رکھئے! دیوبندی، تبلیغی جماعت، سپاہ صحابہ، جمعیت علمائے اسلام اور اہل حدیث وغیرہ یہ سب جماعتیں وہابیت کی مختلف شاخیں ہیں کیونکہ یہ سب کے سب ابن عبدالوہاب نجدی، امیر سعود، اسماعیل دہلوی، سید احمد بریلوی، رشید احمد گنگوہی، اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، مولوی خلیل انبیٹھوی، احسن نانوتوی، صدیق بھوپالی، وحیدالزماں حیدرآبادی اور ثناءاللہ امرتسری وغیرہ کو اپنا مسلم اکابر رہبر ورہنما تسلیم کرتے ہیں اور ان کے عقائدِ باطلہ کو عین ایمان سمجھتے ہیں۔

دیوبندی وہابی علماء صرف اس بات کے مجرم نہیں کہ انہوں نے کانگریس نوازی اور انگریز نوازی کا حق ادا کرکے قوم وملت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا بلکہ یہ اس بات کے بھی مجرم ہیں کہ یہ سنّی مسلمانوں کو کافر ومشرک، بدعتی وجہنمی، بددین وبدمذہب، بدعقیدہ وقبر پرست اور گمراہ گردانتے ہیں اور ان کی زبانیں انہیں کافر ومشرک کہتے ہوئے نہیں تھکتیں۔ ہر گھڑی کفر وشرک کی مشین چلائی جاتی ہے اپنے سوا کسی کو یہ مسلمان سمجھتے ہی نہیں سب کو کافر ومشرک گردانتے ہیں۔

پیارے مسلمان بھائیو! انہوں نے تقریروں اور تحریروں کے ذریعے توحید خداوندی کی آڑ لے کر عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر انتہائی رکیک حملے کیے ہیں اور بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایسی سنگین گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں کہ جن کے کفر ہونے میں کسی قسم کے شکوک وشبہات باقی نہیں رہتے۔

محترم مسلمانو! کانگریسی مولویوں کے امام اسماعیل دہلوی کی توحید پرستی کے چند نمونے آپ پڑھ چکے ہیں۔ وہابیوں کا یہ ٹولہ توحید کی آڑ لے کر ہمیشہ محبوبانِ خدا کی توہین کرتا رہا۔ کبھی آپ نے ان کی توحید پر غور کیا ہے یہ اللہ کی توحید کیسے بیان کرتے ہیں۔ اب ذرا نام نہاد توحیدی ٹھیکیداروں کی توحید کا مزید مشاہدہ کیجئے اور یہ فیصلہ کیجئے کیا یہ وہی توحید ہے جس کا درس ہمیں قرآن اور حدیث میں ملتا ہے۔

وہابیوں کے امام ابن تیمیہ نے لکھا:

☆ اللہ تعالیٰ عرش کے برابر ہے۔ نہ اس سے چھوٹا ہے نہ اس سے بڑا ہے۔ (ملاحظہ کیجئے فتاویٰ حدیثیہ، ص ۱۰۰، مطبوعہ مصر)

وہابیوں کے امام کے اس عقیدے سے ظاہر ہوا کہ اس کے عقیدے میں اللہ اکبر کہنا جائز نہیں کیونکہ اللہ اکبر کے معنی ہیں 'اللہ سب سے بڑا ہے' جبکہ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ عرش کے برابر ہے، نہ بڑا ہے نہ چھوٹا۔ وہابیو جواب دو! عرش کا اللہ کے برابر ہونا شرک ہے یا نہیں؟

وہابیوں کا ایک اور امام ابن قیم نے لکھا:

☆ اللہ تعالیٰ عرش معلیٰ اور کرسی کے اوپر موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو قصیدہ نونیہ ابن قیم، ص ۳۱)

اللہ تعالیٰ کو عرش اور کرسی پر محدود سمجھنا کفر ہے جبکہ ہر مسلمان کا یہ ایمان ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ زماں و مکاں سے پاک اور ہر جگہ موجود ہے۔

وہابیوں کے امام وحید الزماں نے لکھا:

☆ جب وہ اللہ کرسی پر بیٹھتا ہے تو اس کے بوجھ سے چر چر کرتی ہے۔ (تفسیر آیت الکرسی مترجم مولوی وحید الزماں)

برصغیر پاک و ہند میں وہابیوں کے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی اور دہابیوں کے گڑھ مدرسہ دیوبند کے مفتی مولوی رشید احمد گنگوہی نے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرتے ہوئے لکھا:

☆ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے کیونکہ ہر وہ کام جو بندہ کرسکتا ہے وہ کام اللہ بھی کرسکتا ہے ورنہ بندے کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ جائے گی۔ (ملاحظہ کیجئے کتاب یک روزہ، ص ۱۷، ۱۸۔ فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۳۷)

وہابیوں کا دوسرا مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتا ہے:

☆ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے' کہنا عین ایمان ہے۔ (ملاحظہ ہو اخبار اہلحدیث امرتسر، ص ۲۔ ۲۷ اگست ۱۹۱۵ء)

وہابیوں کا امام ابن تیمیہ لکھتا ہے:

☆ اللہ تعالیٰ فاعل مختار نہیں۔ (ملاحظہ ہو فتاوی حدیثیہ، ص ۱۰۰)

دیوبندی مولوی حسین علی لکھتا ہے:

☆ اور انسان خود مختار ہے اچھے کریں یا نہ کریں اور اللہ کو پہلے سے کوئی علم بھی نہیں کہ کیا کرینگے بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا۔ (ملاحظہ ہو بلغۃ الحیران، ص ۱۵۶)

مدرسہ دیوبند کے صدر مدرس مولوی محمود الحسن نے لکھا:

☆ افعال قبیحہ (حرام فعل) مقدور باری تعالیٰ ہیں۔ (ملاحظہ ہو الجہد المقل، ج ۱ ص ۸۳)

مدرسہ دیوبند کے صدر مدرس مولوی محمود الحسن کے اس عقیدے سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے حرام افعال کا ہونا مقدور ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر برائی، چوری، ڈاکہ زنی، لوٹ مار، قتل وغارتگری، شراب نوشی جیسے حرام افعال قبیحہ پر قادر ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

پیارے مسلمانو! دیوبندی وہابی مولویوں کے چند توحیدی عقیدے آپ نے مزید اور ملاحظہ کیے جس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ انکے نزدیک اللہ وہ ہے جو سب سے بڑا نہ ہو، جو جھوٹ بول سکتا ہو، جو مختار نہ ہو، جو حرام افعال پر قادر ہو، جو عرش و کرسی پر محدود ہو، جسے انسانوں کے اعمال کی پہلے سے خبر نہ ہو۔ بتایئے! کیا آپ کا ایسا عیب دار، جھوٹ بولنے والا، عاجز و لاچار رب ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب و نقص سے پاک و منزہ ہے، وہ قادرِ مطلق اور مختارِ کل ہے، وہ جہت و مکاں، حدود و قیود سے بالاتر ہے۔ وہ ہر چیز سے باخبر اور دلوں کی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ اس کا کوئی ہمسر ہے نہ برابر، عرش و کرسی، زمین و آسمان، چاند و سورج، حور و ملائک، انبیاء و اولیاء، جنت و دوزخ، جن و انسان سب اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ سب اس کے حکم کے محتاج اور وہ سب کا خالق و مالک ہے۔ مگر آپ نے پڑھا کہ توحید کا درس دینے والے نام نہاد توحیدی علمبردار کانگریسی مولویوں کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں۔ از روئے ایمان بتایئے! کیا ایسے گمراہ اور بے دین فرقوں کی تبلیغ مسلمانوں میں جائز ہے؟ غور کیجئے! جن مولویوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا یہ مقام ہو، ان کے نزدیک پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر محبوبانِ خدا کی کیا قدر و منزلت اور رفعت ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ دیوبندی وہابی مولویوں کے دل عشق سے خالی اور بغض و عناد سے بھرے ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان میں آج تک اولیائے کرام نہیں ہوئے۔

اسلام کے لبادے میں خطرناک جماعت

پیارے مسلمانو! نجدی وہابیوں کی ایک شاخ 'جماعت اسلامی' بھی ہے جو ایک نئی فکر اور نیا انداز لے کر معرض وجود میں آئی اور اس کی بنیاد مولوی مودودی نے ۱۹۴۱ء میں ڈالی۔ یہ جماعت بھی سنّی مسلمانوں کا جدید انداز سے شیرازہ بکھیر رہی ہے اور سنّی مسلمانوں کو اپنے خطرناک جال میں پھانسنے کیلئے کئی خطرناک حربے استعمال کر رہی ہے۔ ان کا سب سے خطرناک حربہ یہ ہے بقول ان کے 'ان کی جماعت میں اسلام کی خدمت کیلئے ہر مسلک کا آدمی ہو سکتا'۔ ان کا کہنا ہے کہ 'ہم اختلافات اور فروعی مسائل میں اُلجھنا نہیں چاہتے۔ صرف دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں'۔ اس جماعت کی ایک خوبی یہ ہے کہ پرفریب اور نت نئے نعرے لگا کر لوگوں کو اپنے قریب کرنے میں بڑی ماہر ہے۔ حالات کے ستائے ہوئے لوگ اس جماعت کو اپنا ہمدرد و مونس سمجھ کر اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ چندہ بٹورنے میں مشہور ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ پیسہ ہو چاہے جیسا بھی ہو جماعت میں آنا چاہئے۔

جماعت اسلامی اسلام اور دین کا نام لیکر مسلمانوں کو کہاں لے کر جانا چاہتی ہے اسے جاننے کیلئے پہلے اس کے بانی مولوی مودودی کی حقیقت کو جاننا ہوگا کہ انہوں نے یہ جماعت کیوں بنائی؟

مودودی ہندوستان کی ریاست حیدرآباد کے شہر اورنگ آباد میں ۲۰ ستمبر ۱۹۰۳ء کو پیدا ہوا۔ ابتداء میں دنیاوی علوم کا بہت شوق تھا۔ تصنیف و تالیف اور تحریر میں اسے خصوصی مہارت حاصل تھی۔ اس نے اپنا اندازِ تحریر بڑے موثر اور عام فہم میں اپنایا۔ اپنی قابلیت کا سکہ بٹھانے کیلئے سب سے پہلے اپنی تحریری زندگی کا آغاز دیوبندیوں کی جماعت جمعیت علمائے ہند کے ترجمان اخبار الجمعیت دہلی سے کیا اور اسے یہاں شہرت حاصل ہوئی۔

کچھ عرصہ بعد الجمعیت سے علیحدگی اختیار کر لی اور حیدرآباد دکن چلے گئے اور کسی نئی تحریک بنانے کی فکر میں لگ گئے۔ ۲۵ اگست ۱۹۴۱ء کو مودودی نے ایک اجلاس لاہور میں طلب کیا۔ جس میں ہم خیال لوگ شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں زیادہ تر لوگ وہابی عقیدے کے تھے۔ چند دیوبند خیال کے بھی تھے۔ ان شرکاء میں محمد یوسف ککھروی، مولوی اسماعیل سلفی، مولوی عطاء اللہ حنیف، مولوی حکیم عبداللہ، مولوی عبدالجبار غزنوی، مولوی مستری محمد صدیق، سید محمد جعفر، محمد اسحٰق بھٹی، محمد منظور نعمانی دیوبندی، مولوی ابوالحسن علی ندوی دیوبندی اور میاں محمد طفیل کے علاوہ تقریباً ساٹھ افراد اور شریک ہوئے۔

محمد اسحٰق بھٹی جن کا نام شرکاء میں شامل ہے وہابی عقیدے کے ایک نامور صحافی بھی ہیں جنہوں نے ادبی اور صحافت کی دنیا میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔ جماعت اسلامی سے متعلق اسحٰق بھٹی کا ایک تفصیلی مضمون چند سال قبل ماہنامہ قومی ڈائجسٹ میں شائع ہوا جس میں انہوں نے آنکھوں دیکھے حقائق کا انکشاف کیا ہے۔ انہوں نے جماعت اسلامی کی ابتدائی کاروائی کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے کہا، تقریباً ستر یا پچہتر افراد شریک تھے جو ہندوستان کے طول و عرض سے آئے تھے۔ مودودی کا حلیہ بیان کرتے ہوئے اسحٰق بھٹی انکشاف کرتے ہیں، مودودی کا حلیہ اور وہ لباس جو وہ پہنے ہوئے تھے، اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ گورا اور سرخ رنگ موٹی موٹی چمکدار آنکھوں پر نظر کی عینک، بھرے ہوئے بارعب چہرے پر پھیلی ہوئی اتنی چھوٹی داڑھی جیسے یکم ذی الحجہ سے دس ذی الحجہ تک حصولِ ثواب کی غرض سے شیو بڑھائی گئی ہو۔ ننگا سر اس پر انگریزی کٹ کے سیاہ گھنے اور قدرے بڑے بڑے بال۔ (ملاحظہ ہو قومی ڈائجسٹ۔ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

۲۶ اگست ۱۹۴۱ء کے اجلاس میں شرکت کرنے والے چشم دید گواہ محمد اسحٰق بھٹی مزید آگے انکشاف کرتے ہیں، اس اجلاس کے انعقاد کے دن سے پہلے کبھی کسی ایسے عالمِ دین اور مبلغ اسلام کو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا کہ جس کی داڑھی اور سر کے بال مولانا مودودی کے سے انداز کے ہوں۔ یہ بات ذہن میں تیزی سے گردش کرنے لگی کہ مولانا اپنے اور ان علمائے کرام کے خیال کے مطابق اس دور کے برصغیر میں اسلام کے واحد اور منفرد مبلغ ہیں جو انگریزوں کے زیر نگیں اس خطہ ارض میں اسلامی احکام نافذ کرنے کے علمبردار ہیں اس کے بعد تو بہت سے ایسے افراد کو دیکھا اور ان سے تعلقات استوار ہوئے جو واقعتاً مولانا تھے اور روزانہ شیو کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ قومی ڈائجسٹ۔ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

اجلاس کی کاروائی کا حال بیان کرتے ہوئے وہابی تذکرہ نگار محمد اسحٰق بھٹی تحریر کرتے ہیں کہ مولانا نے اپنے طور یا کسی کی رائے پر فرمایا کہ اس مجلس میں جو حضرات موجود ہیں ’تجدید ایمان کریں‘ اور کلمہ شہادت پڑھیں۔ تجدید ایمان کا یہ مطلب بتایا گیا کہ جتنے بھی لوگ جو اجلاس میں موجود ہیں وہ کلمہ شہادت پڑھ کر آج سے نئے سرے سے ایمان قبول کر رہے ہیں سب سے پہلے مولانا مودودی نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اسحٰق بھٹی تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری ان گنہگار آنکھوں نے دیکھا کہ سب حضرات اپنی اپنی باری پر کھڑے ہو کر کلمہ شہادت پڑھ رہے ہیں اور تجدید ایمان کر رہے ہیں گویا نئے سرے سے حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔ یہ بھی عجیب دن تھا لوگ اپنے ماضی پر فخر کرتے ہیں کوئی کہتا ہے ہم سو سال سے مسلمان ہیں، کوئی کہتا ہے کہ ہزار سال سے ہماری اسلام سے وابستگی ہے۔ اس پر مضامین اور مقالات لکھے جاتے ہیں مگر ہم اس پر ندامت کا اظہار کر رہے ہیں اور اپنے اسلام اور اپنی گزشتہ اسلامی تاریخ کی نفی کر رہے ہیں۔ ہمارا موقف یہ تھا کہ پہلے جو کچھ تھا سب غلط تھا۔ ہم نو مسلم آج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔

جب سب لوگ تجدید ایمان کر چکے اور کلمہ شہادت پڑھ چکے تو مولانا مودودی نے مختصری تقریر کی۔ مولانا نے تقریر میں فرمایا کہ آج سے ایک جماعت قائم کی جاتی ہے جس کا نام 'جماعت اسلامی' ہے اور اس کا امیر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ہے۔ مولانا نے یہ بھی فرمایا، سب حضرات کو جماعت سے متعلق لٹریچر بھیجا جائے گا۔ تمام حضرات اپنے اپنے حلقے میں لٹریچر پھیلائیں اور جماعت کے نصب العین اور اغراض ومقاصد کی تبلیغ کریں۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ قومی ڈائجسٹ۔ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

جناب اسحٰق بھٹی فرماتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے تاسیسی اجلاس میں شمولیت سے میری معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔ مثلاً معلوم ہوا کہ تجدید ایمان کسے کہتے ہیں۔ پتا چلا کہ لٹریچر کا اطلاق کس چیز پر ہوتا ہے۔ سب سے بڑی بات جو احاطہ معلومات میں آئی وہ یہ تھی کہ جس ملک پر ایسی غیر مسلم (انگریز) طاقت حکمران ہو جس نے مسلمان حکومت ختم کر کے ملک حاصل کیا ہو اور حکمرانی کی بنیاد اسلام دشمنی اور مسلمان دشمنی پر رکھی ہو اس ظالم اور جابر (انگریز) سے آزدی حاصل کرنے کیلئے جو جماعتیں سرگرم عمل ہوں ان کی مخالفت کر کے غلام ملک میں کیا اسلام کو غالب اور اسلامی نظام کو نافذ کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے ہم یہ سمجھتے تھے کہ کسی آزاد اور مسلمان ملک میں بھی اسلام نافذ کرنا بہت مشکل ہے۔ (ملاحظہ ہو قومی ڈائجسٹ۔ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

مسلمانو! مذکورہ بالا حقائق کا مشاہدہ اور اس کی ایک ایک سطر کا جائزہ اپنے ایمانی جذبے سے کیجئے کہ جماعت اسلامی کا وہ کون سا اسلام ہے جسے وہ از سر نو نافذ کرنا چاہتی ہے۔ جو تجدید ایمان کر کے چودہ سو سال سے زیادہ پرانے اسلام کو مسترد کر کے ایک خود ساختہ اور جدید اسلام کو جنم دے رہی ہے۔

دنیا بھر کے مسلمانوں کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کیلئے اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانا ضروری ہے مگر مودودی مذہب میں داخل ہونے کا طریقہ اسلام میں داخل ہونے کے طریقے سے قطعی جدا ہے۔ جماعت اسلامی سے باہر جو مسلمان ہیں جماعت اسلامی کا دستور انہیں صحیح الاسلام نہیں سمجھتا ان کی نظر میں مسلمان ہونا اس وقت ہو گا جب وہ جماعت کا اسلام قبول کرلیں گے۔ ثبوت کے طور پر جماعت اسلامی کی دستوری تشریح ملاحظہ کیجئے...... اس جماعت میں کوئی شخص محض اس بناء پر شامل نہیں ہو گا کہ وہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا اور اس کا نام مسلمان کا سا ہے اسطرح کوئی شخص کلمہ طیبہ کے الفاظ کو بے سمجھے بوجھے محض زبان سے ادا کرے اس جماعت میں نہیں آسکتا۔ (ملاحظہ ہو دستور جماعت اسلامی ص ۲۶)

قابل غور بات ہے کہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہونا، مسلمانوں کا سا نام رکھنا، کلمہ طیبہ پڑھنا کسی کو مسلمان سمجھنے کیلئے کافی نہیں تو پھر وہ کون سا آلہ ہے کہ جس کے ذریعے دل کو چیرا جائے اور پہلی ہی نظر میں اسلام معلوم کرلیا جائے۔ ہر سیاسی اور غیر سیاسی جماعت اپنے قوانین وضوابط کی روشنی میں اپنی تنظیم میں داخلے اور خارج ہونے کا دستور تو بنا سکتی ہے مگر اسلام میں داخلہ اور خارجہ کا دستور بنانے کا اختیار کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس بنیاد پر اب یہ سوچنا قطعی غلط نہ ہو گا کہ جماعت اسلامی کسی اجتماعی یا مذہبی تحریک کا نام نہیں بلکہ ایک نئے اور جدید خود ساختہ مذہب کا نام ہے جس میں باہر کا مسلمان بغیر اس کی شرطوں کے ایمان لائے مسلمان نہیں ہو سکتا۔

مسلمانو! جس مودودی مذہب میں مسلمان ہونے کا طریقہ جداگانہ ہے اسی طرح مودودی مذہب میں دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا طریقہ بھی اسلامی طریقے سے جدا ہے۔ مودودی اس حقیقت کی وضاحت اسطرح کرتے ہیں، جو لوگ تعلیم و تربیت اور اجتماعی ماحول کی تاثیرات کے باوجود ناکارہ نکلیں تکفیر (کفر کا فتویٰ) کے ذریعے ان کو جماعت سے خارج کر دیا جائے اس طرح جماعت کو غیر مناسب عناصر سے پاک کیا جاتا رہے۔ (ملاحظہ ہو سیاسی کشمکش، ج ۳ ص ۲۱)

اوپر دی گئی عبارت سے اس حقیقت کا اندازہ لگانا قطعی مشکل نہیں کہ جو حضرات جماعت اسلامی کی تعلیم و تربیت، عقائد و نظریات اور جماعتی ماحول کی تاثیر سے متاثر نہ ہوں اور وہ مودودی کے پیروکار نہ بنیں ایسے لوگوں کو کفر کا فتویٰ لگا کر جماعت اسلامی سے خارج کر دیا جائے۔ یاد رکھئے کسی مسلمان کو کافر قرار دینا اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کا باغی ہو جائے یا اللہ کی شان میں توہین کرے یا بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گستاخی کرے یا ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک بات کا بھی انکار کرے۔ کسی جماعت یا کسی تحریک کو یہ حق ہرگز حاصل نہیں کہ وہ اپنی جماعت کی مخالفت پر کسی پر کفر کا فتویٰ صادر کرے۔ مگر آپ نے دیکھا کہ مودودی مذہب میں ایسا شخص مسلمان نہیں جو مودودی عقیدے سے متاثر نہ ہو۔

تحریک پاکستان کے حوالے سے ہر باخبر مسلمان یہ جانتا ہے کہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان مینار پاکستان لاہور میں منظور ہوئی جسے برصغیر پاک و ہند کے کروڑوں مسلمانوں کی حمایت حاصل تھی اس قرارداد کا مقصد مسلمانوں کیلئے ایک الگ آزاد اسلامی ملک پاکستان حاصل کرنا تھا۔

مگر انگریز، کانگریس اور کانگریسی زرخرید مولویوں نے اس کی شدید مخالفت کی جو آپ پڑھ چکے ہیں پھر قرارداد پاکستان کے صرف ایک سال بعد ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی کی بنیاد کیوں ڈالی گئی؟ اس کا مقصد بھی وہی تھا جو انگریز، کانگریس اور زرخرید مولویوں کا تھا یعنی پاکستان کی مخالفت اور انگریز اور کانگریس کی حمایت جس کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیے کہ ۱۹۴۲ء میں صوبہ بہار کے دارالحکومت پٹنہ میں جماعت اسلامی نے ایک جلسہ کا اہتمام کیا جس میں ہندو کانگریسی لیڈر گاندھی جی کو شرکت کی دعوت دی اور اس نے جلسہ میں شرکت کی۔ انحق بھٹی انکشاف کرتے ہیں، ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ اور کانگریس دو بڑی سیاسی جماعتیں عام انتخابات کیلئے مکمل تیاری کے ساتھ ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑی تھیں۔ مسلم لیگ کا نصب العین حصول پاکستان تھا جبکہ گاندھی جی کی کانگریس اس کی مخالف تھی۔ پاکستان کے قیام اور عدمِ قیام کے بارے میں یہ انتخابات قطعی فیصلہ کن تھے۔ جماعت اسلامی کو قائم ہوئے اس وقت تقریباً پانچ سال اور چند مہینے ہو چکے تھے اور اس سے تعلق رکھنے والے لوگ تھوڑی بہت تعداد میں ہو چکے تھے اور مولانا مودودی کی وہ تحریک ملک کے پڑھے لکھے حلقوں میں پھیل چکی تھی جس میں مسلم لیگ کے نقطہ نظر پر تنقید کی گئی تھی۔ جماعت اسلامی نے ان انتخابات کا بائیکاٹ کیا اور اس سے الگ تھلگ رہی۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ قومی ڈائجسٹ۔ اکتوبر ۱۹۹۱ء)

دارالسلام پٹھان کوٹ سے مودودی صاحب کا یہ فتویٰ جاری ہوا کہ پاکستان کے نام پر لڑنے والے الیکشن میں جماعت اسلامی حصہ نہ لے۔ (ملاحظہ ہو تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۱۰۷)

مسلمانو! تاریخ ایک مستقل وجود رکھتی ہے جسے کسی صورت میں نہیں جھٹلایا جا سکتا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان کے قیام کے بارے میں ۱۹۴۶ء کے فیصلہ کن انتخابات کا بائیکاٹ کر کے جماعت اسلامی نے آخر پاکستان بنانے کی مخالفت کیوں کی جبکہ یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ پاکستان کے قیام کیلئے پوری قوم نے اسلام کا نعرہ لگایا اور اس نعرے کی بناء پر برصغیر کے دس کروڑ مسلمانوں نے مسلم لیگ کو ووٹ کے ذریعے کامیاب کرایا تھا تو انکی حمایت مودودی اور انکی جماعت اسلامی نے کیوں نہیں کی؟ آخر وہ کون سا اسلام تھا کہ جس کی حمایت مودودی کرنا چاہتے تھے یقیناً وہ نام نہاد اسلام مودودی کا اپنا بنایا ہوا تھا جو انگریز دور حکومت میں بنایا گیا۔ مودودی نے قیام پاکستان کی کھل کر مخالفت کی اور اپنے لٹریچروں کو اپنے کارکنوں کے ذریعے عام کیا۔

ہفت روزہ رازدان اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے لکھتا ہے، مخالفین میں سب سے منفرد انداز مخالفت جماعت اسلامی کے مفکر مولانا مودودی کا تھا۔ ان کی تحریروں میں قائداعظم اور مسلم لیگ کے بارے میں سب سے زیادہ زہر ہوتا تھا اور وہ برصغیر کے مسلمانوں کو ایسے خنجر سے قتل کرنا چاہتے تھے جس پر کلمہ شہادت لکھا ہوتا تھا۔ (ملاحظہ کیجئے ہفت روزہ رازداں، کراچی، ص ۳۲۔ ۱۹۷۸ء)

ہفت روزہ رازداں مزید انکشاف کرتا ہے، اس جماعت کے قیام کا مقصد خیر پر نہیں بلکہ شر پر مبنی تھا۔ ان کا مقصد عظیم قومی جمعیت نہ تھا بلکہ مسلمان قوم کو انتشار میں مبتلا کرنا تھا جو ہندو اور انگریز سامراج کے خلاف نبرد آزما تھا۔ جماعت اسلامی کو تو صرف مسلم لیگ کے نام سے بیر تھا۔ (ہفت روزہ رازداں، ص ۳۲۔ ۱۹۷۸ء)

ہفت روزہ رازداں مزید انکشاف کرتا ہے، جماعت اسلامی اور اس کے بانی مودودی نے ماضی میں قائداعظم کے خلاف محاذ بنا کر قیام پاکستان کی جان توڑ مخالفت کی تھی۔ قائداعظم کو کافراعظم اور پاکستان کو کفرستان اور غیر اسلامی کہا تھا۔ جماعت اسلامی نے قیام پاکستان کے وقت ہندوؤں کی تائید میں کشمیر کے جہاد کو غیر اسلامی کہہ کر اس کی مخالفت کی اور جہاد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو غیر شہید اور حرام موت مرنے والے قرار دے کر ان مسلمان شہداء کی توہین کی۔ (ملاحظہ کیجئے ہفت روزہ کہکشاں، کراچی۔ ۱۷ جون ۱۹۷۸ء)

۱۹۴۸ء میں جب کشمیر کا مسئلہ تازہ تھا۔ اس وقت مودودی نے بدیں الفاظ میں جہاد کشمیر کے خلاف فتویٰ جاری کیا کہ مجاہدین کشمیر کو اسلحہ فراہم کرنا اور لڑنے کیلئے آدمی بھیجنا' میں جائز نہیں سمجھتا۔ پاکستانیوں کیلئے کشمیر میں ہندوستانی فوجوں سے لڑنا ازروئے قرآن جائز نہیں۔

جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب کی تحریکِ پاکستان اور بانیٔ پاکستان بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح سے مخالفت تاریخ کا ایک انمٹ حصہ ہے انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کو ہدف تنقید بنایا اور آپ کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مودودی اپنی تحریر میں لکھتے ہیں، افسوس کہ لیگ کے قائداعظم سے لیکر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھتا ہو یہ لوگ مسلمان کے معنی و مفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے۔ (ملاحظہ ہو مسلمان اور سیاسی کشمکش، حصہ سوئم، بار دوئم ۱۹۴۲ء، ص ۳۵)

مودودی کے اس قول سے یہ واضح ہوا کہ مسلم لیگ میں قائداعظم سے لیکر دیگر مقتدیوں تک کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو صحیح معنوں میں مسلمان کے معنی و مفہوم کو سمجھتا ہو، حالانکہ اس دور میں قائداعظم کے ہمراہ بڑے بڑے عالم دین جید مشائخ عظام تھے۔

مسلمانو! آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں کہ ۱۸۵۷ء میں جنگِ آزادی کی بنیاد علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رکھی۔ آپ نے اپنے لہو کی قربانی دے کر اپنے خون سے آزادی کی جو شمع روشن کی تھی آپ کے بعد آنے والے علماء و مشائخ اہلسنّت نے اسے روشن رکھا۔ تحریک جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے لے کر قیام پاکستان تک ہندوستان کی تاریخ میں علماء و مشائخ اہلسنّت کا جس قدر شاندار کارنامہ ہے اسے لفظوں میں بیان ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کانگریس اور ان کے آلہ کار کے خلاف سب سے پہلے علمائے اہلسنّت ہی کی آوازِ حق بلند ہوئی۔

تحریکِ پاکستان کے ان ہزارہا علماء و مشائخ میں سے چند مجاہد علماء کا ذکر انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ یہاں میں انصاف پسند اہل قلم حضرات سے بھی گزارش کروں گا کہ حسبِ ذیل حقائق کو جاننے کے بعد دنیا پرست اور قوم و ملت کے غداروں کو قوم کا ہیرو ہرگز نہ بنائیں، بلکہ پاکستان بنانے والے مجاہدین کے تذکروں کو اپنی کتابوں کی زینت بنائیں تاکہ حق کا بول بالا ہو۔

حضرت امام احمد رضا خان قندھاری فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۸۵۶ء میں ہندوستان کے شہر بانس بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے باپ دادا قندھار (افغانستان) سے ہجرت کر کے یہاں آئے تھے۔ آپ کا تعلق پٹھانوں کے اس معزز اور باعزت قبیلے سے ہے جس قبیلے کے بارے میں پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے اس قبیلے کے بانی صحابی رسول حضرت قیس عبدالرشید بن عیص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبولِ اسلام کے وقت یہ بشارت دی تھی کہ اس مرد جری سے میری اُمت کا ایک عظیم طائفہ پیدا ہوگا جو جرأت اور شجاعت میں لاثانی اور دین اسلام کا بطان کہلائے گا۔ (ملاحظہ کیجئے تاریخ خورشید جہاں، ص ۶)

صحابیٔ رسول حضرت قیس عبدالرشید عیص رضی اللہ عنہ کی نسل سے پیدا ہونے والے یہی وہ امام احمد رضا قندھاری فاضل بریلوی ہیں کہ جنہوں نے سب سے پہلے سرزمین ہند میں دو قومی نظریہ پیش کیا اور پٹنہ سنّی کانفرنس میں ۱۸۹۷ء میں دو قومی نظریہ کی بنیاد رکھی۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ ہندو اور مسلم دو الگ الگ قومیں ہیں لہٰذا دونوں قوموں کیلئے الگ الگ وطن ہونا چاہئے۔

آپ ہندو اور انگریز کے سخت مخالف تھے۔ آپ قندھاری پٹھان تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد افغانستان سے ہجرت کر کے ہندوستان آگئے تھے۔ آپ وہ جید عالمِ دین تھے کہ جن سے علم کی روشنی ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عرب کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔ آپ گزشتہ صدی کے مجدد تھے۔ آپ نے اپنے علم و فضل، زہد و تقویٰ، حق گوئی اور بے باکی کے ذریعے دنیائے اسلام پر جو عظیم احسانات کیے وہ کارنامے رہتی دنیا تک سنہری حرفوں میں لکھے جاتے رہیں گے۔

آپ کی علمی اور روحانی شخصیت سے متاثر ہو کر مکہ مکرمہ کے فاضل شیخ العلماء سیّد شاہ اسماعیل خلیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا، اگر امام احمد رضا کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ حق پر ہیں اور اس زمانے کے مجدد ہیں تو حق اور صحیح ہوگا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علی شامی ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، امام احمد رضا (دورِ حاضر کے) اماموں کے امام ہیں اور اُمت کے مجدد ہیں۔

پیارے مسلمانو! جب دیوبند کے بڑے بڑے مولویوں نے انگریز سازشوں کو کامیاب بنانے کیلئے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کیں اور تقویۃ الایمان، تحذیر الناس اور حفظ الایمان، فتاویٰ رشیدیہ اور صراط مستقیم جیسی رُسوائے زمانہ کتابیں ہندوستان بھر میں شائع ہونے لگیں تو امام احمد رضا خان قندھاری ان کے خلاف میدانِ عمل میں آگئے اور ان سرکاری مولویوں کے عقائدِ باطلہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں اور عرب کے جید علماء کو آگاہ کیا جس پر عرب و عجم کے جید علمائے دین نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرنے کے جرم میں دیوبندی مولویوں کے خلاف کفر کے فتوے جاری کیے۔ (ملاحظہ ہو حسام الحرمین)

علمائے دیوبند کے ناپاک عزائم کا بھانڈا پھوڑنے کا سہرا چونکہ امام احمد رضا خان قندھاری فاضل بریلوی کے سر ہے یہی وجہ ہے کہ علمائے دیوبند کو امام احمد رضا سے شدید نفرت تھی لہٰذا انہوں نے امام احمد رضا خان قندھاری فاضل بریلوی کو دنیا بھر میں بدنام کیا۔ خاص طور پر صوبہ سرحد کے پٹھانوں کو یہ تاثر دیا کہ امام احمد رضا خان انگریزوں کے ایجنٹ، بدعتی، رضا خانی مذہب کے بانی اور قبر پرست ہیں (نعوذ باللہ) اور یہ سلسلہ آج بھی صوبہ سرحد اور بلوچستان میں جاری ہے ان کے اس مذموم پروپیگنڈے کا یہ بھیانک نتیجہ نکلا کہ آج پاکستان کا صوبہ سرحد تقریباً دیوبندی مولوی کا گڑھ بن گیا ہے اور سرحدی پٹھان اپنے ہی پٹھان عالم دین امام احمد رضا خان قندھاری کے مخالف ہوگئے۔

مسلمانو! جیسا کہ آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں کہ رائے بریلی کی دھرتی سے پیدا ہونے والے سید احمد بریلوی نے انگریزوں کا بھرپور ساتھ دیا اور وہ ناقابل فراموش کارنامے سرانجام دیئے جو کسی صورت میں جھٹلائے نہیں جاسکتے۔ ان کی انگریز دوستی اور سنّی مسلمانوں کے خلاف اسلام دشمنی کا یہ نتیجہ نکلا کہ صوبہ سرحد میں ان کے خلاف شدید نفرت پیدا ہوئی۔ وہاں کے مسلمان پٹھانوں نے انہیں قتل کیا اور یہ نفرت آج تک وہاں کے مسلمانوں میں پائی جاتی ہے۔ وہاں کے مسلمان آج بھی بریلوی مولویوں سے نفرت کرتے ہیں اور یہ نفرت سید احمد بریلوی کی وجہ سے ہے، امام احمد رضا بریلوی کی وجہ سے ہرگز نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ دیوبندی وہابی مولویوں کے بھرپور پروپیگنڈے نے سید احمد بریلوی کو قومی ہیرو اور امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کو انگریزوں کا ایجنٹ ظاہر کیا۔ مگر انصاف پسند لوگ آج بھی میرے اس موقف کی تائید کریں گے کہ انگریزوں کا ایجنٹ سید احمد بریلوی تھا، امام احمد رضا بریلوی ہرگز نہیں۔ وہ حضرات جو دیوبندی وہابی مولویوں کے پروپیگنڈے کا شکار ہوکر امام احمد رضا خان بریلوی کو انگریزوں کا ایجنٹ اور قبر پرست قرار دیتے رہے ہیں۔ ان حقائق کو جاننے کے بعد حق پرستی کی راہ اختیار کریں۔ وہ پٹھان قوم جن کا سلسلہ نسب صحابیٔ رسول حضرت قیس بن عبدالرشید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے جنہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاؤں سے نوازا تھا، اسی پٹھان قوم میں خوشحال خان خٹک اور عبدالرحمٰن بابا جیسی عظیم بزرگ ہستیاں پیدا ہوئیں مگر آہ! آج وہ قوم اپنے اسلاف کو چھوڑ کر دیوبندی وہابی فرقے میں بٹ چکی ہے، ناموسِ رسالت پر مرمٹنے کا جذبہ جو انہیں اپنے بزرگوں سے ورثے میں ملا تھا تبلیغی جماعت کی خاموش تبلیغ نے ختم کرکے رکھ دیا ہے۔

مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ امام احمد رضا خان کے دو قومی نظریئے کے بڑے حامی تھے آپ کی کوششوں سے بنارس میں آل انڈیا سنّی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں تقریباً ہزارہا علماء و مشائخ اہلسنّت نے شرکت کی جس میں تمام شرکاء نے مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دے کر پاکستان بنانے کا عزم کیا اور سنی کانفرنس میں علماء و مشائخ اہلسنت نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ اگر قائداعظم پاکستان بنانے سے دستبردار ہو بھی گئے تب بھی ہم پاکستان حاصل کر کے رہیں گے۔

مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ تحریکِ پاکستان کے سرگرم حامی تھے۔تحریک پاکستان کی حمایت میں آپ نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

مبلغِ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں آپ کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔آپ نے بیرونی ممالک میں تحریک پاکستان کو متعارف کرایا۔ آپ کی ان خدمات کے اعتراف میں آپ کو سفیرِ پاکستان کا خطاب ملا۔

مولانا حامد بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ نے تحریک پاکستان میں بڑے اہم کارنامے سرانجام دیئے اگر آپ کو تحریک آزادی کا روح رواں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ آپ نے اپنی تقریروں کے ذریعے پنجاب میں احرار اور صوبہ سرحد میں کانگریس کا زور توڑا۔

مجاہدِ اسلام پیر سیّد امین الحسنات مانکی شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔آپ کی دعوت پر قائداعظم نے صوبہ سرحد کا دورہ کیا۔صوبہ سرحد وہ بدنصیب صوبہ تھا جہاں کانگریسی علماء اور انگریز حکومت کے وفادار سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے پیروکار کانگریسی علماء اپنے قدم مضبوطی سے جما چکے تھے اور صوبہ سرحد کانگریس کا گڑھ سمجھا جاتا تھا مگر پٹھانوں کے عظیم فرزند سیّد امین الحسنات کی تائید و حمایت اور کوششوں سے صوبہ سرحد کی سیاسی فضا میں تغیر پیدا ہوا اور مسلم لیگ کو کامیابی حاصل ہوئی۔

پیر آف پگارا سیّد صبغت اللہ شاہ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تحریکِ پاکستان کے حامی اور انگریز حکومت کے سخت مخالف تھے۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ انگریزوں کو ملک سے نکال دیا جائے انگریزوں نے ان کے خلاف سخت انتقامی کاروائی کی ان کے حر مریدوں کی جائیدادیں ضبط کیں اور بہت سے وفاداروں کو تختہ دار پر لٹکایا۔ سندھ کے بعض علاقوں میں 'حر مارشل لاء' لگایا اس طرح اسلام کی محبت اور انگریزوں کی مخالفت میں پیر سیّد صبغت اللہ شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

مجاہدِ اسلام پیر عبد الرحیم شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (بھر چونڈی شریف)

آپ کے والد پیر عبد الرحمٰن تحریکِ پاکستان کے مجاہد تھے آپ نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پاکستان کیلئے بھرپور جدوجہد کی۔

امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ نے فرنگی سامراج کے خلاف اور ان کا تسلط برصغیر سے ختم کرنے کیلئے پاک و ہند میں مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک سفر کیا اور مسلمانوں کو بیدار کیا جو تاریخ کا ایسا سنہری باب ہے جسے ہرگز فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے ۱۱ مئی ۱۹۳۸ء میں ایک اجلاس میں فرمایا، ہندوستان کے تمام مسلمانوں کیلئے لازم ہے کہ وہ تمام کے تمام مسلم لیگ میں شامل ہوں۔ ۱۹۴۵ء میں آپ نے ایک بیان جاری کیا کہ قائداعظم محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد جماعت ہے۔

پیر سیّد غلام محی الدین گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ پیر سیّد مہر علی شاہ کے فرزند تھے۔ آپ نے تحریکِ پاکستان کیلئے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے قائداعظم کا بھرپور ساتھ دیا اور اپنا تن من دھن اسلام کی سربلندی کیلئے قربان کردیا۔ آپ نے اپنے لاکھوں مریدوں کو حکم دیا کہ وہ مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیں۔

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ نے علماء و مشائخ اہلسنّت کے ساتھ مل کر وطن کی آزادی کیلئے عظیم کارنامے سرانجام دیئے۔ انگریز حکومت نے آپ کو طرح طرح کے لالچ دیئے مگر خواجہ صاحب کے ایمان کو بڑے سے بڑا عہدے کا لالچ بھی نہ خرید سکا۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تحریکِ پاکستان کیلئے آپ کی قربانیاں بہت زیادہ ہیں۔ آپ نے تحریک پاکستان کے حوالے سے مسلم لیگ کی کامیابی کیلئے جگہ جگہ تقریریں کیں۔

سیّد احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ نے ملتان میں مدرسہ انوار العلوم کی ۱۹۳۵ء میں بنیاد رکھی۔ اس دارالعلوم نے تحریکِ پاکستان کیلئے کارکن تیار کیے۔ آپ نے مسلم لیگ کے جلسوں میں قیام پاکستان کی حمایت میں زبردست تقریریں کیں۔

مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ نے میانوالی میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۳۹ء میں قائدِاعظم سے ملاقات کی اور تحریکِ پاکستان کیلئے اپنے آپ کو وقف کردیا۔

قائدِ اہلسنّت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ نے لڑکپن کی عمر سے ہی ایک ادنیٰ مسلم لیگی کارکن کی حیثیت سے کام کیا اور ۱۹۴۶ء کے عام انتخابات میں لیاقت علی خان کے حلقے میں انتخابی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ان کے علاوہ اور بے شمار علماء و مشائخ تھے جنہوں نے مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا اور پاکستان بنا کر دم لیا جن میں حضرت مفتیِ اعظم مظہر اللہ دہلوی، سیّد محمد محدث کچھوچھوی، مفتی سیّد غلام معین الدین نعیمی، مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش، پیر محمد شاہ بھیروی، مولانا ظہور الحسن صدیقی درس، مولانا عبدالغفور ہزاروی، پیر محمد فاضل شاہ جلال پوری، خواجہ عبدالرشید پانی پتی، خواجہ نظامی، مولانا حسرت موہانی، مولانا محمد ابراہیم علی چشتی اور ہزارہا علماء و مشائخ جنہوں نے قائدِاعظم کی قیادت میں مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیا اور اپنی تقریروں کے ذریعے پاک و ہند میں آزادی کی ایک لہر دوڑادی۔

حضرت امام احمد رضا خان قندھاری فاضل بریلوی کے دو قومی نظریے نے ایسی جان پکڑی کہ ہندوستان کا ہر مسلمان تحریکِ آزادی میں شامل ہوگیا۔ تحریکِ آزادی میں علماء و مشائخ اہلسنّت کا کردار اتنا جامع اور روشن تھا کہ انہوں نے حصولِ پاکستان کیلئے سردھڑ کی بازی لگادی۔

مگر آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ مودودی کی نظر میں قائد اعظم کا ساتھ دینے والوں میں ایک بھی ایسا نہیں تھا جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر رکھتا ہو اور نہ یہ لوگ مسلمان کے معنی اور مفہوم کے جاننے والے تھے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ سب مقتدر علماء اور جید مشائخ گمراہ اور بے دین تھے؟ کیا پورے ہندوستان میں صرف ایک مودودی ہی ایسا تھا جو اسلام کی ذہنیت اور اس کے طرز فکر کو سمجھتا تھا۔ ہاں اپنے عقیدے کی بنیاد جس نظریئے پر مودودی نے رکھی اس میں یقیناً وہ منفرد تھے۔

اسحٰق بھٹی یہ انکشاف بھی کرتے ہیں، مودودی نے اپنے مضامین و مقالات میں ہندوستان کی انگریز حکومت کی مخالفت پر زیادہ زور نہیں دیا۔ جبکہ اس ملک سے انگریز کو نکالنے اور آزادی حاصل کرنے کے بنیادی مسئلے پر سب کا اتفاق تھا۔ (ملاحظہ ہو قومی ڈائجسٹ ۱۹۹۱ء)

مسلمانو! غور فرمایئے اسحٰق بھٹی نے کتنے دوٹوک اور واضح الفاظ میں اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ مودودی نے تمام لوگوں کی مخالفت کر کے انگریزوں کی حمایت کی اور جس اسلام کو وہ برصغیر میں نافذ کرنا چاہتے تھے وہ انگریز حکومت کے مزاج کے مطابق تھا۔

انہوں نے اپنے جدید اسلام کو مسلمانوں تک عام کرنے کیلئے اپنے لٹریچر کو بنیاد بنایا، جماعتِ اسلامی سے وابستہ حضرات نے مودودی نظریہ کی خوب تشہیر کی۔ اخباروں میں مضامین شائع کئے، بڑے بڑے اشتہارات چھپوا کر دیواروں پر چسپاں کئے۔ چھوٹے بڑے دستی اشتہارات بڑے پیمانے پر لوگوں میں تقسیم کئے۔ آج بھی مودودی کے پیروکار 'جماعتی' شہر کی مسجدوں میں نمازِ جمعہ کے بعد مسجد کے دروازے پر آ کھڑے ہوتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے اشتہارات مسجد سے نکلنے والے ہر مسلمان کے ہاتھوں میں تھما دیتے ہیں۔ جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے حضرات مودودی کی کتابوں کو لٹریچر کہا کرتے ہیں۔ جب وہ عام لوگوں میں اسے تقسیم کرتے تو کہتے کیا آپ نے مولانا مودودی کا لٹریچر پڑھا ہے اگر نہیں پڑھا تو ضرور پڑھیں اس سے سب باتیں واضح ہو جائیں گی اور آپ کے تمام ذہنی فکری اُلجھاؤ رفع ہو جائیں گے۔

تمام ذہنی، فکری اعتقادی سیاسی اور اقتصادی و معاشی اُلجھنوں کا حل اور ہر قسم کی معاشرتی بیماریوں کا علاج ان کے نزدیک مودودی کے لٹریچر میں پوشیدہ ہے۔ گویا اِدھر اسے پڑھا اُدھر تمام عقیدے دُرست۔ لٹریچر کیا ہے گویا امرت دھارا ہو گیا ماتھے پہ لگاتے ہی سارے غم دور اور چودہ طبق روشن!

اس میں شک نہیں کہ دین کی خدمت کرنا ایک اچھا عمل ہے مگر یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ جس دین کی خدمت جماعت اسلامی کرنا چاہتی ہے کیا یہ وہی دین ہے کہ جسے اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت تک کیلئے نافذ کیا، جس دین کو لے کر صحابہ کرام دنیا کے کونے کونے میں پہنچے، جس دین کی تبلیغ تابعین پھر تبع تابعین نے کی پھر اسی دین متین کا پیغام لے کر بزرگانِ دین دنیا بھر میں پھیل گئے اور پھر اسی پیغامِ حق کو لے کر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت بختیار کاکی، حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء اور ہزار ہا بزرگانِ دین برصغیر پاک و ہند کے کونے کونے میں آئے۔ مودودی جس دین کی تبلیغ کرنا چاہتے تھے اسے جاننے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ دینی حوالے سے ان کی علمی حیثیت کیا تھی۔ دیوبندی وہابیوں کے امام سید احمد بریلوی کی علمی حیثیت آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں اب جماعتِ اسلامی کے بانی مولوی مودودی کی علمی حیثیت بھی ملاحظہ کیجئے:۔

اپنی علمی زندگی کے بارے میں خود مودودی کا بیان ہے، جب مولوی کا امتحان دیا تو درجہ دوم میں کامیاب ہوا۔

اس زمانے میں والد مرحوم کی مالی مشکلات بہت زیادہ بڑھ گئی تھیں اور ان کی صحت بھی خراب ہوتی جارہی تھی تاہم وہ اورنگ آباد چھوڑ کر حیدر آباد تشریف لائے اور مجھے دارالعلوم کی جماعت مولوی عالم میں شریک کرادیا۔

والد مرحوم حیدر آباد چھوڑ کر بھوپال چلے گئے۔ میں یہاں پڑھتا رہا مگر یہ سلسلہ چھ مہینے سے زیادہ نہ رہ سکا۔ ایک روز بھوپال سے یہ اطلاع ملی کہ والد پر فالج کا سخت حملہ ہوا ہے اور یہ اطلاع پاتے ہی بے سروسامانی کی حالت میں والدہ ماجدہ کو ساتھ لے کر حیدر آباد سے روانہ ہوا اور بھوپال جا کر والد مرحوم کی خدمت میں منہمک ہوگیا۔ رفتہ رفتہ ان کی صحتیاب ہونے کی تمام اُمیدیں منقطع ہوگئیں اور اب زندگی کے تلخ حقائق محسوس کرنا شروع کئے۔

ڈیڑھ دو سال کے تجربات نے یہ سبق سکھایا کہ دنیا میں عزت کیساتھ زندگی بسر کرنے کیلئے اپنے پیروں پر آپ کھڑا ہونا ضروری ہے اور معاشی استقلال کیلئے جدوجہد کئے بغیر چارہ نہیں۔ فطرت نے تحریر و انشا کا ملکہ ودیعت فرمایا تھا اس کے علاوہ دفتری ملازمت کی طرف کوئی میلان نہ تھا اور اس قسم کی زندگی اختیار کرنے کو دل نہ چاہتا تھا غرض تمام وجوہ سے یہی فیصلہ کیا کہ قلم ہی کو وسیلۂ معاش قرار دینا چاہئے۔ (ملاحظہ ہو منظر الکرام بحوالہ روزنامہ جنگ راولپنڈی، ۹۔۷۔۷۹)

مودودی اپنی علمی حیثیت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے بیان دیتے ہیں، مجھے گروہِ علماء میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے میں ایک بیچ راس کا آدمی ہوں جس نے جدید و قدیم طریقہ ہائے تعلیم سے کچھ کچھ حصہ پایا ہے۔ (ملاحظہ ہو ترجمان القرآن ربیع الاول ۱۳۵۵ھ)

مسلمانو! سورج سے زیادہ چمکتے ہوئے مولوی مودودی کے مذکورہ حالات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ نہ وہ کوئی شیخ القرآن تھے، نہ شیخ الحدیث، نہ مفتی اعظم تھے اور نہ مستند عالم دین تھے بلکہ درجہ دوم کے مولوی ترقی پسند دانشور اور انشاء پرداز تھے جس کا اندازہ نیچے دی گئی تصویر سے بھی بخوبی لگایا جا سکتا ہے اور ان کی تحریروں کا مقصد اپنی معاشی حالت کو بہتر بنانا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا تھا۔

اس تصویر کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا قطعی مشکل نہیں کہ جماعت اسلامی کے بانی بھری جوانی میں انگریزوں کا پسندیدہ لباس پینٹ کوٹ پہنا کرتے اور ٹائی باندھا کرتے تھے۔ مسلمانو! کیا ایک عالم دین کو ایسا لباس پہننا جائز ہے؟ فیصلہ خود کیجئے۔

مسلمانو! جس دین کو لے کر پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس عالم دنیا میں جلوہ افروز ہوئے جسے صحابہ کرام اور آئمہ اُمت نے اختیار کیا مودودی کا نظریہ اس دین سے مختلف تھا۔ مودودی کے عقائد اور نظریات قرآن وسنت کے خلاف تھے جس کا اندازہ مودودی کی ان عبارات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے علم سے نا آشنا مسلمانوں کو خود ساختہ مودودی مذہب میں ڈھالنے کیلئے کیں۔ چند عبارات کو پڑھئے اور ایمان اور ضمیر سے فیصلہ کیجئے کیا یہ وہی اسلام ہے جس کا درس ہمیں قرآن وحدیث میں ملتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مودودی کا عقیدہ ملاحظہ کیجئے۔ لکھتے ہیں، نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بڑا گناہ ہو گیا تھا کہ انہوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا۔ (نعوذ باللہ) (ملاحظہ ہو رسائل ومسائل، حصہ اول، ص ۳۱، طبع دوئم)

مذکورہ بالا عبارت میں مولوی مودودی نے یہ واضح کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے نبی نہیں تھے۔ ظاہر ہے جب نبی نہیں ہوئے تو ایک عام انسان ہوئے چنانچہ انہوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا گویا وہ قاتل تھے۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ کیا ایک قاتل نبی بن سکتا ہے؟

ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ جس کا دامن گناہوں سے داغدار ہو وہ کبھی منصب نبوت پر فائز نہیں ہو سکتا اور کسی انسان کا قتل تو اتنا بڑا گناہ ہے جو کسی صورت میں معاف نہیں ہو سکتا۔ ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ ہر نبی خطاؤں سے پاک اور معصوم ہوتا ہے۔ اللہ کا نبی ابتداء ہی سے نبی ہوتا ہے وہ انسان کی رہنمائی کیلئے دنیا میں بھیجا جاتا ہے نہ کہ اسے بعد میں نبی بنایا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس شخص کو قتل کیا وہ فرعونی کافر تھا اور اس کافر کا قتل ہر لحاظ سے جائز تھا۔ مگر مودودی نے اللہ تعالیٰ کے مقدس نبی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو قاتل ثابت کرنے کی ناپاک جرأت کی۔

اور سنئے! حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں جدید دانشور مودودی تحریر کرتے ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہوکر اوریا سے طلاق کی درخواست کی تھی۔ (ملاحظہ ہو تفہیمات، حصہ دوئم، ص ۴۲، طبع دوم)

حضرت داؤد علیہ السلام کے فعل میں خواہش نفس کا کچھ دخل تھا اور اس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہ دیتا تھا۔ (ملاحظہ ہو تفہیمات، ج ۴، ص ۳۲۷، طبع اوّل)

ہر پڑھا لکھا اور اَن پڑھ مسلمان اس حقیقت کو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو انسانوں کی اصلاح کیلئے دنیا میں مبعوث فرمایا، ہر نبی نے اپنے اپنے دور میں اپنی قوم کی اصلاح کی۔ ان کے بگڑے ہوئے اندازِ فکر کو بدلا اور ہدایت کا راستہ دکھایا حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کی اصلاح فرمائی۔ مگر مودودی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر بھی یہ الزام لگایا کہ وہ اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہوگئے۔

ذرا سوچئے کہاں اللہ کا مقدس معصوم نبی اور کہاں اسرائیلی سوسائٹی کا گناہ آلود اور غلیظ رواج۔ کیا یہ ایک مقدس نبی پر بہتان نہیں؟ انہوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ دوسری جگہ کہہ دیا کہ وہ خواہش نفس کا شکار ہوگئے اور اپنے حاکمانہ اقتدار کا نامناسب یعنی ناجائز استعمال کیا (نعوذ باللہ)۔ اور سنئے! حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں ماڈرن مفکر مودودی فرماتے ہیں، حضرت نوح علیہ السلام اپنی بشری کمزوریوں سے مغلوب اور جاہلیت کے جذبے کا شکار ہوگئے۔ (ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۳۴۴)

حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وہ مقدس نبی ہیں جنہوں نے بڑی طویل زندگی پائی۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار سال سے بھی زیادہ آپ کی عمر تھی اور اتنی طویل زندگی میں آپ مسلسل لوگوں کو ہدایت کا درس دیتے رہے۔ آپ ساری زندگی قوم کے غم اور خوفِ خدا سے نوحہ کرتے اسی وجہ سے آپ کا نام نوح (رونے والے) پڑا۔ ایسے مقدس نبی کے بارے میں مولوی مودودی کا یہ عقیدہ تھا 'بشری کمزریوں کے سبب مغلوب ہوگئے اور جاہلیت کے جذبے کا شکار ہوگئے' کسی نبی کیلئے جاہل کا لفظ استعمال کرنا نبی کی توہین ہے یا نہیں؟ حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں مودودی کا عقیدہ سنئے...... یونس سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں۔ (نعوذ باللہ) (ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، حصہ دوئم، طبع اوّل، حاشیہ ۳۱۲)

غور فرمایئے! کس ڈھٹائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے معصوم نبی حضرت یونس علیہ السلام پر منصب رسالت میں کوتاہیاں کرنے کا الزام لگایا جا رہا ہے اگر ہم ایک عام شریف اور دیانتدار انسان کی زندگی پر غور کریں تو وہ بھی اپنے منصب سے کوتاہی نہیں کرتا تعجب ہے اللہ تعالیٰ کا معصوم نبی ایسا کرے؟ (نعوذ باللہ) یہ عقیدہ ماڈرن دانشور مودودی کا ہوسکتا ہے کسی مسلمان کا ہرگز نہیں۔

مسلمانو! اپنی گفتگو کو مختصر کرتے ہوئے ایک قول اور آپکی نذر کرتا ہوں اسے بھی پڑھئے اور حقیقت کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیجئے جماعت اسلامی کے بانی مولوی مودودی فرماتے ہیں، اور تو اور بسا اوقات پیغمبر تک کو اس نفس شریر کی رہزنی کے خطرے پیش آئے۔ (نعوذ باللہ) (ملاحظہ ہو تفہیمات، ج۱ص۱۶۱، طبع پنجم)

مذکورہ بالا عبارت میں مودودی نے واضح کیا ہے کہ نفس کی شرارت کے جو خطرے عام لوگوں کو پیش آتے تھے وہی نفس کی شرارت کے خطرے پیغمبروں کو بھی پیش آئے ہیں۔ ذرا سوچئے! انبیائے کرام کے بارے میں یہ گستاخی اور بے ادبی کتنی بڑی جسارت ہے کیا کوئی مودودی کا پیروکار یہ برداشت کریگا کہ مودودی کا نفس شریر تھا اور وہ رہزن (ڈاکو) تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے بارے میں ایسا غیر اسلامی عقیدہ رکھنا مودودی کا عقیدہ تو ہوسکتا ہے کسی مسلمان کا ہرگز نہیں!

پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں مودودی نے جو الفاظ کہے وہ بھی سن لیجئے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں مودودی لکھتا ہے، اس ان پڑھ صحرانشیں نے حکومت ودانائی کی باتیں کہنا شروع کردیں۔ (ملاحظہ ہو تفہیمات، حصہ اول، ص۲۵۴)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے کا ایک مودودی انداز اور پڑھئے...... جو (اللہ) ایک ان پڑھ بدوی کو ایک ملک کا نہیں تمام دنیا کا، ایک زمانے کا نہیں تمام زمانوں کا لیڈر بنادے۔ (ملاحظہ ہو تفہیمات، ص۲۴۱)

فخر دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے اور انگریزی منصوبوں کو کامیاب بنانے کا ایک مودودی انداز اور سن لیجئے...... یہ قانون جو ریگستان عرب کے ایک ان پڑھ چرواہے نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ (ملاحظہ ہو کتاب 'پردہ'، ص۱۰۵)

اللہ تعالیٰ کا وہ مقدس رسول جسے اللہ تعالیٰ نے قرآنی علم عطا کرکے معلم کائنات بنایا اس مقدس نبی کو 'ان پڑھ' کہنا اور بار بار اس لفظ کی تکرار کرنا انگریز حکومت کے منصوبے کا ایک حصہ ہے جس کا بیڑہ مودودی نے اپنے کندھوں پر اٹھایا اس ناپاک منصوبے کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے مولوی مودودی لکھتا ہے:۔

غور کیجئے چودہ سو برس کی تاریک دنیا میں عرب جیسے تاریک ملک کے ایک گوشے میں ایک گلہ بانی اور سوداگری کرنے والے ان پڑھ بادیہ نشین کے اندر یکایک اتنا علم اتنی روشنی اتنی طاقت اتنے کمالات اتنی زبردست قوتیں پیدا ہوجانے کا کون سا ذریعہ تھا۔ (ملاحظہ ہو تفہیمات، حصہ اوّل، ص۲۵۴)

جدید دانشور مولوی مودودی کے مذکورہ بالا نظریات کو آپ اپنے ایمان کی روشنی میں پڑھیں اور اس بات کو پیش نظر رکھیں یہ الفاظ اس مقدس ہستی کے بارے میں کہے گئے ہیں جن کی بارگاہ میں ادنیٰ سی گستاخی کفر قرار دی گئی اور قرآن مجید میں واضح طور پر اس بات کا حکم دیا گیا:

لا تجعلوا دعآء الرسول بینکم کدعآء بعضکم بعضا ط (پ۱۸۔سورۃ النور:۶۳)

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں واضح کیا گیا ہے کہ حضور سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام ادب وتکریم اور توقیر وتعظیم کے ساتھ لیا جائے۔

آپ خود فیصلہ کیجئے کہ حضور سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے کا کیا یہی ایک طریقہ ہے کہ جماعتِ اسلامی کے بانی مودودی اپنے ناہنجار قلم سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہیں ان پڑھ بدوی لکھتا ہے تو کہیں ان پڑھ صحرانشین، کہیں صحرائے عرب کا ان پڑھ بادیہ نشین تو کہیں ان پڑھ چرواہا۔

مسلمانو! میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا یہی اسلام ہے کہ اس ہستی کی شان میں قلم بے لگام کردیا جائے کہ جن کی مدحت وثناء قرآنِ پاک ہے جس کا مداح خود خالق کائنات ہے۔جس نے اپنے پیارے معصوم پیغمبر کو پیارے پیارے الفاظوں سے یاد فرمایا: کہیں **یا مزمل** کے لقب سے یاد فرمایا تو کہیں **یا مدثر** کہہ کر یاد کیا۔کہیں **یا ایھا النبی** سے پکارا تو کہیں **یا ایھا الرسول** کہہ کر ارشاد فرمایا، کہیں **طٰہٰ** تو کہیں **یٰس** جیسے مقدس الفاظ سے یاد فرمایا اور ایک جگہ اس طرح ارشاد فرمایا:

و علمك مالم تكن تعلم (سورۂ نساء:۱۱۳)

ترجمہ: اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔

معلوم ہوا کہ آپ اس شان کے عالم ہیں کہ جنہیں کائنات کے تمام علوم سکھادیے گئے یعنی جو حضور نہیں جانتے تھے اللہ نے اپنے محبوب پیغمبر کو وہ سب کچھ سکھادیا۔مگر آپ پڑھ چکے ہیں کہ جماعتِ اسلامی کے دانشور بانی نے قرآنی تعلیمات کو یکسا نظرانداز کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز الفاظ استعمال کیے اور بار بار اَن پڑھ کی تکرار کی جو حکمِ الٰہی کے خلاف اور منشائے الٰہی کے منافی ہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس شدت سے مخالفت......اس سے زیادہ اور کیا اسلام دشمنی ہوسکتی ہے۔

ماڈرن دانشور اور نام نہاد مفکر اسلام جماعتِ اسلامی کے بانی مولوی مودودی کی تہذیب سے گری ہوئی بے ادبی اور گستاخی کا کھلا ہوا مظاہرہ اور دیکھئے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں مودودی لکھتے ہیں، اس طرح جب وہ کام تکمیل کو پہنچ گیا جس میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مامور کیا گیا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد ہوتا ہے کہ اس کارنامے کو اپنا کارنامہ سمجھ کر کہیں فخر کرنے مت لگ جانا، نقص سے پاک بے عیب ذات اور کامل ذات صرف تمہارے ربّ ہی کی ہے لہٰذا اس کار عظیم کی انجام دہی پر اس کی تسبیح اور حمد و ثناء کرو اور اس ذات سے درخواست کرو کہ مالک اس 23 سال کے زمانہ خدمت میں اپنے فرائض ادا کرنے میں جو خامیاں اور کوتاہیاں مجھ سے سرزد ہوگئی ہیں انہیں معاف فرمادے۔ (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، ص ۱۵۶، چودھواں ایڈیشن)

مودودی کے مذکورہ بالا نظریہ کے بارے میں میں صرف ان مسلمانوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں جنہوں نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سچا برحق اور معصوم نبی مانا اور جن کے ہر قول کو اللہ کا قول جن کے ہر انکار کو اللہ کا انکار، جن کے ہر فعل کو اللہ کا فعل سمجھ کر کلمہ پڑھا۔

ذرا بتائیے! جب ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر نبی گناہوں، خطاؤں، خامیوں اور کوتاہیوں سے پاک اور معصوم ہوتا ہے اور انبیائے کرام سے خطا اور گناہ کا تصور کفر ہے تو کیا کوئی گناہ گار سے گناہ گار مسلمان تمام نبیوں کے امام، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ تصور کرسکتا ہے کہ امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نعوذ باللہ ۲۳ سال کے دور میں یا اس سے پہلے خامیاں اور کوتاہیاں ہوئی تھیں۔

کیا کوئی اُمتی اپنے نبی کی خامیوں اور کوتاہیوں کو تلاش کرسکتا ہے؟ کسی مسلمان میں یہ جرأت ہے؟ ہرگز نہیں مگر آپ مودودی کی جرأت اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں جو پیغمبر اسلام کی اعلانِ نبوت کے بعد ۲۳ سالہ زندگی میں خامیاں اور کوتاہیاں تلاش کر رہے ہیں۔ مودودی کی جرأت کا ایک جیتا جاگتا ثبوت اور دیکھئے...... وہ لکھتا ہے، لیکن وعظ و تلقین میں ناکامی کے بعد داعیٔ اسلام نے ہاتھ میں تلوار لی۔ (ملاحظہ ہو الجہاد فی الاسلام، ص ۱۷۴)

مذکورہ بالا عبارت میں جماعت اسلامی کے بانی مولوی مودودی نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دو الزامات لگائے ہیں:

پہلا الزام — وعظ و تلقین میں ناکامی

ہر مسلمان جانتا اور مانتا ہے کہ دین اسلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وعظ وارشادات اور آپ کے حسن اخلاق ہی کے ذریعے پھیلا اور یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وعظ ہی کا اثر تھا کہ دورِ جہالت کے بڑے بڑے سرکش اور نافرمان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلقین سے متاثر ہوئے اور پھر صحابہ کرام کی ایسی مقدس جماعت تیار ہوئی کہ جن کا مقام ومرتبہ انبیائے کرام کے بعد سب سے بلند ترین کہلایا۔ جنہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی اور پھر بعد میں وہ مثالی کارنامے سرانجام دیئے کہ دنیا میں اس سے پہلے اور نہ ہی اس کے بعد آج تک کوئی سرانجام دے سکا۔ ذرا بتایئے یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامیابی تھی یا ناکامی؟ یقیناً کامیابی تھی۔ لیکن مودودی اسے ناکامی قرار دیتا ہے۔

مذکورہ بالا عبارت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ماڈرن مفکر اسلام نے جو دوسرا الزام لگایا وہ ہے:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہاتھ میں تلوار اٹھانا

اس گستاخانہ عبارت پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہر اہل نظر مسلمان اس حقیقت کو جانتا ہے کہ یہ نظریہ یہود ونصاریٰ کا ہے یہودیوں نے ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور ان کے صحابہ کرام پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے اسلام بزورِ شمشیر پھیلایا۔ اس حقیقت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق حال ہی میں عیسائی ملک امریکہ کی سپریم کورٹ میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خیالی تصویر کا انکشاف ہوا ہے جو کسی پتھر پر بنائی گئی ہے اس تصویر کو انتہائی مہارت کے ساتھ مشہور ومعروف آرٹسٹ کراس گلبرٹ اور ایڈلف اے وین مین نے ۱۹۳۳ء میں بنایا اور اسے چھ فروری ۱۹۳۳ء میں امریکہ کی سپریم کورٹ میں آویزاں کردیا۔ لاس انجلس سے شائع ہونے والے اخبار 'پاکستان لنک' کے مطابق تصویر کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار دکھائی گئی ہے۔ تصویر کے نیچے یہ الفاظ درج ہیں '**محمد** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ۶۳۰ء بانی اسلام جن کی تعلیمات قرآن پر مشتمل اسلامی قانون ہیں'۔ اس تصویر کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلایا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو پاکستان لنک لاس انجلس امریکہ، بحوالہ روزنامہ جرأت۔ ۲۲ فروری ۱۹۹۷ء)

مذکورہ بالا اخباری رپورٹ سے اس حقیقت کا ثبوت مل جاتا ہے کہ یہودی اور عیسائی قوم کا یہ نظریہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام تلوار کے ذریعے پھیلایا۔

مسلمانو! یہ حقیقت ہے کہ دنیا سے کفر و شرک کا خاتمہ کرنے کیلیے، وحشی اور خونخوار قوم کو موحد اور با عزت قوم بنانے کیلیے، نسلوں کی عداوتیں اور دشمنیاں مٹا کر اُخوت و بھائی چارہ قائم کرنے کیلیے، انہیں تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش سے ہٹا کر ایک حقیقی ربّ کی بارگاہ میں سجدہ ریز کرنے کیلیے اور ساری دنیا کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنانے کیلیے حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مختلف غزوات میں حصہ لیا۔

ایسے کل غزوات کی تعداد امام بخاری نے 19 بیان کی ہیں اور وہ لڑائیاں جس میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم شریک نہ ہوئے بلکہ ایک یا ایک سے زیادہ مسلمان شریک ہوئے اسے سریہ کہا جاتا ہے اس طرح سریہ کی کل تعداد 55 کے قریب ہے ان غزوات اور سریہ میں 259 مسلمان شہید ہوئے جبکہ 759 کافر مارے گئے۔

اس طرح کفر و اسلام کی اس جنگ میں دونوں طرف سے کل 1018 افراد کا جانی نقصان ہوا اور ایک ہزار اٹھارہ افراد کی قربانی دے کر اس سے عظیم مقاصد حاصل کیے گئے۔ اب ذرا دنیا کے نام نہاد انسانی حقوق کے علمبردار یہودی اور عیسائی قوم پر نظر ڈالتے چلیں کہ انہوں نے بنی نوع انسان کو کتنا نقصان پہنچایا۔

انسانیت کے قاتل کون؟

۱۴ اگست ۱۹۱۴ء کو جنگِ عظیم کا آغاز ہوا جو مسلسل چار سال یعنی ۱۹۱۸ء تک دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں بھی جاری رہی۔ یورپ و امریکہ نے اپنے ناجائز مطالبات دنیا سے منوانے کی غرض سے لاکھوں انسانی جانوں اور اربوں کھربوں کو خاک و خون کی نذر کردیا۔ سینکڑوں بحری جہاز، سمندر میں غرق کردیے گئے، زندگی کے سارے اسباب دنیا سے نیست و نابود کردیے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس جنگِ عظیم میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد حسبِ ذیل ہے:۔

☆ روس میں سترہ لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔

☆ جرمنی میں سولہ لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔

☆ فرانس میں تیرہ لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔

☆ اٹلی میں چار لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔

☆ آسٹریلیا میں آٹھ لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔

☆ برطانیہ میں سات لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔

اسی طرح ترکی میں دو لاکھ پچاس ہزار، بیلجیم میں ایک لاکھ دو ہزار، بلغاریہ رومانیہ، سرویا و مانٹی میں ایک ایک لاکھ اور امریکہ میں پچاس ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ جبکہ زخمی ہونے والوں کی تعداد اس میں شامل نہیں۔

یہ تو دنیا کی حقیر خواہش کیلئے لڑی جانے والی صرف ایک جنگ کی صورتحال ہے اگر اہل دنیا کی لڑائیوں کا تذکرہ ایک جانب سمیٹ کر رکھ دیا جائے اور صرف ان لڑائیوں پر غور کیا جائے جو مذہبی حوالوں سے لڑی گئیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یورپ کی مذہبی انجمنوں نے جس قدر انسانوں کو ہلاک کیا ہے ان کی تعداد بھی لاکھوں سے تجاوز کر گئی ہے۔ انگلستان میں مذہبی عدالتوں کے احکامات پر ایک کروڑ بیس لاکھ افراد کو ہلاک کیا گیا۔ سلطنت اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو قتل کیا جن میں بتیس ہزار افراد زندہ آگ میں جلا دیے گئے۔ (ملاحظہ کیجئے اعجاز التنزیل، ص ۴۲۷)

مسلمانو! ذرا غور فرمایئے ایک طرف تو عالم انسانیت کے سب سے بڑے علمبردار پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں کہ جنھوں نے دونوں جانب سے صرف 1018 افراد کی قربانیوں سے اس قدر عظیم روحانی، اخلاقی، مادی اور علمی فوائد حاصل کئے اور جن کو آج تک دنیا کی کوئی قوم کوئی ملک حاصل نہیں کرسکا اور دوسری جانب یہودی اور عیسائی قوم ہے کہ جنھوں نے لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا۔ جس کا خمیازہ آج بھی اہل دنیا کو اٹھانا پڑ رہا ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کیجئے کہ تلوار اللہ کے رسول نے اُٹھائی یا کفار و مشرکین نے۔ انسانیت کا قتل اسلام نے کیا یا کفار و مشرکین نے۔ ہر اہل انصاف یہی کہے گا کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا اصل انسانیت کے قاتل یہود و نصاریٰ ہیں جنھوں نے اہل دنیا پر ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑ ڈالے۔

مسلمانو! اسلام کو دنیا میں بدنام کرنے اور تصویر میں پیغمبر اسلام کے ہاتھ میں تلوار دکھانے کا جو من گھڑت مظاہرہ امریکی سپریم کورٹ میں کیا گیا ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ اپنے عیبوں پر پردہ ڈال دیا جائے اور دنیا پر ثابت کردیا جائے کہ پیغمبر اسلام نے تلوار کے زور پر اسلام پھیلایا۔

یہودیوں کے اسی موقف کی تائید و حمایت جدید دانشور اور صحافی و انشا پرداز جماعت اسلامی کے بانی نام نہاد مفکر اسلام مودودی نے بھی کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ جب اسلام تبلیغ کے ذریعے نہ پھیلا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلوار اٹھالی۔ (نعوذ باللہ) اس طرح مودودی نے اسلام دشمنی اور انگریز دوستی کا برملا اظہار کرکے انگریز ایجنٹ ہونے کا ثبوت فراہم کردیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں مودودی اپنے ناہنجار قلم سے ایک اور جگہ یہ لکھتا ہے، 'اس مشن کا خلاصہ یہ ہے کہ حزب اللہ کے لیڈر سیّدنا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو..........' (ملاحظہ ہو تفہیمات، حصہ اوّل، ص ۱۳۲، جامع ہشتم)

مسلمانو! کیا حضور کو لیڈر کہنا جائز ہے؟ آج کی اصطلاح میں لیڈر اس کو کہتے ہیں جو کسی تنظیم کا سربراہ ہو، جو اپنے کارکنوں کو سبز باغ دکھانے کا گر جانتا ہو، جو شخص لوگوں کو مکر و فریب میں ڈال کر لوگوں کے دل جیت لیتا ہو وہی آج کا لیڈر سمجھا جاتا ہے۔ یہ ایک غیر مناسب لفظ ہے اس لفظ کو اللہ کے مقدس رسول سے منسوب کرنا مودودی ہی کی جرأت کا کمال ہوسکتا ہے کسی مسلمان کا ہرگز نہیں۔

جماعت اسلامی کے بانی اور اسلامی جمعیت طلبہ کے خالق مودودی کا قلم انبیاء کرام کی بارگاہ میں ادب واحترام سے قطعی نا آشنا ہے وہ جب قلم اٹھاتے ہیں تو تنقید اور نکتہ چینی کے اس مقام پر دکھائی دیتے ہیں جہاں مقام انبیاء ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ قلم کی آوارگی نقطہ عروج پر ہوتی ہے۔ ان کا قلم کسی بھی مقدس ہستی کو تنقید و تنقیص سے بالاتر نہیں سمجھتا۔

مودودی نے جب انبیائے کرام کو تنقید اور تنقیص کا نشانہ بنا دیا تو صحابہ کرام اس کے قلم سے کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں جماعت اسلامی کے بانی اور نام نہاد مفکر اسلام مودودی کے چند نظریات سن لیجئے' لکھتے ہیں:۔

صحابہ کرام جہاد فی سبیل اللہ کی اصل اسپرٹ سمجھنے میں بار بار غلطیاں کر جاتے تھے۔ (ملاحظہ ہو ترجمان القرآن، ص ۲۹۲۔ ۱۹۷۵ء)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تنقید کرتے ہوئے ماڈرن دانشور مودودی لکھتا ہے، ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا بے نفس متورع اور سراپا للّٰہیت بھی اسلام کے نازک ترین مطالبہ کو پورا کرنے سے چوک گیا۔ (ترجمان القرآن، ص ۳۰)

اور سنئے! مودودی لکھتا ہے:۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن پر اس عظیم خلافت کا بار رکھا گیا تھا ان خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیشرووں کو عطا ہوئی تھی۔ اس لئے جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا موقع ملا۔ (ملاحظہ ہو تجدید و احیائے دین، ص ۲۳)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تنقید کرتے ہوئے ایک جگہ اور مودودی لکھتا ہے، جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانشین ہوئے تو رفتہ رفتہ وہ اس پالیسی سے ہٹتے چلے گئے انہوں نے پے در پے اپنے رشتے داروں کو بڑے بڑے اہم عہدے عطا کئے اور ان کے ساتھ دوسری ایسی رعایت کیں جو عام طور پر لوگوں میں ہدف اعتراف بن کر رہیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے افریقہ کے مال غنیمت کا پورا خمس (پانچ لاکھ دینار) مروان کو بخش دیا۔ (ملاحظہ ہو خلافت و ملوکیت، ص ۱۰۶ طبع دوم)

مولوی مودودی نے مذکورہ بالا عبارت میں جو الزام حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لگایا ہے اس میں تاریخ ابن خلدون کا حوالہ بھی دیا ہے۔ مسلمانو! مودودی کا یہ الزام سراسر جھوٹ، بددیانتی اور تاریخ اسلام سے انحراف ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ابن خلدون نے دو جگہ اس واقعہ کو قلم بند کیا ہے مگر اس الزام کی واضح الفاظ میں تردید کی ہے۔ ابن خلدون تحریر فرماتے ہیں کہ بعض لوگ الزام دیتے ہیں کہ حضرت عثمان نے ان کو یہ خمس دیا، صحیح نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ ابن خلدون)

حضرت ابن خلدون نے جہاں اس الزام کو مسترد کیا وہاں خود حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان الزامات کا جواب ارشاد فرمایا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں، میں نے جو کچھ دیا اپنے پاس سے دیا۔ میں مسلمانوں کے مال کو نہ اپنے لئے جائز سمجھتا ہوں اور نہ کسی بھی شخص کیلئے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ طبری، ص ۱۰۳، جلد پنجم۔ شواہد تقدس، ص ۱۲۶)

مذکورہ بالا ارشاد سے ماڈرن مودودی کے جھوٹ کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔ کتنا کھلا جھوٹ۔ کاش اس جھوٹ پر کوئی جھوٹ کا ایوارڈ اسے دیتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ مودودی نے اس عظیم ہستی پر جھوٹ کا بہتان باندھنا کہ جن کو عثمان غنی کا لقب عطا ہوا۔ جن کے مال سے مسلمانوں کو سب سے زیادہ نفع ہوا۔ جن کو حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں نکاح میں دیں اور ذوالنورین بنایا۔ جن سے خود سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی حیا فرماتے اور فرشتے بھی حیا کرتے۔ بیعت رضوان کے موقع پر جن کے ہاتھ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ قرار دیا اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ نے اپنا ہاتھ قرار دیا۔ ایسی عظیم ہستی کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے بیت المال میں سے پانچ لاکھ دینار کی خیانت کی۔ ایسا جھوٹ تاریخ اسلام میں ہرگز نہیں مل سکتا۔ البتہ مودودی مذہب میں ضرور یہ جھوٹ موجود ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاک اور مقدس بیویاں اور تمام مومنوں کی مائیں ہیں۔

مودودی نے ان کی شان میں جو گستاخی کی ہے وہ بھی سن لیجیے! وہ لکھتے ہیں، وہ دونوں نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں کچھ زیادہ جری ہوگئی تھیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زبان دراز کرنے لگی تھیں۔ (نعوذ باللہ) (ملاحظہ ہو ہفت روزہ ایشیا، لاہور۔ ۱۹ نومبر ۱۹۶۷ء)

ازواجِ مطہرات کی شانِ اقدس میں یہ کتنی بڑی گستاخانہ جرأت ہے کہ انہیں زبان دراز جیسے نازیبا اور غیر شائستہ الفاظ کہے جائیں جو گالی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

خدارا انصاف کیجئے اگر کوئی یوں کہے کہ مودودی کی ماں زبان دراز ہے، ان کی بیوی، ان کی بیٹی اور بہن زبان دراز ہیں تو جماعتِ اسلامی کے پیروکاروں کو یہ بات بری لگے گی یا نہیں؟

مسلمانو! ان تمام حقائق کو جان لینے کے بعد یقیناً آپ اس نتیجے پر ضرور پہنچ گئے ہونگے کہ مودودی نے ایک عام مسلمان سے لیکر اولیائے کاملین تک، صحابہ کرام سے لے کر انبیائے کرام تک سب کو تنقید کا نشانہ بنایا، گستاخیاں کیں اور عیب ظاہر کیے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس بھری کائنات میں انہوں نے کسی کو اچھا بھی کہا ہے یا نہیں؟ اس سوال پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ کانگریس نواز مودودی نے کچھ لوگوں کو اچھا بھی کہا ہے، ان کی تعریف بھی کی ہے، آخر وہ کون ہیں؟ وہ ان کے اپنے ہیں جن کے نام گوتم بدھ، رام چندر، سری کرشن جی، زرتشت وغیرہ ہیں۔ یہ الزام نہیں بلکہ وہ حقیقت ہے جن کا اظہار مودودی خود اپنے قلم سے کرتا ہے۔ وہ گوتم بدھ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

بدھ مت کے گہرے مطالعے سے صرف اتنا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس اولوالعزم انسان نے برہمیت کے بہت سے نقائص کی اصلاح کی۔ (ملاحظہ ہو تفہیمات، حصہ دوئم، ص ۱۱)

غور فرمایئے! حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اَن پڑھ چرواہا کہا گیا اور گوتم بدھ ہندو کو اولوالعزم انسان۔ از روئے ایمان بتایئے یہ اسلام دوستی ہے یا اسلام دشمنی؟

رام چندر کے بارے میں مودودی لکھتا ہے، رامائن کے مطالعے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ رام چندر جی محض ایک انسان تھے نیک ولی، انصاف، قناعت، فیاضی، تواضع، حلم اور ایثار میں کمال کا مرتبہ تو انہیں ضرور حاصل تھا مگر الوہیت (خدائی) کا شائبہ تک نہ تھا۔ (ملاحظہ ہو تفہیمات، حصہ دوئم، ص ۱۱، ۱۲)

غور فرمایئے! کانگریس نواز مودودی اپنے عظیم دیوتا رام چندر جی کو نیک ولی، انصاف پسند، شجاعت، فیاضی جیسے صفات سے نواز رہے ہیں اسے کہتے ہیں اپنے بزرگوں کا احترام اور احترام بھی ایسا کہ الوہیت یعنی خدا ماننے کا انکار ہے باقی ساری صفات رام چندر جی میں موجود ہیں۔

مودودی سری کرشن کے بارے میں تحریر کرتے ہیں، بھگوت گیتا کے عمیق مطالعے سے کم از کم معلوم ہوتا ہے کہ کرشن جی ایک موحد تھے۔ (ملاحظہ ہو تفہیمات، حصہ دوئم، ص ۱۲)

مذکورہ بالا عبارت میں کرشن جی کو موحد کہا گیا ہے جس کا معنی ہے اللہ کو ایک ماننے والا۔ مسلمانو! از روئے ایمان بتایئے کیا ملحدوں کو موحد کہنا اسلام میں جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو مسٹر مودودی نے ایک مشرک کو موحد قرار کیوں دیا؟ کیا یہ اسلام پر ایک برہمنی وار نہیں؟

اب عقیدۂ توحید پر قلم کی تلوار سے مارا جانے والا برہمنی وار اور ملاحظہ کیجئے۔ جماعت اسلامی کے بانی مودودی تحریر کرتے ہیں:۔

انسان خواہ خدا کا قائل ہو یا منکر خدا کو سجدہ کرتا ہو یا پتھر کو خدا کی پوجا کرتا ہو یا غیر خدا کی جب وہ قانون فطرت پر چل رہا ہے اور اس کے قانون کے تحت ہی زندہ ہے تو لامحالہ وہ بغیر جانے بوجھے بلا عمد واختیار طوعاً و کرہاً خدا ہی کی تسبیح کرتا ہے اسی کی عبادت میں لگا ہوا ہے اسی کے سامنے سربسجود ہے اور اسی کی تسبیح میں لگا ہوا ہے اس کا چلنا پھرنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا سب اسی کی عبادت ہے۔ (ملاحظہ ہو تفہیمات، ج ا ص ۴۳)

مسلمانو! مودودی کا مذکورہ عقیدہ قرآن مجید کی کئی آیاتِ مبارکہ کے خلاف ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جابجا کفار ومشرکین کی مذمت میں کئی آیاتِ مبارکہ نازل فرمائیں جس میں یہ فرمایا گیا کہ 'وہ خدا کی عبادت نہیں کرتے'۔ کہیں فرمایا 'وہ شیطان کی عبادت کرتے ہیں'۔ کہیں فرمایا 'انہوں نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا ہے'۔ مودودی کے مذکورہ نظریہ کے مطابق اگر بت کا پجاری مشرک اور خدا کا منکر کافر، خدا کی عبادت کرنے والا، اس کی تسبیح کرنے والا، اور اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہونے والا ہے تو قرآن مجید نے اتنی شدت کے ساتھ اس کا انکار کیوں کیا۔ کفار ومشرکین کی عبادت کو شیطان کی عبادت قرار کیوں دیا؟ وہ خدا کی عبادت نہیں کرتے' کیوں ارشاد فرمایا۔ اور صحابہ سے لے کر آج تک کیا کسی مفسر نے اسلامی عبادت کی یہ تشریح کی ہے۔ کیا عالم اسلام کی کسی مقتدر ہستی نے بت پرستوں کے سونے جاگنے، چلنے پھرنے، کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے کو اللہ تعالیٰ کی عبادت قرار دیا ہے؟ اگر مودودی سے پہلے کسی بھی عالم دین نے یہ تشریح نہیں کی تو مذکورہ بالا عبارت کے لکھنے کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں کہ یہود و ہنود کی خوشنودی حاصل کی جائے۔ مودودی کے قلم کی ایک ہی جنبش نے توحید وایمان کی بساط کو پلٹ کر رکھ دیا اور روشنائی کے ایک قطرے سے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی تاریخ کو مٹا کر رکھ دیا۔

مسلمانو! برصغیر پاک و ہند میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ مقدس ہستی ہیں جنہوں نے نوسو سال قبل کفرستان کے اس خطے پر نوے لاکھ انسانوں کو مسلمان کیا۔ آپ جب اس سرزمین پر تشریف لائے تو آپ نے لاہور میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری دی اور چالیس دن تک آپ کے مزار اقدس سے فیوض و برکات حاصل کیے اور اس وقت آپ نے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں یہ اشعار پڑھے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

اس حقیقت کو جاننے کے بعد قابل غور بات یہ ہے کہ ایک طرف تو حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کا عقیدہ ہے کہ اجمیر شریف آوری کے سنہری موقع پر سفر کی تکالیف برداشت کرتے ہوئے لاہور میں حضرت داتا گنج بخش کے مزار اقدس پر حاضری دیں، فاتحہ پڑھیں، وہاں بیٹھ کر روحانی فیض حاصل کریں، ایک دو دن نہیں بلکہ چالیس دن تک۔ جبکہ دوسری جانب جماعت اسلامی کے نام نہاد مفکر اسلام مسٹر مودودی کا نظریہ ہے کہ لاہور میں رہائش پذیر ہیں، سواری کی تمام سہولتیں موجود ہیں۔ وسائل کا انبار ہے۔ مگر کبھی حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری نہیں دی اور نہ ہی کبھی ان برگزیدہ ہستیوں سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ اب موازنہ آپ کو کرنا ہے کہ جماعت اسلامی کے بانی کا اسلام دُرست ہے یا شہنشاہِ ہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا۔ مجھے یقین ہے کہ تھوڑی سی بھی عقل رکھنے والا مسلمان یہی کہے گا کہ اسلام وہی حق ہے جو حضرت خواجہ معین الدین کا ہے اور مودودی کا من گھڑت اور ماڈرن ہے۔

مسلمانو! جماعت اسلامی کے بانی مودودی نے اپنے نظریات کی بنیاد جن عقائد پر رکھی وہ بزرگانِ دین کے عقائد سے بالکل مختلف تھی۔ محبوبانِ خدا بزرگانِ دین کے بارے میں مودودی کے عقیدے کی ایک جھلک حسب ذیل عبارت کے آئینے میں دیکھئے۔ مودودی علی الاعلان فرماتے ہیں، جو لوگ حاجتیں طلب کرنے کیلئے اجمیر یا سالار مسعود کی قبر یا ایسے ہی دوسرے مقامات (بغداد، داتا گنج بخش لاہور) جاتے ہیں وہ اتنا بڑا گناہ کرتے ہیں کہ قتل اور زنا کا گناہ اس سے کمتر ہے۔ آخر اس میں اور خود ساختہ معبودوں (لات عزیٰ) کی پرستش میں فرق کیا ہے؟ (ملاحظہ کیجئے تجدید واحیاء دین، ص ۶۲)

مسلمانو! جماعت اسلامی کے مفکر کے عقیدے کا ذرا جائزہ لیجئے کہ کہاں محبوبانِ خدا انبیائے کرام اور اولیائے کرام اور کہاں کافر اور مشرکوں کے خود ساختہ جھوٹے معبود بت۔ مودودی کا یہ کہنا کہ بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری دینا نعوذ باللہ قتل اور زنا کے گناہ سے بڑھ کر گناہ ہے یقیناً محبوبانِ خدا کی بارگاہ میں انتہائی درجے کی بے ادبی ہے۔ آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں کہ ابن عبدالوہاب نجدی مزاراتِ اولیاء کو کفر و شرک کے اڈے کہا کرتا تھا اور مزاراتِ اولیاء پر جانا زِنا سے بدتر سمجھتا تھا۔ مودودی بھی ابن عبدالوہاب کے عقیدے سے متاثر تھا اور مزاراتِ اولیاء پر جانا زِنا سے بدتر سمجھتا تھا۔ مودودی کے عقیدے کی ایک جھلک اور دیکھئے وہ سنّی مسلمانوں سے اپنی قلبی نفرت کا اظہار ان الفاظوں میں کرتا ہے، مشرکانہ پوجا پاٹ کی جگہ فاتحہ، زیارت، نیاز، نذر، عرس، صندل، چڑھاوے اور اسی قسم کے دوسرے مذہبی اعمال کی ایک نئی شریعت تصنیف کر لی ہے۔ (ملاحظہ ہو تجدید، ص ۱۱)

مذکورہ بالا عبارت سے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ مودودی کے عقیدہ میں فاتحہ کرنا، بزرگانِ دین کے مزارات کی زیارت کرنا اور بزرگانِ دین کے عرس کرنا سب مشرکانہ رسمیں ہیں اور ان اعمال کو کرنے والے کروڑوں سنّی مسلمان مودودی کی نظر میں مشرک ہیں۔ مودودی کا ایک اور اعلان سن لیجئے! میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تفصیلات کے ساتھ سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعیت ہی کا پابند ہوں۔ (ملاحظہ ہو رسائل و مسائل، حصہ اوّل، ص ۱۸۹)

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوا کہ جماعت اسلامی کے بانی مولوی مودودی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلد نہیں۔ جب وہ حنفی نہیں تو تمام سنی مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ مودودی کے من گھڑت عقیدے سے دور رہیں اور ان کے خود ساختہ نظریات کو قبول کرنے سے گریز کریں۔

مسلمانو! جماعت اسلامی کے بانی مولوی مودودی کے موجیں مارتے ہوئے دریائے بغض وعناد سے صرف چند قطرے نکال کر آپ کے سامنے پیش کیے ہیں جس سے ان کی ذہنیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ وہ مودودی صاحب جو انبیائے کرام کی غلطیاں نکال رہے ہیں، صحابہ کرام کو نہیں بخشا، جن کے نوکِ قلم سے ازواجِ مطہرات بھی زد میں آنے سے نہ رہ سکیں، اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کو تنقید و تنقیص کا نشانہ بنایا، سب کو داغدار کرنے میں کسر نہ چھوڑی۔ اب سوچنا یہ ہے کہ ان کی نظر میں ایسا کون ہے جو بے داغ اور کوتاہیوں سے پاک ہو۔ آیئے انہی سے پوچھتے ہیں وہ اپنے بارے میں فرماتے ہیں، اس سرزمین پر سالہا سال سے کام کر رہا ہوں لاکھوں آدمی براہِ راست واقف ہیں میری تحریر اسی ملک میں نہیں دنیا کے اچھے خاصے حصے میں پھیلی ہوئی ہیں اور میرے ربّ کی مجھ پر عنایت ہے کہ اس نے میرے دامن کو داغوں سے محفوظ کر رکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو تقریر چار روزہ کانفرنس، جماعت اسلامی پاکستان، بمقام لاہور۔ ۲۵ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء۔ روزنامہ مشرق لاہور۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۳ء)

یہ ہے جماعت اسلامی کے بانی اور دورِ حاضرہ کے نام نہاد مفکر اسلام مولوی مودودی کی ذہنیت کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے معصوم انبیاء کرام حتیٰ کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان میں خوب داغ دھبے نظر آئے اور خود بے داغ بن بیٹھے۔ جیسا کہ شروع میں بیان کیا جاچکا ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اکثریت سنّی مسلمانوں کی ہے یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی کو سنی مسلمانوں میں کھل کر کام کرنے کا کوئی میدان نہیں ملا۔ چنانچہ اب وہ اسلامی نعروں کی آڑ میں مسلم آبادیوں کی طرف بڑھ رہی ہے اور پراسرار لارنس آف عربیا کی طرح نہایت چالاکی اور خاموشی سے مسلمانوں کے ذہنوں پر حملہ آور ہو رہی ہے اور اپنے خوشنما اور دلکش کتابی لٹریچر کے ذریعے اجنبی دماغوں میں اپنا اثر چھوڑ رہی ہے۔ جب لٹریچر کا نشہ کسی کو مسحور کر دیتا ہے تو اسے نہایت مہلک اور خطرناک مودودی فکر کا علمبردار بنا دیتا ہے مثال کے طور پر مودودی لٹریچر کا جام نوش کرنے والے ایک بادہ خوار کا حال سنیئے کہ وہ اپنے سابقہ عقیدے کی تبدیلی کا نقشہ کس طرح کھینچ رہا ہے...... لٹریچر دیکھنے سے مجھ میں یہ انقلاب رونما ہوا کہ اب میں صحابہ کے بعد سے آج تک سوائے مودودی کے کسی شخص کو کامل الایمان نہیں سمجھتا۔ (ملاحظہ ہو زندگی۔ اکتوبر ۱۹۶۹ء)

مودودی نشے میں چور یہ بدمست مرید اپنے ذہن کی بحرانی کیفیت کو اس طرح بیان کرتا ہے۔ میں خواجہ معین چشتی کے مسلک کو غلط تصور کرتا ہوں بڑے بڑے مشاہیر اُمت کا کامل الایمان ہونا میری نظروں میں مشتبہ (مشکوک) ہوگیا ہے۔ (زندگی ص ۴۹)

یہ ہے جماعت اسلامی کے بانی نام نہاد مفکر اسلام اور پیشہ ور دانشور مودودی کے لٹریچر کا کمال کہ جسے پڑھنے کے بعد مودودی کے علاوہ کوئی بھی مسلمان نظر نہیں آتا۔

مسلمانو! خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں یہ وہ صوفی بزرگ ہیں جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں آج سے تقریباً نو سو سال قبل اسلام کی شمع روشن کی اور کفر و شرک میں ڈوبے ہوئے لاکھوں ہندوؤں کو مسلمان کیا۔ جنہیں دربارِ رسالت سے قطب المشائخ کا لقب ملا۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں یہ بشارت دی کہ ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ کریں۔ چنانچہ آپ حکمِ رسول پر ہندوستان تشریف لائے اور اس کفر کی دھرتی پر اسلام کی شمع روشن کی۔ آپ کی تبلیغ سے لاکھوں بندگانِ خدا مسلمان ہوئے۔ آپ کا مزار اجمیر میں آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔ مگر آپ نے اوپر پڑھا کہ مودودی لٹریچر پڑھنے والے کو خواجہ معین الدین اجمیری کا مسلک بھی غلط نظر آنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ بڑے بڑے مشاہیر اُمت کا صاحبِ ایمان ہونا بھی ان کی نظروں میں مشکوک ہوجاتا ہے۔

مسلمانو! آپ پڑھ چکے ہیں کہ مسٹر مودودی نے معلمِ کائنات کو بار بار اَن پڑھ کہا ہے۔ اس کے اس جاہلانہ نظریہ کا اس کے ماننے والوں پر کیا اثر ہوا ہے؟ آیئے اس کا اندازہ مودودی لٹریچر کا جام نوش کرنے والے ایک اور بدمست کا بیان پڑھ کر لگایئے۔

میاں طفیل محمد سے کون واقف نہیں۔ یہ وہی طفیل محمد ہیں جو جماعت اسلامی کی ابتدائی کاروائی میں شامل تھے۔ جو بعد میں پندرہ سال تک جماعت اسلامی کے امیر مقرر کیے گئے اور ۳۰ سال تک مولوی مودودی کے وفادار رہے اور ان کے ساتھ خوب مل کر گمراہی کو پھیلایا۔

حال ہی میں ان سے کسی اخباری نمائندے نے سوال کیا، جماعت اسلامی نے جس معاشرے میں دعوت کا آغاز کیا ہے اس کی عظیم اکثریت ناخواندہ (ان پڑھ) ہے۔ جماعت اسلامی نے کیسے فرض کرلیا کہ وہ ایسے معاشرے میں عظیم اکثریت کو محض لٹریچر کی بنیاد پر تبدیل کرسکتی ہے؟ میاں محمد طفیل نے جواب دیا، اسلام تو ہے ہی ان پڑھوں کا مذہب۔ ہمارا تو رسول بھی ان پڑھ ہی تھا (نعوذ باللہ) ابوبکر وعمر کہاں سے پڑھے ہوئے تھے؟ عثمان وعلی کہاں کے پڑھے ہوئے تھے؟ (روزنامہ جنگ، ص ۵۔ یکم نومبر ۱۹۹۸ء)

ہر پڑھا لکھا شخص یہ جانتا ہے کہ اس دنیا میں کالج یونیورسٹی میں ہر مضمون کیلئے الگ الگ پروفیسر مقرر ہوتے ہیں جو مخصوص علوم ہی پر فوقیت رکھتے ہیں۔ مگر حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے معلم ہیں جو مامور من اللہ ہیں جو اپنے قول و کردار کے ذریعے زندگی کے ہر شعبے یعنی مذہبی، معاشرتی، سیاسی، اقتصادی، اخلاقی، معاشی، مجلسی اور خلوتی کے جملہ اُمور کے بارے میں اس انداز سے تعلیم اور تربیت دیتے ہیں کہ زندگی کا کوئی پہلو گوشہ تاریکی میں نہ رہتا بلکہ رہتی دنیا تک تمام انسانیت کا انگ انگ صاف دکھائی دینے لگتا ہے ایسے مقدس رسول کہ جو معلم کائنات اور جو جامع العلوم ہیں ان کے بارے میں میاں طفیل محمد کا یہ کہنا کہ ہمارے نبی بھی ان پڑھ تھے (نعوذ باللہ) شانِ رسالت میں بے ادبی کی انتہا ہے جو مودودی مذہب میں ایک عام بات ہے اور یہ بے ادبی مودودی فکر اور لٹریچر ہی کا نتیجہ ہے۔ یہی سوچ اور یہی حال جماعت اسلامی کے حواریوں کا بھی ہے جو دین کا نام لے کر آپ کی صفوں میں گھس رہے ہیں جو بڑی سے بڑی مقدس ہستی پر تنقید برداشت کرلیتے ہیں۔ مگر اپنے مودودی پر تنقید گوارہ نہیں کرتے۔

مسلمانو! ان مختصر حقائق کو جان لینے کے بعد واضح ہوا کہ جماعت اسلامی کا بانی مولوی مودودی انبیاء کا گستاخ، صحابہ کرام کا بے ادب اور عقائدِ باطلہ کا علمبردار تھا۔ شانِ قدرت دیکھئے! مولوی مودودی زندگی کی آخری سانس تک انبیاء عظام اور اولیائے کرام کی شان میں گستاخی کرکے اپنے جن انگریز آقاؤں کو خوش کرتے رہے جب ان کا انتقال ہوا تو ۱۹۷۹ء میں انہی کی گود میں امریکہ میں جا مرے۔

عبرت ناک موت

روزنامہ مشرق کی رپوٹ کے مطابق...... مودودی کا جب انتقال ہوا تو وہ ایک ایسے خطرناک مرض میں مبتلا ہوا کہ جس کا علاج دریافت نہ ہوسکا۔ اخبار لکھتا ہے، انتقال سے پہلے مولانا مودودی کی طبیعت ہسپتال میں فوراً خراب ہوگئی تو ایسے خطرناک مرض کا پتا چلا جس کا پہلے علم نہ تھا۔ اس کا پتا یوں لگا کہ وہ دنیا کے ایک بہترین ہسپتال میں زیر علاج تھے اگر وہ پاکستان میں ہوتے تو شاید اس مرض کا پتا نہ چلتا اور اس کا علاج نہ ہوسکتا۔ اخبار مزید لکھتا ہے کہ مولانا کے خطرناک مرض کی تشخیص کے بعد ڈاکٹروں نے ان کے مرض کو مایوس کن قرار دیا تھا۔ (ملاحظہ کیجئے روزنامہ مشرق، لاہور۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۹ء)

مودودی کی موت کی اس دردناک رپورٹ سے آپ بخوبی اندازہ لگاسکتے ہیں کہ آخر وہ کون سا مرض تھا کہ جس کا علاج پاکستان میں نہ تھا اور جسے امریکی ڈاکٹروں نے مایوس کن قرار دیا۔ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جو محبوبانِ خدا کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں ایسے لوگ دنیا و آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور ایسے گستاخوں کو دنیا میں بھی قہر الٰہی کی جھنڈی دکھادی جاتی ہے۔

پیارے مسلمانو! جماعت اسلامی کے بانی کے باطل عقائد اور اس کی موت کا انجام آپ نے پڑھا۔ مودودی کے یہی وہ عزائم ہیں جسے جماعت اسلامی پوری دنیا میں پھیلا دینا چاہتے ہے۔

ناواقف لوگ سمجھتے ہیں کہ یہی اصلی اسلام اور اصلی دیندار لوگ ہیں۔ مودودی نے اپنی کتابوں میں جو گمراہ کن اور گستاخانہ باتیں تحریر کر رکھی ہیں ان کو عام لوگ نہیں جانتے۔ ان کے مضامین بظاہر بڑے دلکش نظر آتے ہیں اور پڑھنے والے کے دل میں وہ گمراہ کن باتیں بیٹھتی چلی جاتی ہیں جو طبیعت کو محبوبانِ خدا سے بدظن کر دیتی ہیں اور وہ اسلام جسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت تک کیلئے لائے تھے اور ساری اُمت چودہ سو برس سے جس پر عمل کرتی رہی مودودی کی تحریر پڑھ کر لوگ اس اسلام سے بالکل بیزار ہو جاتے ہیں اور جماعت اسلامی کا جدید مذہب اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی کے بانی مودودی نے مسلمانوں کو قدیم قرآنی تفاسیر کا مطالعہ کرنے سے منع کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے، قرآن و سنتِ رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں۔ (ملاحظہ ہو تفہیمات، ص ۱۳۸)

مذکورہ قول میں یہ واضح اشارہ موجود ہے کہ جس طرح قرآن و سنت کی تعلیم ہر مسلمان پر لازم ہے بالکل اسی طرح قرآن و حدیث کی تفسیر سمجھنا بھی ضروری ہے اور تفسیر پرانی نہ ہو بلکہ جدید ہو۔

مسٹر مودودی نے تفسیر کے پرانے نسخوں کی نفی اور جدید نسخوں کے حق میں صرف اسی وجہ سے زور دیا کہ دورِ حاضرہ کے مسلمانوں کے عقائد و نظریات میں جدید اور فکری انقلاب برپا کر دیا جائے اسطرح سلف صالحین، بزرگانِ دین اور انبیائے کرام کی عزت و تعظیم کے جو خیالات مسلمانوں کے دل و دماغ میں پرانی تفاسیر کے ذریعے صدیوں سے جاگزیں ہیں انہیں دورِ جدید کی تفسیر کے ذریعے زائل کر دیا جائے اور اس طرح مودودی کا سکہ ان کے دلوں پر بٹھا دیا جائے۔ ہر مسلمان اس حقیقت کو جانتا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ یہ مقدس کلام عربی زبان میں نازل ہوا۔ صحابہ کرام کی جماعت میں زیادہ تر صحابہ عرب ہی کے باشندے تھے۔ عربی ان کی مادری زبان تھی عجمی لوگوں کی بہ نسبت یہ حضرات قرآن مجید کو باآسانی سمجھتے تھے اس کے باوجود مقدس صحابہ کرام کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی ان کو کسی آیتِ کریمہ کو سمجھنے میں دُشواری پیش آتی تو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو جاتے اور اس آیتِ کریمہ کی تفسیر حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کرتے اور حضور تفسیر بیان فرما دیتے۔ اس قسم کے کئی واقعات کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

مسلمانو! یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ صحابہ کرام جیسی برگزیدہ ہستیاں جو عرب میں رہتی اور عربی زبان خوب جانتی اور سمجھتی تھیں وہ قرآنی تفسیر سمجھنے کیلئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے اور قرآن کو سمجھنے میں تفسیر کے محتاج رہتے اور اپنی طرف سے تفسیر کرنے کو ناجائز سمجھتے مگر یہ کون سا اسلام ہے کہ ہندوستان کا اُردو بولنے والا ایک دانشور مودودی ہندوستان کے عجمیوں کو یہ مشورہ دے رہا ہے کہ قرآن کو سمجھنے کیلئے نہ کسی تفسیر کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی مفسر کی حاجت۔ ان کے نزدیک قرآنی تفاسیر کے تمام پرانے ذخائر خواہ تفسیر ابن عباس ہو یا تفسیر روح البیان، تفسیر کبیر ہو تفسیر بیضاوی، تفسیر خازن ہو یا تفسیر جلالین سب بیکار ہیں۔ مودودی کے مذکورہ نظریہ کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں کہ مسلمانوں کو پرانی تفاسیر اور احادیث سے ہٹا دیا جائے اور ان کے دلوں میں جدید مولوی عقائد ٹھونس کر انگریزوں کی خوشنودی حاصل کی جائے اور ان کی تحریر کردہ جدید تفسیر تفہیم القرآن کا صرف مطالعہ کا جائے۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلمان اپنی فطرت کی وجہ سے ہمیشہ اسلام اور قانون اسلام کا دلدادہ رہا ہے یہ اور بات ہے کہ اسلامی تعلیمات کی کمی یا لاعلمی کی وجہ سے وہ ایسے اسلام دشمن عناصر کی فریب کاریوں کا شکار ہو جائے جس نے اسے اسلامی رنگ کے جال میں پھانس رکھا ہو لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مسلمان نے جب بھی کسی کی آواز پر لبیک کہا یہ سمجھ کر کہا کہ بلانے والا اسلام ہی کی طرف بلا رہا ہے۔ اسلامی تاریخ کے صفحات اس بات کے گواہ ہیں کہ دورِ صحابہ کے بعد جس اسلام دشمن نے اُمتِ مسلمہ کو اپنے اغراض و مقاصد کیلئے استعمال کیا اس نے اس کے سامنے بظاہر اسلام ہی کو رکھا۔ خوارج نے 'حکومت الٰہیہ' کا جھنڈا بلند کر کے مسلمانوں کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغاوت پر آمادہ کیا۔ روافض نے اہل بیت کی آڑ میں اپنا کام کیا۔ چکڑالویوں نے قرآن کے نام پر مسلمانوں کو پکارا۔ ریاض احمد گوہر شاہی نے اسم اعظم 'اللہ' کے نام پر اُمتِ رسول کو گمراہ کیا اور یہ سلسلہ تا حال جاری و ساری ہے۔ اسی طرح دیوبندی وہابیوں نے توحید کے نام پر مسلمانوں کو گمراہ کیا۔ آج بعض نام نہاد جہادی تنظیمیں جہاد کا خوشنما نام استعمال کر کے اور جذبۂ جہاد اُبھار کر مسلمانوں کو اپنے قریب کر کے انہیں گمراہ کر رہی ہیں۔

بالکل اسی انداز پر مسٹر مودودی بھی چل پڑے اور اسلامی نظام، تقویٰ و طہارت اور صالح قیادت کے خوبصورت الفاظ استعمال کر کے مسلمانوں کو اپنا آلہ کار بنایا اور اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ علم سے نا آشنا بھولے بھالے مسلمان جو اس پر فتن دور میں اسلامی قیادت اور صحیح رہنمائی کے خواہش مند ہیں اپنے دینی جذبات سے مجبور ہو کر جماعت اسلامی کے لفظی اسلام و فرضی نظام قرآن کے دلفریب نعرے کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں۔

غرض یہ کہ آج اسلام، قرآنی تعلیمات، تبلیغ دین، خدمتِ انسانیت، جہادِ کشمیر اور مختلف خوشنما اور پُرفریب ناموں کا سہارا لے کر تمام نجدی وہابی دیوبندی جماعتی ٹولے مسلمانوں کو وہابی بنانے کیلئے سرگرم عمل ہو چکے ہیں۔ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کو دفتروں، کالجوں، سرکاری اور نیم سرکاری اداروں، گلی کوچوں غرض یہ ہے کہ ہر جگہ یہ لوگ اپنے عقائد پر مشتمل لٹریچر پہنچا رہے ہیں جس میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ دین کے اصل علمبردار ہم ہیں۔ ہر جگہ انکے بڑے بڑے دارالعلوم، عالیشان مساجد، خدمتِ خلق کے شعبے اور تعلیمی ادارے قائم ہو چکے ہیں۔ علم سے ناآشنا مسلمان ان کو حق مان لیتے ہیں اس طرح اپنا متاعِ ایمان گنوا دیتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جماعت اسلامی پر فریب نعرے لگا کر فنڈ جمع کرنے میں بڑی ماہر ہے اور فنڈ جمع کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی لہٰذا آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ جب ملک میں تباہی آتی ہے مثلاً زلزلہ آیا، سیلاب آیا، یا کوئی بڑا حادثہ پیش آیا تو جماعت اسلامی فوراً امدادی کیمپ لگا دیتی ہے اور مسلمانوں سے امداد کی بھیک مانگتی ہے جو لاکھوں کروڑوں روپے کی صورت میں ان کے مرکز میں پہنچتی ہے اس رقم کا بڑا حصہ جماعت کے تنظیمی معاملات پر خرچ ہوتا ہے اور کچھ حصہ ان ضرورت مندوں کو پہنچایا جاتا ہے جو تباہی سے دوچار ہو کر کھلے آسمان تلے بیٹھے اپنی امداد کے منتظر ہوتے ہیں اس موقع پر جماعت اسلامی ان کی کچھ نہ کچھ مالی امداد کرتی ہے اور انہیں اپنی جماعت میں شمولیت اختیار کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ وہ لوگ انہیں انسانیت کے ہمدرد اور دین کے ٹھیکیدار سمجھ کر جماعت اسلامی میں شمولیت اختیار کر لیتے ہیں۔

مسلمانو! جب طالبِ علم میٹرک کا امتحان پاس کر کے کالجوں کا رُخ کرتا ہے تو ہر مسلمان طالبِ علم داخلہ کے حصول کیلئے کوشاں ہوتا ہے اس موقع پر جماعت اسلامی کی بنائی ہوئی طلبہ تنظیم اسلامی جمعیت' طلبہ کو داخلہ دلانے کا لالچ دیتی ہے اور بظاہر ان کے ساتھ تعاون کرتی ہے اور اسلام کے نام پر انہیں جمعیت میں شمولیت کی دعوت دیتی ہے اور ہزارہا طلبہ ہر سال داخلہ کی لالچ میں ان کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔

لاہور پنجاب یونیورسٹی کے ایک طالبِ علم جو اس وقت ایم اے اسلامیات میں زیرِ تعلیم تھے انہوں نے مجھے جو باتیں بتائیں اور جو کچھ تحریری طور پر لکھ کر دیا، وہ آپ کی نذر کرتا ہوں:۔

انہوں نے کہا کہ جمعیت کا کام کرنے کا انداز انتہائی عجیب اور خطرناک ہے۔ ہم سادہ تھے ساتھ ہو لئے۔ تقریری مقابلوں میں شریک ہوا، کتابوں کی محبت نے ان کے ساتھ رکھا۔ ہمیشہ مودودی لٹریچر پڑھایا۔ ہر کسی کو بھائی کہتے ہوئے بلاتے ہیں۔ مگر جو کسی اور جماعت کا ہو برداشت نہیں ہوتا۔ یہ ایک قبضہ گروپ ہے جو بڑا ہی منظم ہے۔ جس کالج میں جمعیت ہو وہاں نئے آنے والوں کا پہلے استقبال ہوتا ہے اور اپنے مقاصد پیش کرتے ہیں اور آنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ وہی اصل سچے پکے

مسلمان اور مجاہد ہیں۔ اس کے علاوہ ہاسٹل میں نئے طلبہ کے ساتھ ایک نہ ایک جمیعت کا لڑکا کمرہ میں داخل کرتے ہیں تاکہ قبضہ برقرار رہے۔ طلبہ کے خون کو ہر لمحہ گرم رکھنے کیلئے کوئی نہ کوئی تحریک چلاتے رہتے ہیں۔ کشمیر کے نام پر چندہ لینا عام ہے۔

جمیعت کیا ہے اسے وہی سمجھتے ہیں جو اس میں ہو کر آئے اور اس کا ڈسا ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کو بلند کرنے اور میلاد منانے کو کبھی یاد نہ کیا لیکن اپنا ۵۰ واں سالانہ کنونشن ہمیشہ کرتے پھرتے ہیں۔

مسلمانو! پنجاب یونیورسٹی کے طالب علم کا مذکورہ بالا بیان خدا گواہ ہے میرے پاس اس وقت موجود ہے جو انہوں نے مجھے اپنی مرضی سے لکھ کر دیا۔ جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ جمیعت اسلام کے نام پر طلبہ کو دھوکہ دیتی ہے اور مودودی کے مذموم اور گستاخانہ عقائد سے طلبہ کو ایک نئے اور خود ساختہ مذہب کیلئے تیار کرتی ہے تاکہ یہ تعلیم یافتہ طبقہ جب اپنی تعلیم مکمل کر کے سرکاری اور نیم سرکاری عہدوں پر فائز ہوں تو جماعت اسلامی کے پروگرام کو اپنے اپنے شعبوں میں آگے بڑھا سکیں۔ اس طرح نچلی سطح سے لے کر اوپری سطح تک ملک بھر کے پڑھے لکھے لوگ حکومت پر قبضہ کرنے کیلئے جماعت اسلامی کا ساتھ دیں۔

اے میرے مسلمان طالب علم ساتھیو! آپ کا تعلق کسی یونیورسٹی سے ہو یا کسی کالج سے۔ آپ کسی اسکول کے طالب علم ہوں یا کسی دینی مدرسہ کے۔ یاد رکھو اسلام کی سربلندی کیلئے آج ایسے طلبہ کی ضرورت ہے جو نہ صرف خوش گفتار ہوں بلکہ باکردار بھی ہوں جو نہ صرف عالی ہمت ہوں بلکہ اصحاب عزم بھی ہوں۔ جب آپ حکمرانی کے منصب پر ہوں تو آپ کی سیاسی بصیرت مشکوٰۃ نبوت سے مستفید ہو۔ جب آپ افواج پاکستان کے کسی عسکری عہدے پر ہوں تو آپ کا مجاہدانہ کردار معرکۃ البدر و تبوک کی یاد تازہ کر دینے والا ہو۔ جب آپ صحافت کے میدان میں ہوں تو حق و صداقت کے امین ہوں۔ جب آپ ڈاکٹر ہوں تو مریضوں کیلئے شفیق اور مہربان ہوں۔ جب آپ کوئی مبلغ ہوں تو عمل و کردار میں ظاہر و باطن سے درخشندہ تر اور تابندہ تر ہوں۔ جب آپ کوئی استاد ہوں تو دینی و روحانی اقدار کی حفاظت کے پاسدار ہوں۔ جب آپ کوئی فلسفی ہوں تو آپ کی تلقین امام غزالی کی آئینہ دار ہو۔ جب آپ کوئی تاجر یا صنعت کار ہوں تو رزق حلال کے متلاشی ہوں۔

اے ملک و ملت کے معمارو! یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب آپ کی تمام تر محبت کا محور اور عقیدت کا مرکز حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہوگی۔ جب آپ یارانِ رسول صحابہ کرام کی عزت و ناموس کے پاسدار اور اہل بیت کی عظمت کے پاسبان ہونگے جب آپ جانشین رسول اولیائے کرام کی محبتوں کے چراغ اپنے دلوں میں روشن کرنے والے بن جاؤ گے۔ قوم کی نشو و نما، فلاح و بقاء سب کچھ آپ ہی کے دامنوں سے وابستہ ہے۔ آپ جغرافیہ پڑھیں یا تاریخ، کیمیا پڑھیں یا طبعیات، ریاضی پڑھیں یا سائنس، علوم دین قرآن و حدیث پڑھیں یا کوئی اور علوم، مگر ان تمام علوم کا مرکز و محور اللہ تعالیٰ کی معرفت اسلام سے محبت اور پیغمبر اسلام سے والہانہ عقیدت ہونی چاہیے۔ کائنات کی حقیقتوں کو سمجھنے کیلئے آپ ضرور جدید علوم سے استفادہ کریں

مگراس کے ساتھ ساتھ اپنے ذہنوں کو علمِ دین کے نور سے بھی منور کریں اور اس نور کی روشنی میں قوم کے ذہنوں کو بھی منور کریں۔ یاد رکھئے! اگر آپ کا کردار غلط ہوا تو قوم کا کردار کبھی دُرست نہیں ہوسکتا۔ قوم کے دماغ کو تم ہی نے روشن کرنا ہے۔ قوم وملت کا مستقبل تم ہی سے وابستہ ہے۔ قوم کی فلاح، قوم کی نجات، قوم کی ذہنی نشو ونما، قوم کے عقائد ونظریات کا دارومدار تمہارے اپنے کردار اور نظریات پر ہے۔ اگر آپ نے خدانخواستہ اسلامی تعلیمات کے مرکز اور معرفت الٰہی کے محور سرکارِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے اپنا تعلق کمزور کرلیا تو اس سے نہ صرف آپ کا ذہن تاریک اور آوارہ ہوجائے گا بلکہ ساری ملت آوارگی اور گمراہی کے عمیق گھڑے میں جا گرے گی۔ لہٰذا اے مسلمان طالب علمو! اب آپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ اسلام کی سربلندی کیلئے غفلت اور سستی کا ہرگز مظاہرہ نہ کریں بلکہ اپنے دین وایمان کے مرکز جذبہ عشق رسول کو اتنا مستحکم اور مضبوط کرلیں کہ باوجود مصائب وآلام اور مخالفت کے کوئی اسے سرد نہ کرسکے اور یہ اس وقت ممکن ہوگا جب آپ اپنا تعلق گمراہ و بے دین اور انگریزوں کے آلہ کار فرقوں سے ختم کرلیں گے۔ ان کی بنائی ہوئی تنظیموں کے مکر وفریب میں نہ آئیں گے۔ ان کی طلبہ تنظیموں میں جاکر اپنے ایمانوں کا سودا نہیں کریں گے۔ اسلامی جمعیت طلبہ ہر آنے والے طلبہ کو سبز باغ دکھاتی ہے آہستہ آہستہ اسے اپنے عقائد میں اس بری طرح جکڑتی ہے کہ پھر وہ مودودی مذہب کے سوا کسی مسلک کو تسلیم نہیں کرتا۔ خدا گواہ ہے کہ جب میں کالج میں زیرِ تعلیم تھا تو مجھے خود جمعیت کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا، ایک مسلمان ہونے کے ناطے اسلام کی محبت میں مَیں بھی ان کے پروگرام میں شامل ہوا۔

میرا گمان یہی تھا کہ جمعیت اسلام پسند نوجوانوں کی طلبہ تنظیم ہے جو نہ صرف اسلام اور دین کی باتیں کرتی ہے بلکہ طلبہ کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرتی ہے۔ انہیں داخلہ دلانے اور ان کے مسائل حل کرنے میں تعاون کرتی ہے۔ مگر میرے ربّ نے مجھے اس فتنے سے بچایا اور بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ طلبہ کے ساتھ تعاون کیوں کرتی ہے صرف اسلئے کہ انہیں اپنا ہم عقیدہ بنایا جائے اور تعلیم یافتہ لوگوں کو استعمال میں لایا جائے۔

محترم مسلمانو! جماعت اسلامی کے بانی نام نہاد مفکر اسلام اور ماڈرن دانشور مولوی مودودی اور اس کی جماعت کے بارے میں یوں تو اور بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر جماعت اسلامی اور اس کے بانی سے متعلق میں اپنی گفتگو مودودی کے صاحبزادے کے اس بیان پر سمیٹتا ہوں جو انہوں نے گزشتہ دنوں اخبارات میں دیا۔ مودودی کے بیٹے فاروق مودودی کا ایک اخباری بیان پڑھئے اور حقیقت کو جان کر اپنے ایمانوں کا تحفظ کیجئے۔ فاروق مودودی اپنے والد کے بارے میں انکشاف کرتا ہے:۔

مولانا مودودی نے جماعت بنا کر بہت بڑی غلطی کی۔ انہوں نے ہمیشہ منفی کام کیے۔ پچاس برس جماعت کو اندر سے باہر دیکھا ہے کہ یہ مذہب کے نام پر فساد کرتی ہے۔ روزنامہ پاکستان کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے مزید کہا کہ کم علم اور جاہل لوگوں کو مولانا نے متاثر کیا اور وہ ان کے پیچھے ہو لئے۔ قاضی حسین احمد جماعت میں باقاعدہ 'پلانٹ' کئے گئے ہیں۔ وہ جہاد کشمیر و افغانستان میں قوم کے بچوں کو استعمال کرتے ہیں جبکہ ان کے بچے امریکہ میں پڑھتے ہیں۔ قاضی حسین احمد سے بڑا ریاکار اور خائن شخص میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ پشاور میں ان کی چند فٹ کی دکان تھی لیکن آج یہ لینڈ کروزر میں گھومتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ جماعت کی تمام قیادت تنخواہ دار ہے جو قوم کے چندوں پر پل رہی ہے۔ صدر لغاری نے انہیں منصوبہ کا ایک سال کا بجٹ دیا اور کہا کہ دھرنا دو۔ جس پر عمل کرتے ہوئے قاضی حسین احمد نے اسلام آباد میں تین بچوں کو مروا دیا۔ (ملاحظہ کیجئے روزنامہ پاکستان لاہور، قومی اخبار۔ ۲۸ جولائی ۱۹۹۷ء)

سورج سے زیادہ چمکتے ہوئے مودودی کے صاحبزادے کا بیان بھی اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ مودودی کی جماعت ہمیشہ منفی عمل کرتی رہی جس سے صرف وہ لوگ متاثر ہوئے جو بظاہر تو پڑھے لکھے ہیں لیکن اسلامی معلومات سے بالکل کورے ہوتے ہیں۔ جماعت اسلامی کے موجودہ امیر قاضی حسین احمد کی حقیقت بھی آپ پر واضح ہو چکی ہے۔ جس پر اب مزید تبصرہ مناسب نہیں۔ یہی وہ قاضی حسین ہیں جو اس وقت مولوی مودودی کی بنائی ہوئی 'جماعت اسلامی' کی قیادت کر رہے ہیں اور مودودی نظریات کو اس جماعت کے تحت عام کر دینا چاہتے ہیں۔ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق قاضی حسین احمد نے یہ اعلان کیا ہے کہ جماعت اسلامی مولانا مودودی کے مشن کی تکمیل کرے گی۔ انہوں نے مزید کہا کہ جماعت اسلامی مولانا مودودی کے فکر کی اصل وارث ہے جو ان کے مشن کی تکمیل کرے گی۔ (ملاحظہ کیجئے روزنامہ جنگ لاہور، ۱۹ اکتوبر ۲۰۰۰ء)

پیارے مسلمانو! مسلمان ہونے کا صحیح دعویدار وہی ہوگا جو بزرگانِ دین کے پیارے عقیدے کا حامل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں بسنے والے کروڑوں مسلمانوں کے اسلامی عقائد و نظریات وہی ہیں جو حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت صابر کلیری اور دیگر بے شمار محبوبانِ خدا کے تھے۔

پیارے مسلمانو! یہ حقیقت ہے کہ ہر نئے فرقے کی ابتداء کسی سیاسی، اصلاحی اور فکری تحریک کے پردے میں ہی ہوتی ہے اور آگے چل کر ایسی تحریکیں اچانک ہی مذہبی فرقوں کی جگہ لے لیتی ہیں پھر وہ قیامت برپا کرتی ہیں کہ ان کی ہولناکی پہ تاریخ انسانیت بھی اشکبار ہو جاتی ہے۔ دُور نہ جایئے ذرا سعودی عرب کی غیر جمہوری نام نہاد اسلامی حکومت کی گزشتہ تاریخ کا ہی مطالعہ کر لیجئے پھر یہ حقیقت آپ پر بالکل واضح ہو جائے گی کہ آج بھی اہل بیت اور صحابہ کرام کے ٹوٹے ہوئے مزارات مقدسہ سعودی غاصبوں کی غارت گری اور شقاوت قلبی کا گلہ کر رہے ہیں جو سعودی زور واستبداد کے سبب آج بھی یارانِ مصطفٰی کے مقدس مزارات پر ننگی تلواروں کا پہرہ ہے۔

سیاسی اور فکری طرز پر معرض وجود میں آنے والی سعودی نجدی حکومت کی گردن پر آج بھی لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کے خون ناحق کا گناہ عائد ہے۔ مذہبی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ کسی بھی اسلامی ریاست کے قیام کیلئے یہ ضروری ہے کہ جو ذہنی گمراہیاں وعظ و تبلیغ سے ختم نہ ہوں انہیں قانون کے کوڑوں سے ختم کر دیا جائے۔

پیارے مسلمانو! ہزار بدبختیوں کے باوجود آج اتنا تو ہے کہ اپنے وطن عزیز پاکستان میں مذہبی حقوق میں مداخلت کے خلاف ہم احتجاج بھی کر لیتے ہیں اگر خدانخواستہ حکومت وہابیوں کی آگئی تو سنّی مسلمانوں سے احتجاج کا حق بھی چھین لیا جائے گا۔ جو بھی وہابی حکومت کے خلاف آواز اٹھائے گا اسے 'باغی' قرار دے کر تختہ دار پر چڑھا دیا جائے گا پھر اسلام کی حرمتوں اور عظمتوں کا ایسا قتل عام ہوگا کہ کوئی غیر جانبدار تاریخ داں بھی اس ہولناکی کو قلم بند کرنے کی جرأت نہ کر سکے گا۔ آج کے اس پرفتن اور پرآشوب دور میں جو فتنہ انگیزیاں سنّی مسلمانوں کے خلاف جنم لے رہی ہیں وہ کسی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ آج پورے ملک کے طول وعرض میں ایک منظم طریقے سے سنّی مسلمانوں کو دیوبندیت، وہابیت اور مودودیت کی تباہ کن راہ پر لانے کی کوشش کی جارہی ہے ان نام نہاد باطل مذہبی لٹیروں نے اپنے باطل عقائد کا پرچار کر کے اب تک لاکھوں بلکہ کروڑوں سنّی مسلمانوں کو دیوبندی، وہابی اور جماعتی بنا دیا ہے آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ یہ سب کچھ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ ہمارے وطن پاکستان کو وہابی اسٹیٹ بنا دیا جائے۔ ہر سنّی مسلمان کے دل سے بزرگانِ دین کی محبت نکال دی جائے۔ میلاد شریف، گیارہویں شریف، نیاز، فاتحہ، مزاراتِ اولیاء، درود وسلام اور بزرگانِ دین کے عرس سب ہی ختم کر دیئے جائیں۔

محترم مسلمانو! یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے جسے نظر انداز کر کے خاموشی اختیار کر لی جائے گستاخانِ رسول کھل کر سامنے آچکے ہیں ان کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کی روک تھام نہ کی گئی تو ان کے دلوں میں شانِ رسالت اور عظمتِ بزرگانِ دین کے بارے میں تعصب، حسد اور بغض و کینہ کے جو آتش کدے بھڑک رہے ہیں وہ ایک نہ ایک دن آتش فشاں کی طرح پھٹیں گے اور جہاں جہاں شمع رسالت کے پروانوں کے گلشن آباد ہیں ان کو جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیں گے۔ ظاہر ہے جب وہ پھول ہی مرجھا جائیں گے کہ جن کے دم سے بہار کی رونقیں وابستہ ہیں، جب وہ کلیاں ہی سوکھ جائیں گی کہ جن کے تبسم سے رنج والم کی وحشتیں کافور ہو جاتی ہیں، جب وہ غنچے ہی مسل ڈالے جائیں گے کہ جنہوں نے آگے چل کر گل شگفتہ بننا ہے، جب وہ آستانے ہی ختم کر دیے جائیں گے کہ جہاں بیٹھ کر روح کو تسکین ملتی ہے، جب وہ مزاراتِ اولیاء ہی ڈھا دیے جائیں گے کہ جنہیں دیکھ کر ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے، جب وہ مساجد ہی چھین لی جائیں گی کہ جن میں کھڑے ہو کر بارگاہِ رسالت میں درود وسلام کے گجرے پیش کئے جاتے ہیں، جب وہ مدارس ہی بلڈوز کر دیے جائیں گے کہ جہاں علمائے حق حصولِ علم کیلئے آتے ہیں اور بزرگانِ دین کا فیض پاتے ہیں تو پھر ہر سمت الوؤں کا راج ہوگا۔ تا حدِ نظر ویرانیاں ہی ویرانیاں اور بربادیاں ہی بربادیاں پیش نظر ہوں گی۔ بدعقیدگی کی خزاں آلود ہوا ہر گھر کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہوگی۔

محترم مسلمانو! آج پاکستان اور دنیا کے مختلف علاقوں میں بد مذہبوں کی درجنوں تحریکیں مختلف ناموں کا لیبل چڑھا کر سنی مسلمانوں پر یلغار کر چکی ہیں۔ ملک کے تمام بڑے شہروں میں ان کے مراکز کام کر رہے ہیں۔ انگریز کے دورِ حکومت میں بنائی جانے والی یہ تمام باطل تحریکیں اور ان کی نئی نئی شاخیں اپنی خاموش تربیت کے ذریعے بے شمار سنی مسلمانوں کو ایک نئے مذہب کیلئے تیار کر رہی ہیں۔ شہر شہر، گاؤں گاؤں، کوچہ کوچہ، گلی گلی جہاں بھی جاؤ تبلیغی جماعت، سپاہ صحابہ، جماعت اسلامی، اہل حدیث، جماعت المسلمین، جمعیت علمائے اسلام، پاسبان، اسلامی جمعیت طلبہ، شباب ملی، حرکت الانصار، حرکت المجاہدین، حزب المجاہدین، لشکر طیبہ، جیش محمد اور دیگر وہابی تحریکیں ہی سرگرم عمل نظر آرہی ہیں۔

مسلمانو! آج اقلیت میں ہونے کے باوجود ان کا یہ عالم ہے کہ تاریخ اسلام کا کوئی مقتدر طبقہ ان کے نشتر قلم اور نوک زبان سے محفوظ نہیں جس دن اقتدار کی ننگی تلوار ان کے ہاتھوں میں آئے گی تو ان کا سب سے پہلا ہدف یہ ہوگا کہ طاقت کے بل پر ان عقائد کا خاتمہ کر دیا جائے جو سنی مسلمانوں کے عقائد و نظریات کے جز ہیں۔

مسلمانو! جہاد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے جس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا مگر آج دیوبندی، وہابی اور جماعتی کشمیر میں جہاد کے نام پر سنّی مسلمانوں کو اپنے پلیٹ فارم پر جمع کر رہے ہیں ان کے مسلح دستے بیرونی ممالک سے امداد حاصل کر رہے ہیں ان کا اصل ہدف کشمیر پر قابض ہندو غنڈے ہرگز نہیں بلکہ وہ سنی مسلمان ہیں جنہیں یہ قبر پرست کہتے ہیں جو ان کی نظر میں مشرک اور بدعتی ہیں۔ کشمیر کی آڑ لے کر اسلحہ جمع کرنا دراصل سنی مسلمانوں کے خلاف ایک جارحانہ اقدام ہے۔ یہ اپنی تقریروں میں بھی اکثر یہ کہتے ہیں کہ ہمارا اصل مقصد 'عباد القبور' کا خاتمہ ہے۔ دیوبندی وہابی مسلح گروپ کشمیر میں اپنے مسلح دستے کس طرح استعمال کرتے ہیں اور ان کا اصل مقصد کیا ہے اس کا انکشاف ایک ماہنامہ میں سنئے...... ماہنامہ انکشاف کرتا ہے:۔

وہابی دیوبندی مسلح گروپ جو اپنے آپ کو مجاہد کہلواتے ہیں وہ جان بوجھ کر مزارات اور مقاماتِ مقدسہ میں جا کر مورچے بناتے ہیں تاکہ ہندو فوج کو اس میں مداخلت پر مجبور کیا جائے اور اس طرح مزارات کی اہانت ہو۔

ماہنامہ مزید لکھتا ہے، حجاز مقدس میں بھی مزارات کی بڑی تعداد تھی مگر جہاد کے نام پر سب گرا دیئے گئے۔ اب وہی عمل کشمیر جنت نظیر میں کیا جا رہا ہے کہ یہ وادی بھی اولیاء اللہ کی وادی ہے تمام کشمیری صحیح العقیدہ سنّی ہیں۔ لشکر طیبہ (وہابی فوج) ان کو عقیدہ دُرست ہونے کی سزا دینے کیلئے جہاد کا فراڈ کر رہا ہے۔ (ملاحظہ ہو ماہنامہ ندائے اہلسنت، لاہور۔ ۲۳ ستمبر ۱۹۹۵ء)

سرزمین ہند میں فرقہ وہابیت کے بانی سید احمد بریلوی اور ان کے کمانڈر اسماعیل دہلوی نے صوبہ سرحد کے غیور سنّی پٹھان مسلمانوں سے جس طرح جہاد کیا، بالکل اسی طرح وہابی اور دیوبندی تنظیمیں کشمیر میں بھی وہی کھیل کھیل رہی ہیں۔ جہاد کا نام لے کر مسلح دستے تیار کئے جا رہے ہیں جس کی تازہ مثال افغانستان کی تباہ کاری میں جماعت اسلامی کا کردار تھا اور اس نے افغانستان میں جہاد کے نام پر بے شمار فنڈ جمع کر کے اپنی مسلح افواج تیار کی اور حکمت یار کو ملک کا وزیر اعظم بنوایا۔ اسی طرح مالاکنڈ ڈویژن میں دیوبندیوں نے مسلح دستے تیار کر کے اسلام کے نام پر مسلح فوج تیار کی جس نے ملک کے ایک حصے پر قبضہ کیا جسے حکومتِ پاکستان نے ناکام بنا دیا اب وہی کھیل کشمیر میں کھیلا جا رہا ہے۔

وہابیوں کے بانی سید احمد بریلوی کے نام لیواؤں کی جہادی تنظیمیں آج جہاد کے نام پر کشمیر میں کس قدر سرگرم ہیں اس کا اندازہ ایک ماہنامہ میگزین جیش محمد ﷺ کی رپورٹ سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ آج وہابی دیوبندیوں کی نام نہاد جہادی تنظیم جیش محمد ﷺ جہاد کے نام پر کشمیر میں بڑے بڑے مدرسے قائم کر رہی ہے اور سید احمد کے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتی ہے۔

ملاحظہ کیجئے ماہنامہ جیش محمد ﷺ کی سید احمد بریلوی سے عقیدت

اور

اس کے نام سے شروع کئے جانے والے عزم کی منہ بولتی تصویر

مسلمانو! میں آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ پاکستان میں وہابیوں کی جہادی تنظیم لشکر طیبہ کا سالانہ تین روزہ اجتماع ہر سال پنجاب کے شہر 'مرید کے' میں ہوتا ہے جس میں دنیا بھر کے جوشیلے اور پرعزم وہابی شرکت کرتے ہیں۔ اس اجتماع میں اس بات کا عزم کیا جاتا ہے کہ پاکستان سے شرک و بدعت، مزار پرستی اور قبر پرستی کا خاتمہ کر دیا جائے گا جس کا اندازہ آپ نومبر ۱۹۹۶ء کے سالانہ اجتماع کی اخباری رپورٹ سے بھی لگا سکتے ہیں۔ روزنامہ پاکستان لاہور نے وہابی لشکر کے امیر پروفیسر حافظ محمد سعید کا بیان جاری کیا ہے جس میں انہوں نے کہا ملک سے شرک و بدعت کے خاتمے کیلئے حکمتِ عملی تیار کر لی گئی ہے۔ (ملاحظہ ہو روزنامہ پاکستان، لاہور۔ ۹ نومبر ۱۹۹۶ء)

اس اجتماع میں کشمیر کے مسلمانوں کی مدد کی آڑ لے کر لوگوں کو جہاد پر مجبور کیا جاتا ہے تاکہ علم سے ناآشنا مسلمان ان کے دام فریب میں آ کر جہاد کی تربیت حاصل کریں پھر انہیں جہاد کے بہانے سنی مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے اور وہابی لشکر طیبہ کا سپاہی بنا دیا جاتا ہے۔ اس اجتماع میں جدید اسلحہ کی نمائش بھی کی جاتی ہے جو کشمیر کے نام پر حاصل کیا جاتا ہے آج پاکستان بھر میں سنی مسلمانوں کو کشمیر کے جہاد کے بہانے لشکر طیبہ، حرکۃ المجاہدین، حرکۃ الانصار، حزب المجاہدین، تحریک المجاہدین، البدر، جیش محمد اور دیگر وہابی تنظیموں میں شامل کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ وہ تنظیمیں ہیں جن کے بڑوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد سے منع کیا اور ہندوؤں کا بھرپور ساتھ دیا۔ آج وہابی دیوبندی تنظیمیں جہاد کے نام پر ہندوستان کو اپنا دشمن ظاہر کر رہی ہیں۔ ذرا سوچئے اگر یہ واقعی دشمن ہیں تو پھر بھارتی حکومت اپنے دشمنوں کے عالمی مرکز مدرسہ دیوبند کا محاصرہ کیوں نہیں کرتی؟ دہلی کی جامع مسجد کے دیوبندی امام بخاری کو گرفتار کیوں نہیں کرتی؟ دہلی میں تبلیغی جماعت کے عالمی مرکز کو مسمار کیوں نہیں کرتی؟ کیا یہ ساری حقیقتیں انڈین حکومت کے علم میں نہیں؟ یقیناً ہے مگر ایسا سب کچھ مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور ہندو اور یہود کے پاؤں مضبوط کرنے کیلئے کیا جا رہا ہے۔ اب یہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ ان حقائق کو جاننے کے بعد ان کے بناوٹی جہاد سے دور رہیں۔

۱۴ دسمبر ۱۹۹۸ء کو میرا لاہور سے راولپنڈی، اسلام آباد، فیصل آباد اور گجرات جانے کا اتفاق ہوا۔ گجرات میں مجھے ایک ماہنامہ رسالہ موصول ہوا۔ اس ماہنامہ رسالے کی رپورٹ آپ بھی پڑھئے...... ماہنامہ اپنے اداریہ میں لکھتا ہے:۔

پاکستان میں لشکر طیبہ نامی ناسور اور حکومت و فوج کیلئے لمحہ فکریہ

ملک کو مکمل تہس نہس کرنے اور یہاں نیا دین، نئی شریعت اور نیا کلچر رائج کرنے کیلئے مذہب کے نام پر ایک دہشت گرد عسکری تنظیم خفیہ طور پر مکمل تیاری میں مصروف ہے۔ جو منافقت اور دھوکہ فریب کے پردوں اور جعلی جہاد کشمیر کے لبادوں میں لپٹی اپنی تیاری مکمل کررہی ہے۔ اس دہشت گرد تنظیم کا نام لشکر طیبہ اور 'مریدکے' میں اس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ جس کی سرپرستی بعض بیرونِ ممالک کی ایجنسیاں کررہی ہیں۔ اس تنظیم کے مقاصد کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:۔

☆ مضبوط ترین عسکری قوت بننا جو وقت آنے پر افواجِ پاکستان سے نبرد آزما ہوسکے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے جہاد کشمیر کو حیلہ بنانا اور عوام کو جہاد کا چمکہ دے کر اپنے تربیتی اداروں اور کیمپوں میں لے جاکر انہیں جبراً وہابی اہلحدیث بنانا، جو نہ مانے اس کو قتل کرکے بڑے خاص انداز سے یہ مشہور کرنا کہ یہ ہمارا مجاہد ہے جو جہاد میں شہید ہوگیا ہے۔ پھر اس کے بارے میں اخبارات میں جھوٹی خبریں چھپوانا اور غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا۔

☆ افواج پاکستان میں دھڑے بندی، مذہبی منافرت اور مذہبی گروہ بندی بنانا تاکہ فوج انتشار کا شکار ہوکر کمزور ہوجائے اور وقت آنے پر فوج کے اندر انکی تیار لابی ان کا ساتھ دے اور فوج کے جو گروہ انکے مخالف نظریات رکھتے ہوں ان کو مار بھگایا جاسکے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے فوجی اداروں میں اپنے مکتبہ فکر کے آفیسر اور خطیب مقرر کرانا اور انہیں اپنے نظریات کے پرچار کیلئے فوج میں فری ہینڈ دلوانا۔

☆ پاکستان کو نجدی اسٹیٹ بنانا جس کو عرب ممالک کی طرح انگریز ممالک کی سرپرستی حاصل ہو۔ اس مقصد کے حصول کیلئے ملک میں سرعام نجدیت کا پرچار کرنا اور مختلف حیلوں سے لوگوں کے ایمان کو خراب اور عقیدہ تباہ کرنا تاکہ وقت آنے پر عربوں کی طرح ان کی غیرت ملی اور حمیت دینی مردہ ہوچکی ہو اور وہ چپ چاپ سب کچھ برداشت کرجائیں۔

☆ مسلمانوں کے دلوں سے انبیائے عظام اور اولیائے کرام کی محبت اور عقیدت مختلف طریقہ ہائے واردات سے ناپید کرنا تاکہ وہ دین کی برکات سے محروم ہوکر بے دست و پا ہوکر رہ جائیں اور ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح اپنی مرضی سے ہانکا جاسکے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے انبیائے عظام اور اولیائے کرام کی محبت اور عقیدت کو کفر اور شرک قرار دینا اور ان پاک ہستیوں کے خلاف تقاریر اور لٹریچر کے ذریعے منافرت پھیلانا تاکہ وقت آنے پر ان ہستیوں کے مزارات و آثار کو نیست و نابود کیا جاسکے (جو اسلامی قوت کا سرچشمہ و مراکز شمار ہوتے ہیں)۔

☆ سرکاری اور نجی اداروں میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنا تاکہ ہر سطح پر حصول مقاصد میں آسانی پیدا ہو۔ اس مقصد کے حصول کیلئے ہر ادارے میں اپنے ایجنٹ ایڈجسٹ کرانا۔

☆ اہلسنّت وجماعت کے خلاف مختلف پروپیگنڈے کرکے اس کو ختم کرنا اور یہاں انگریزوں کی خودساختہ نجدی شریعت نافذ کرنا اس مقصد کے حصول کیلئے اپنے ہم نظریہ مولویوں کی مکمل سرپرستی کرنا اور جو علماء اہلسنّت ان کے خلاف لوگوں کو آگاہ کریں ان کو قتل کرادینا۔

☆ مذکورہ مقاصد کے حصول میں جب ہر سطح پر نمایاں کامیابی کے آثار نظر آنے لگیں تو یکدم ہلہ بول دینا اور اپنے سرپرست ممالک کی افواج کو بلوا کر اس ملک پر قبضہ کرلینا اور یہاں وہی تاریخ تازہ کردینا جو عرب ممالک میں ترکوں کی اسلامی حکومت اور ان ممالک کے سنّی مسلمانوں کو ان نجدیوں کے ہاتھوں پیش آئی تھی۔ (ملاحظہ کیجئے ماہنامہ اہل سنت، گجرات، ص ۵-۷۔ ماہ دسمبر ۱۹۹۸ء)

مسلمانو! مذکورہ رپورٹ کو جان لینے کے بعد یہ حقیقت کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ وہابیوں کی نام نہاد جہادی اور عسکری تنظیم لشکر طیبہ جب اپنے مقاصد کو حاصل کر لے گی تو اس پاک سرزمین پر کیسی اندھیری رات ہو گی کہ جس کے منحوس سائے ہر سمت پھیل چکے ہوں گے۔ ذرا اس دن کو تصور میں لائیے خدانخواستہ اس دھرتی پر سنّی اور وہابی بنیادوں پر جنگ چھڑ گئی تو کون سا گھر اور کون سا قومی ادارہ ہے جو اس خونریز تصادم سے محفوظ رہے گا۔ حکومتِ وقت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس خطرناک ناسور پر قابو پائے۔ اگر خدانخواستہ یہ خوفناک معاملہ ہاتھوں سے نکل گیا تو پھر اس ملک کی آنے والی نسلیں روزِ محشر تک حکومتِ وقت کی لاپرواہی اور چشم پوشی کا ماتم کرتی رہیں گی اور اس کا تمام وبال بروزِ محشر حکومت کی گردن پر آسکتا ہے۔

اُمت مسلمہ جو کہ دولت ورشد وہدایت کی امین ہے اور ہر باطل قوت سے ٹکرانا اور ٹکرا کر اسے پاش پاش کر دینا جس کی ذمہ ہے کہ قلب ونظر کے سارے بت کدے مسمار کر دے۔ ہر دل کو بیت اللہ اور ہر نظر کو اس کا شناسا بنائے اپنے لئے نہ سہی اپنے دین اسلام کی سربلندی کیلئے زندہ رہے۔ آپس میں اتحاد واتفاق کی راہیں ہموار کرے اور یہ اتحاد بین المسلمین کمزور تنکے کی مانند ہرگز نہ ہو کہ جسے وقت کی تند وتیز لہریں بہا کر لے جائیں بلکہ حقیقی اور پائیدار ہو۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو متحد ہونے کا حکم ارشاد فرمایا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا (پ۴۔ سورۂ آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ: اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا (فرقوں میں نہ بٹ جانا)۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جتنی بھی اُمتیں آج تک اس صفحۂ ہستی پر نمودار ہوئیں ان سب میں بہتر اُمت' اُمتِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے کیونکہ ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد بڑا ہی پاکیزہ اور بلند تر ہوتا ہے اور وہ مقصد کیا ہے قرآن مجید نے اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے:

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف (پ۴۔ سورۂ آل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: تم بہترین ہو ان سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو۔

معلوم ہوا کہ مسلمان کا بلند ترین مقصد یہی ہے کہ وہ اس کیلئے کوشاں رہے کہ وہ لوگوں کو بھلائی اور خیر خواہی کا حکم دیتا رہے تاکہ حق کا بول بالا ہو، ہدایات کی روشنی ہر سمت پھیل جائے، گمراہی اور بے دینی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے کافور ہو جائیں اور باطل کا طلسم ٹوٹ جائے۔ یاد رکھو! اگر اس سرزمین پر ایسے لوگ اگر خدانخواستہ نہ ہوئے کہ جن کا کام ہی اسلام کے حکیمانہ انداز سے لوگوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنا، ان کی حرارتِ ایمانی کو قائم ودائم رکھنا، ان کے دل ودماغ کو اردگرد کے گمراہ فرقوں کے اثرات سے محفوظ رکھنا ہو تو بہت سی گمراہیاں خود اس قوم میں راہ پاسکتی ہیں جو اس دین کی علمبردار ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب تک ملتِ اسلامیہ میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اسلام کی خدمت کی تو گلشن اسلام میں فصل بہار رہی۔ جب تک مدارس اسلامیہ غزالی، رازی، سعدی اور بیضاوی جیسی شخصیات اور خانقاہیں، رومی، ہجویری، شاہ جیلانی، زکریا ملتانی، شیخ سرہندی جیسی فخر زمانہ ہستیاں تیار کرتی رہیں کفر کے ظلمت کدے اسلام کے نور سے روشن ہوتے رہے۔ حق کی قوت باطل کے تابوت میں کیل ٹھوکتی رہی۔ مگر آہ! اب ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن، ایک کعبہ رکھنے والی قوم نے اپنے آپ کو کئی فرقوں میں بانٹ رکھا ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے دشمن اور یہود و نصاریٰ کے زرخرید علماء نے اُمتِ رسول کے درمیان نفرت و عداوت کی اتنی بلند دیوار کھڑی کردی ہے کہ ان میں آپس میں مل بیٹھنے کی دور تک کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ الحاد، دہریت اور بے دینیت کے طوفان نے ہمارے بنیادی عقائد کے قلعوں میں شگاف ڈال دیئے۔ اسلام دشمن تحریکوں کے مہلک اثرات نے ہماری تعمیری صلاحیتوں کو ناکارہ بنا کر رکھ دیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ کبھی سمرقند، تاشقند، بخارا اسلام کے بہت بڑے مراکز ہوا کرتے تھے مگر ان کا حشر کیا ہوا یہی ہوا کہ عظیم مساجد، اسلامی جامعات اور بڑی بڑی خانقاہیں ویران کردی گئیں۔ سارے چراغ گل کردیئے گئے۔ رشد و ہدایت کے چشمے خشک ہوگئے۔ مزارات اولیائے کے دروازوں پر تالے لگادیئے گئے۔ یہود و نصاریٰ کے گماشتے اس سرزمین پاکستان میں بھی اسی المیہ کو دہرانے کیلئے شب و روز مصروفِ عمل ہیں۔ مگر اس قوم کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد کا چمن اُجڑتا ہوا دیکھ سکتے ہیں مگر دنیاوی مفادات سے رشتہ نہیں توڑ سکتے۔ کسی قوم کیلئے اس بے حسی سے بڑھ کر اور کیا عذاب ہوسکتا ہے۔

تاریخ انسانیت گواہ ہے کہ دنیا میں ایک دو نہیں سینکڑوں ہزاروں نہیں لاکھوں قومیں وجود میں آئیں جو اپنے اپنے وقت میں شان و شوکت، جلال و ہیبت، عروج و عظمت کے سکے گاڑتی رہی مگر جب انہوں نے احکامِ خداوندی سے بغاوت کی، پیغمبروں کی نافرمانیاں اور گستاخیاں کیں اور اپنی خواہشات کے سامنے خدائی احکامات کو پس پشت ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے ایسی نافرمان اور بدکردار قوم کی ایسی گرفت کی کہ اس عالم دھرتی سے ان کا نام و نشان تک مٹادیا۔

یادرکھئے! جو قوم اپنے مرکز سے ہٹ جائے، اپنے محسنوں کو فراموش کردے، انکے بتائے ہوئے احکامات سے اپنے دل و دماغ کو جلا نہ بخشے، ان کی دکھائی ہوئی راہوں پر چلنے سے چشم پوشی کرے، ان کی زندگیوں سے اِکتساب فیض نہ کرے وہ قوم مٹ جاتی ہے فنا ہوجاتی ہے۔ دنیا کی ہر باضمیر اور زندہ قوم اپنے محسنوں کی یاد مناتی ہے، ان کے کردار کو اپنے لئے مشعل راہ بناتی ہے اور اپنے دین کا تحفظ کرتی ہے۔

ایمانی غیرت کا تقاضہ

پیارے مسلمانو! اب آپ کو غور و فکر کی گہرائی میں اُتر کر یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کیا آپ ذہنی طور پر اس ملک میں ایک نئے اور خود ساختہ مذہب کا تسلط دیکھنے کیلئے تیار ہیں؟ کیا آپ دنیا و آخرت میں ان تمام ذمہ داریوں کو قبول کرنے کیلئے تیار ہیں جو باطل فرقوں کے گمراہ کن نتائج کے سلسلے میں آپ کی گردن پر عائد ہوں گے؟

اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو پھر آپ کو اسلام دشمن انگریز کے بنائے ہوئے جعلی مولویوں سے اپنی وابستگی کو ختم کرنا ہوگا۔ کانگریس کے حمایت یافتہ اور مسلم لیگ کے مخالفین سے تعلق توڑنا ہوگا۔ انبیائے کرام اور اولیائے کرام کی توہین کرنے والوں سے اپنا دامن چھڑانا ہوگا۔

مسلمانو! دیوبندیت اور وہابیت کے فروغ میں ان کے مدارس کا اہم ہاتھ ہے جن کا قرآنی تعلیم کے نام پر پورے ملک میں جال بچھا دیا گیا ہے۔ 1880ء میں قائم ہونے والا مدرسہ دیوبند کے چشمہ سے فیض پانے والے دیوبندی مدارس کی تعداد پاکستان بھر میں ایک اخباری رپورٹ کے مطابق ملاحظہ فرمائیں۔ اخبار لکھتا ہے، مدرسہ دیوبند کا سنگِ بنیاد 1866ء میں رکھا گیا۔ 1880ء میں اس کا افتتاح ہوا۔ قیام پاکستان 1947ء تک پاک و ہند میں مدرسہ دیوبند کے تحت چلنے والے مدارس کی تعداد 147 تھی۔ 17 مدرسے مغربی پاکستان میں اور 10 مدرسے ہندوستان میں تھے جو قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں منتقل ہوگئے اس طرح قیام پاکستان کے بعد پاکستان بھر میں دیوبند مدارس کی کل تعداد 147 تھی۔ 1950ء میں یہ تعداد بڑھ کر 210 تک پہنچ گئی۔ 1960ء میں یہ تعداد بڑھ کر 401 مدارس تک پہنچ گئے۔ 1971ء میں مدارس کی یہ تعداد بڑھ کر 563 تک پہنچی۔ 1977ء تک یہ تعداد بڑھ کر 839 تک پہنچی۔

اخبار مزید لکھتا ہے، 1977ء کے بعد جنرل ضیاء الحق کے گیارہ سالہ دور میں مدارس کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ جنرل ضیاء کے دورِ اقتدار میں دیوبند مکتبہ فکر کے فارغ التحصیل طلبہ کو فوج اور محکمہ تعلیم میں ملازمتیں دی گئیں اور اب تازہ ترین رپورٹ کے مطابق پورے ملک میں دیوبند مکتبہ فکر کے وفاق المدارس العربیہ کے تحت چلنے والے مدارس کی تعداد 8000 ہے۔ جبکہ دیگر مدارس کی تعداد 2550 ہے۔ اس طرح پورے ملک میں دیوبند مدارس کی تعداد دس ہزار پانچ سو پچاس ہے۔ ان مدارس پر ہونے والے سالانہ اخراجات ساڑھے گیارہ ارب روپے ہیں۔ ان مدارس میں مختلف درجوں میں پڑھنے والے طلبہ کی تعداد دس لاکھ 65 ہزار ہے۔ جبکہ طالبات کی تعداد 93 ہزار 8 سو 72 ہے۔ ان مدارس میں 52 ہزار سے زائد اساتذہ پڑھانے پر مامور ہیں۔

(دو سال قبل شائع ہونے والی رپورٹ ملاحظہ کیجئے ہفت روزہ اخبار ضرب مومن۔ ۱۳ اگست تا ۱۹ اگست ۲۰۰۲ء)

یہ خیال رہے کہ یہ وہ مدارس ہیں جو باقاعدہ رجسٹرڈ ہیں، حکومت کے علم میں ہیں اور جو مدارس رجسٹرڈ نہیں، ان مدارس کے طلبہ کی تعداد اس میں شامل نہیں۔ دیوبندی مدارس میں تربیت پانے والے طلبہ کے ذہن وہابی مذہب کیلئے بنائے جاتے ہیں۔ مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی سید احمد بریلوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی اشرف علی تھانوی کی محبت ان کے سینوں میں ڈالی جاتی ہے۔ ان طلبہ کو سنّی مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے اور سنیوں کو مشرک، قبر پرست، انگریز کا ایجنٹ، بدعتی، حلوہ خور ظاہر کیا جاتا ہے۔ جس سے طلبہ کے سینوں میں سنّی مسلمانوں کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکتی ہے اور سنّی مساجد پر قبضہ کرلیتے ہیں اور ان مساجد میں سو دو سو طلبہ کو لاکر بٹھا دیتے ہیں۔ جو بظاہر قرآن پڑھتے ہیں لیکن حقیقت میں مسجد پر قابض ہوجاتے ہیں۔ میری ہر درد مند مسلمان سے یہ اپیل ہے کہ خدارا ان تلخ حقیقتوں کو جاننے کے بعد اپنی اولاد کو ان کے مدارس میں تعلیم دلانے سے روکیں۔ ذرا سوچئے کہ جن مدارس و مساجد میں سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو (نعوذ باللہ) جانوروں کے علم سے تشبیہ دی جاتی ہو! جہاں محبوبانِ خدا انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو (نعوذ باللہ) ذرہ ناچیز سے بھی کمتر اور چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہونے کا درس دیا جاتا ہو! جہاں حالتِ نماز میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) اپنے جیسا بشر اور بڑا بھائی کہا جاتا ہو! جن مساجد و مدارس میں جہاں بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں درود و سلام پڑھنے کو (نعوذ باللہ) کفر و شرک کہا جاتا ہو!

جہاں کوے کھانے کو حلال اور فاتحہ کا کھانا حرام کہا جاتا ہو! جہاں سنّی مسلمانوں کی آبادیوں کو 'کفر کے اڈے' اور مزاراتِ مقدسہ کو 'شرک کے مرکز' کہا جاتا ہو اور ایسے ہی بے شمار گستاخانہ 'آدابِ فرزندی' سکھائے اور پڑھائے جاتے ہوں تو ذرا سوچئے! وہاں تعلیم حاصل کرنے والا آپ کا بیٹا اپنے حکمی باپ کی تعلیمات پر گستاخِ رسول نہیں تو کیا عاشقِ رسول بنے گا؟

علمائے دیوبند نے اپنے مدارس میں ابتداء ہی سے طلبہ پر خصوصی توجہ دی ہے طلبہ پر خصوصی توجہ دینا اور اپنے اساتذہ کی محبت ان کے دلوں میں پیدا کرنا ان کے مشن کا حصہ ہے کیونکہ یہ اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ ان کے بڑے اکابرین نے اپنی کتابوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں جو گستاخیاں کی ہیں وہ آگ بھڑکا دینے والی ہیں۔ مدارس کے طلباء ان کے عقائد کے محافظ اور پاسبان ہیں جو ہر وقت ان کے مدارس میں موجود رہتے ہیں اور سنّی مسلمانوں کے چندوں پر پلتے ہیں۔ مدارس میں باقاعدہ ان کو عسکری تربیت دی جاتی ہے اور سنی مسلمانوں کے خلاف ان کے دلوں میں نفرت پیدا کی جاتی ہے۔

آج دیوبندی وہابیوں اور جماعتیوں نے انگریزی تعلیم کے نام پر بے شمار انگلش اسکول بھی کھول رکھے ہیں۔ جہاں دینی اور انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ بظاہر حفظ و ناظرہ کی قرآنی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ایسے اسکولوں میں تعلیم دلانا اپنے بچوں اور بچیوں کے ایمان برباد کرنا ہے۔

میری علمائے حق اور مشائخ عظام، آستانہ عالیہ کے سجادہ نشینوں سے پرزور التجا ہے کہ آپ اس سلسلے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ اپنے مریدوں اور اپنے مقتدیوں کو اسلام کے خلاف اُٹھنے والی اس خطرناک سازش سے آگاہ کریں۔ تاریخ گواہ ہے کہ علمائے حق اور آستانہ عالیہ کے سجادہ نشینوں کا ہر دور میں ایک مثالی کردار رہا ہے۔ اسلام کے خلاف اُٹھنے والی سازش کو بے نقاب کرنے اور اسلام دشمن قوتوں کو ملیا میٹ کرنے کا سہرا ہمیشہ علمائے حق اور مشائخ عظام ہی کے سر رہا ہے۔ آپ کو یہ کردار ایک مرتبہ پھر ادا کرنا ہے۔ آج بدمذہب قوتیں دنیا بھر میں بالعموم اور سرزمین پاکستان میں بالخصوص ہر گلی، ہر کوچے، ہر گاؤں، ہر شہر میں بڑے بڑے مدارس و دارالعلوم، عالیشان مساجد، پرائیوٹ اسکول و کالج اور دیگر تعلیمی شعبے قائم کر چکے ہیں۔ جہاں ہزار سنّی طلباء ان کے زیر اثر تعلیم پا رہے ہیں۔ جہاں ان سیدھے سادھے طلبہ کے ذہنوں کو بدل کر رکھ دیا جاتا ہے۔ پھر یہی طلبہ ان کے حقیقی وفادار اور بزرگانِ دین کے باغی بن جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ درجنوں جہادی تنظیمیں بالخصوص لشکر طیبہ، جیش محمد، حرکۃ المجاہدین، حزب المجاہدین اور دیگر نام نہاد تنظیمیں سنّی مسلمانوں کو جہاد کے نام پر، کشمیر کی آزادی کے نام پر، ماں بہن بیٹیوں کی عزت و ناموس کے تحفظ کے نام پر، شہادت کے نام پر اور جنت کے حصول کے نام پر جذبہ اُبھار کر کشمیر لیجاتی ہیں جہاں ان کے عقائد کی تربیت کی جاتی ہے جس سے ہزار ہا بھولے بھالے سنّی مسلمان دن بدن گمراہ اور بدمذہب بنتے جا رہے ہیں۔ اسی طرح بدمذہبوں کی سینکڑوں تنظیمیں اس وقت فلاح و بہبود اور خدمتِ خلق کے نام پر سنّی بستیوں میں کام کر رہی ہیں اور انسانی خدمت کے نام پر انہیں اپنا ممبر بناتی ہیں پھر اپنی کتابیں لٹریچر اور آڈیو، ویڈیو کیسٹوں کے ذریعے ان کی نظریاتی تربیت کی جاتی ہے اس طرح انہیں اپنا ہم خیال بنالیا جاتا ہے۔ اسلام کے نام پر کام کرنے والی یہ وہ تنظیمیں ہیں جو بزرگانِ دین کے مزارات، خانقاہیں، عرس، میلاد، درود و سلام، نیاز و فاتحہ کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتی ہیں۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ نجدی لٹیروں نے ۱۹۲۵ء میں صحابہ کرام کے مزارات کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا اور شرک و کفر کے فتوے لگا کر سنّی مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ وہی گروہ مختلف ناموں سے پاکستان اور دنیا کے مختلف حصوں میں اپنا دائرہ وسیع کر رہے ہیں۔ اسلام کے نام پر مسلمانوں کو ایک جدید اور خود ساختہ مذہب کیلئے تیار کیا جا رہا ہے۔ اگر اس عمل کو روکا نہ گیا تو نہ آستانے ہونگے، نہ خانقاہیں، نہ مزاراتِ اولیاء کا وجود ہوگا، نہ عرس کی محفلیں، نہ مساجد ہوں گی، نہ مدارس ہر طرف بدمذہبی پھیل چکی ہوگی، روحانیت کے چراغ گل ہو چکے ہونگے، ور زندگی کا پہرہ ہوگا۔ موت کے سائے ہوں گے۔

جنابِ محترم! آپ کو ایک وفادار اُمتی کا کردار ادا کر کے اپنے محبوب نبی کی بارگاہ میں سرخ رو ہونا ہے۔ اسلامی اور روحانی میراث کا تحفظ کرنا ہے۔ بزرگانِ دین کے مزارات کا تقدس پامال ہونے سے بچانا ہے۔ آپ کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ آپ اپنے مقتدیوں کو، اپنے مریدوں کو، اپنے ہر ماننے والوں کو اسلام دشمن قوتوں سے آگاہ کریں۔ اگر ہو سکے تو آپ اس کتاب کو اپنے ہر مرید اور مقتدی کو مطالعہ کرنے کا حکم ارشاد فرمائیں۔ مجھے اُمید ہے آپ کی ذرا سی توجہ سے اسلام دشمن قوتیں بے نقاب ہونگی اس طرح فرقہ واریت اپنی موت آپ مرجائے گی۔ (ان شاءاللہ)

لہٰذا اے شمع رسالت کے پروانو! حضور غوثِ اعظم کے دیوانو! داتا علی ہجویری کے غلامو! خواجہ معین الدین اجمیری کے فدائیو! اے دین کے وارثو! اے آستانہ عالیہ کے سجادہ نشینو! اے سُنی مساجد کے خطیبو! آج آپ کی عدالت میں اُمتِ رسول کا مقدمہ پیش کر دیا ہے۔

لہٰذا اے چارہ گرو! چارہ سازی کرو ...... اے دلنوازو! بندہ نوازی کرو ...... اے کرم فرماؤ! غریب پروری کرو ...... اے اُمت کے ناخداؤں! اُمت کا سفینہ کنارے لگا دو...... اگر اب بھی خوابِ غفلت سے بیدار نہ ہوئے تو تمہاری داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں!

اٹھو وگرنہ حشر نہ ہوگا پھر کبھی

دوڑو! زمانہ چال قیامت کی چل گیا

مجھے یقین ہے کہ اگر ہر ذمہ دار مسلمان بھائی اپنی دینی ذمہ داری سنبھال لے تو گویا اس نے اپنا مذہبی فریضہ ادا کر دیا اگر آپ اور کچھ نہیں کر سکتے تو جو کتاب اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے اس کی اشاعت و تقسیم اپنے اداروں میں کریں اور اپنے ماتحت عملے کو اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچانے والے اس فتنے سے آگاہ کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیھود والنصٰرٰی اولیآء بعضھم اولیآء بعض ط

ومن یتولھم منکم فانہ منھم ط (پ۶۔ سورۃ المائدہ:۵۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں

اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہی میں سے ہے۔

مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہوا کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنا منافقوں اور بے دینوں کا کام ہے اور کافروں سے محبت رکھنا منافقوں کی علامت ہے۔

پیارے مسلمانو! میں نے اس دور کے سب سے بڑے فتنے 'فتنہ وہابیت' سے آپ کو آگاہ کر دیا ہے ایک سچی بات تھی جس سے باخبر کرنا میں اپنی دینی ذمہ داری سمجھتا تھا۔ اب اس کا ایماندارانہ فیصلہ کرنا ان تمام مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے جن کے ہاتھوں میں یہ کتاب ہے۔

خدا کیلئے تعصب اور قربا پروری کی عینک اپنی آنکھوں سے اُتار دیجئے اور تمام حقائق اور واقعات کا مشاہدہ ایک سچے اور وفادار اُمتی ہونے کی حیثیت سے اپنے سر کی آنکھوں سے کیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ کا ضمیر کسی مولوی کی مٹھی میں نہیں ہے اور آپ نے عشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے سرشار آنکھوں سے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو پھر آپ اپنے آپ کو اسی صراطِ مستقیم پر پائیں گے جس راہ پر انگریز کے قابض ہونے سے پہلے ہمارے مسلمان باپ دادا اور کروڑوں مسلمان اور تمام بزرگانِ دین رحمہم اللہ علیہم اجمعین چلا کرتے تھے۔

میری دنیا بھر کے تمام مسلمان حکمرانوں سے بالعلوم اور پاکستان کے حکمرانوں سے بالخصوص یہ عاجزانہ التجا ہے کہ وہ ان تمام حقائق کا مشاہدہ ایک سچے اور وفادار اُمتی ہونے کی حیثیت سے کرے۔ وہ ان حقائق کو فرقہ واریت کا ہرگز رنگ نہ دے۔ فرقہ واریت کا رنگ دے کر اگر خدانخواستہ حق کو دبا دیا گیا تو اسلام کا ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔

حکمرانو! مت بھولو کہ تم سے پہلے اس دنیا میں بڑے بڑے نامی گرامی حکمران پیدا ہوئے جو برسوں اپنی حکومت کا سکہ اس دھرتی پر گاڑھ کر دنیا سے چلے گئے۔ آج ان کا نام لیوا کوئی نہیں۔ قبر کی اندھیری کوٹھڑی میں اپنے کیے کی سزا بھگت رہے ہیں۔ مگر وہ حکمران جنھوں نے اسلام کے خلاف اُٹھنے والی سازشوں کو بے نقاب کیا۔ دشمنانِ اسلام کے خلاف نبرد آزما ہوئے۔ اسلام کو مٹنے سے بچایا وہ مر کر بھی زندہ ہوگئے۔ انہیں مرے ہوئے اگرچہ صدیاں بیت گئیں لیکن آج بھی اُمتِ رسول سلطان صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم، عمر بن عبدالعزیز، نورالدین زنگی، محمود غزنوی، شمس الدین التمش، شہاب الدین غوری اور اورنگ زیب عالمگیری کا نام سنتی ہے تو عقیدت سے ان کی نگاہیں جھک جاتی ہیں۔ اے کاش! آپ کا بھی نام ایسے ہی حکمرانوں میں ہو۔ آپ سے صرف یہی التجا ہے کہ خدارا تعصب کی عینک آنکھوں سے اُتار کر حق کی تائید کریں اور ان حقائق کو ہرگز فرقہ واریت قرار نہ دیا جائے۔ کیونکہ یہ وہ حقائق ہیں کہ جن پر برصغیر پاک و ہند کے بے شمار علماء نے قلم اُٹھایا۔ ہزارہا کتابیں اس موضوع پر لکھی گئیں۔ آج بھی علمائے حق دنیا بھر میں مسلمانوں کو اپنی تقاریر کے ذریعے اس فتنہ سے آگاہ کر رہے ہیں۔

میری علمائے دیوبند، غیر مقلد وہابی اہلحدیث اور جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے سنجیدہ حضرات سے بھی یہ گزارش ہے کہ ان تمام حقائق پر آپ بھی غور فرمائیں۔ آپ کو بھی مرنا ہے۔ خداوند قدوس کی بارگاہ میں آپ کو بھی اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ اقربا پروری اور شخصیت پرستی کے خول سے نکل کر اور تعصب کی عینک اپنی آنکھوں سے ہٹا کر ایماندارانہ فیصلہ کریں۔ میں نے جو کچھ بھی اس کتاب میں لکھا آپ ہی کی کتابوں سے لے کر لکھا۔ میری یہ جرأت ہرگز نہیں کہ اپنی طرف سے کسی پر الزام لگاؤں۔ خدا کیلئے اُمتِ رسول کو فرقہ واریت سے بچانے کیلئے نفرت کی اس دیوار کو گرا دیجئے۔ یہود و ہنود کی سازشوں کو ناکام بنا کر اتحاد و یکجہتی اور اسلامی جذبے کو فروغ دینے میں ایک دوسرے کے دست بازو بن جایئے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ جن کے دلوں میں خوفِ آخرت اور ایمان کی سلامتی کا جذبہ کارفرما ہے وہ ضرور میری گزارشات پر سنجیدگی سے غور فرمائیں گے اور حق پرستی کی راہ اختیار کر کے باطل کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دیں گے۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
میں نے دل جلا کے سر عام کر دیا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقدس رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہر مسلمان کو ہدایت کی راہ نصیب فرمائے اور مسلمانوں کے اختلافات ہمیشہ کیلئے نیست و نابود فرمائے اور اس کتاب کو میری اور تمام مسلمانوں کی مغفرت کا ذریعہ بنائے اس کتاب میں جو بھی مجھ ناچیز سے غلطی ہوگئی ہو اسے معاف فرمائے۔

آمین ثم آمین یا ربّ العالمین طفیل رحمۃ اللعالمین

وما علینا الا البلاغ المبین

آپ کا دردمند بھائی

محمد نجم مصطفائی

19-10-2001 (جدید ایڈیشن)